TEXT CUT WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222158
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۶۳۳۳ Accession No. ۶۲۲۷

Author ع ۔ ر رشید اختری 6227

Title عروس کربلا

This book should be returned on or before the date last marked below.

عروسِ کربلا

مصنفہ

حضرت علامہ راشد الخیری صاحب مرحوم

با حقوق

دار الاشاعت رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین

کیلئے

اسلامیہ سٹیم پریس ریلوے روڈ لاہور

موت ... قیامت سے پہلے
... پر کیا حالت گذرتی ... ہے اگر آپ ملاحظہ فرمانا چاہتے ہیں تو

برزخ

1957

۲ ۸۹۱ ... ۱۲۲۷

فرمائیے اس میں بحوالہ اسناد قرآن مجید و حدیث شریف نبوی صلعم وہ تمام باتیں ... جاننا ہر ایک مسلمان کیلئے باعث ازدیاد و تکمیل ایمان ...

... ایڈیٹر اخبار آبرو و روالحق سندھ کی عرصہ دراز کی محنت و جانکاہی ... جو ... علیگڑھ کالج کے ... نوجوان ہیں جنہوں نے بی۔ اے تک تعلیم پائی ایک گلمباب دنیوی زندگی اور دنیاوی جاہ و جلال عیش و ثروت سے آپکی طبیعت ایسی اچاٹ ہوئی کہ تمام تعلقات دنیا کو خیر باد کہدیا اور گیروے کپڑے اوڑھ ... نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ کی مزار مبارک پر معتکف ہو گئے محبوب الٰہی کے قرب نے آپکے آئینہ دل کو جلا دیا جس کی تعریف الفاظ میں ... مشکل ہے۔ یہ کتاب اس نورانی جلوہ کا عکس ہے جو فلسفہ جدید کے ایک ... قرآن و حدیث کی چاشنی دے کر لکھی ہے گویا یہ ایک معجون مرکب ... خوراک ہے نئی تعلیم کا سودا وی مادہ نئی روشنی والوں کی بگڑی ہوئی ... ... بالکل صاف ... ہے۔ جیسا کتاب کا مضمون ہے ویسا ہی ... اور چھپائی میں خاص اہتمام کیا گیا ہے باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف ...

حیات حالی شمس العلماء مولینا الطاف حسین صاحب حالی کے باتصویر حالات زندگی ...

ملنے کا پتہ

منیجر کارخانہ صوفی آب حیات پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات ...

زلف محبوب کی طرح کشتی سے کھیلنا شروع کیا۔

آفتاب تھا نہ دھوپ چاند تھا نہ تارے رہنمائی کیواسطے صرف ایک بجلی وہ بھی کبھی کبھی چمک کرا تنا بتا دیتی تھی کہ چاروں طرف پانی کے سوا کچھ نہیں اب ملاح بھی ہار کر بیٹھ گیا اور کشتی خدا پر چھوڑ دی رات ختم ہوئی دن نمودار ہوا مگر رات سے زیادہ تاریک کہر نے بالکل گھُپ گھاپ کر دیا تین دن اور تین رات کشتی اسی طرح غوطہ کھاتی پھری اس عرصہ میں خاتون نے زخمیوں کی خبر گیری اچھی طرح کی ان کو کھلایا پلایا اور ضرورت کی تمام چیزیں مہیا کیں اس کے وقت کا بڑا حصہ زخمی عورت کی خدمت میں بسر ہوتا چوتھے روز صبح کیوقت زخمی عورت نے اپنی محسنہ کا ہاتھ پکڑا اور دوسرا ہاتھ اس کے پاؤں کی طرف لیجا کر شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی کہ خاتون پیچھے ہٹ گئی اور کہا یہ آپ کیا کرتی ہیں مجھ کو شرمندہ نہ کیجئے۔

عورت۔ میں کس طرح آپکا شکریہ ادا کروں آپنے غریب نوازی سے میرا دل موہ لیا۔

خاتون۔ آپ ہرگز ایسا خیال نہ کیجئے میں نے آپکے ساتھ جو کچھ کیا یہ انسانیت کا تقاضا تھا۔

عورت۔ کاش ہر انسان یہ سمجھتا۔

خاتون۔ مگر میں مسلمان ہوں۔

عورت۔ افسوس تو اسی کا ہے کہ مسلمانوں میں بھی سب انسان نہیں۔

خاتون۔ آپ کو میرا ایسی اسوقت کیا تکلیف ہے کہ آپ بات نہیں کر سکتیں

عورت نے خاتون کا ہاتھ پکڑ کر اپنے منہ پر رکھ لیا اس کی آنکھ میں آنسو تھے اسنے ہاتھ [illegible] دیا اور کہا۔

[illegible] زم بی بی ! میں حاملہ ہوں اور یہ میرے وضع حمل کا وقت ہے اسکے ساتھ ہی زخم کی [illegible] نے میری جان پر بنا رکھی ہے یہ کہنا مشکل ہے کہ میں بچہ ہونے [illegible] دشمنوں کی [illegible] یقینی ہے کہ موت میرے سر پر آپہنچی صدمہ یہ ہے کہ تم کو [illegible] بدلہ [illegible] نہ کیا لیکن آج [illegible] ایسا احسان دل پر لیکر جا رہی ہوں جو بعد موت بھی مجھ کو [illegible]

آپ سے اسقدر التجا ہے کہ اگر لڑکا ہو تو اٹھارھویں سال اور لڑکی ہو تو سولھویں آپ یہ پرچہ جو آپ کے پاس میری امانت ہے اور جو میں نے اپنے زخم کے خون سے کل رات کو لکھا ہے اس کو پہنچا دیجئے گا۔

خاتون نے پرچہ ہاتھ میں لیلیا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ درد زور سے اُٹھا اور دریا کی لہروں نے ایک چھوٹی انسانی صورت دیکھی بچہ کے رونے کی پہلی آواز بجلی کی چمک نے اور عورت کا آخری سانس دریائی ہوا نے اپنی آغوش میں لیا اور عورت اپنے بدلے ایک بچہ چھوڑ دُنیا سے رخصت ہوئی۔

موت اور پیدائش دونوں سے علاوہ خاتون اسوقت سب سے زیادہ اس خیال سے متاثر تھی کہ وصیت کا بار اس کے ذمہ کیسا پڑا اور وہ اس امانت کی تعمیل کیونکر کرے گی مرد نے اپنی عورت کو سپرد دریا کیا اور کشتی کنارے پہنچی۔

خاتون نے چاہا کہ وہ بچی کو اپنے ساتھ لے مگر اس کا باپ اس پر رضامند نہ ہوا اب خاتون کے واسطے ایک نئی مصیبت کا سامنا تھا امانت کی تکمیل وصیت کی تعمیل اس کا فرض تھا اور اس کو یہ تک معلوم نہ تھا کہ یہ کون لوگ ہیں کہاں کے رہنے اور کدھر کے جانیوالے اس نے اسی حالت میں بچی کی پشت پر اپنا نام گودا اور اس کے باپ سے پوچھا آپ کہاں تشریف لیجائینگے اور [illegible] سے آرہے ہیں آپ کا مذہب کیا ہے اور رہنے والے کہاں کے ہیں۔

مرد [illegible] جواب میں کچھ دیر خاموش رہا اور پھر کہنے لگا۔

میں مصر کا رہنے والا مسلمان ہوں امیر معاویہ نے اپنا قبضہ کرنے کے بعد جب مصر آگے بڑھنا چاہا تو میں عین النہر میں جو میری سسرال اور اس مرنے والی عورت کا وطن ہے موجود تھا ایک روز صبح کیوقت ہم کو معلوم ہوا کہ امیر کے حکم سے نعمان بن بشیر آپہنچا اور یہاں بھی حملہ کرنیوالا ہے امیر معاویہ کے تعلقات سرور کائنات صلعم کی پاک ذات سے جو کچھ ہیں وہ مجھ پوشیدہ نہیں لیکن شیر خدا کی پریشانی سے کلیجہ کٹ گیا ایک میں اور میری بیوی کیا اگر ہمارا [illegible] ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ رسول اللہؐ کے کلیجہ کے ٹکڑوں پر قربان ہوجاتا [illegible] ہم دونو شیر خدا کی حمایت کو میدان جنگ میں پہنچے گر اس [illegible]

نعمان [illegible] یت ہوئی اور ہم دونو زخمی لیکن دل کا ارمان ابھی پورا نہ ہوا۔

میری عزیز محسنہ مجھے اس سوال کے جواب سے معاف فرمایئے کہ اب قصد کدھر کا اور کس لیئے ہے

اس کے بعد مرد نے خاتون کے احسانات کا شکریہ ادا کیا دعا دی حارث سے بغلگیر ہوا اور بچی کو لے کر ایک طرف چلتا ہوا۔

(۴)

اُنتالیسواں ہجری سال ہے امیر معاویہؓ کی حکومت روز بروز وسیع ہو رہی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ حرمین میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت متزلزل ہو گئی اور بشیر نے امیر کے حکم سے مدینہ منورہ پر قبضہ کر ابو ہریرہؓ کو وہاں کا عامل مقرر کیا اور خود مکہ معظمہ کا راستہ لیا سخت جنگ جدال اور خونریزی کے بعد فیصلہ یہ ہوا ہے کہ عراق میں شیر [illegible] خلافت رہے اور شام میں امیر معاویہؓ کی حکومت مگر اس تصفیہ نے بھی کوئی [illegible] اختیار نہ کی اور لڑائی کا بازار ابھی گرم ہی سا ہے مسلمانوں کے دونو [illegible] اُدھر کا بھی اپنی جانیں قربان کرنا افضل ثواب سمجھ چکے ہیں اور [illegible] آنکھیں دیکھنے والے لوگ شیر خدا کا ساتھ چھوڑ چکے حضرت [illegible] گذر تا جن سے پوری پوری امیدیں اور بڑی بڑی تو [illegible] جو اوسنے اشارے پر خون گرانے کو [illegible] ہیں پہنچا دیا اور بالآخر شیر خدا کی آنکھوں نے [illegible] بن ابی طالب نے بھی ساتھ چھوڑا اور امیر مع [illegible] تھا جس نے بعض مسلمانوں کے دل دہلا د [illegible] سے اوپر تھی بیعت رضوان کیواسطے حضر [illegible] وہ بیعت تھی جس کا منشا یہ تھا کہ ہم تا دم [illegible] کوئی اس عہد پر کہاں تک اور [illegible]

ہیں کہ یہ آزمائش خدا ہی کو منظور نہ تھی حضرت علیؑ کے بعض فدائی امیر معاویہ اور امیر کے بعض جان نثار حضرت علیؑ کی شہادت کے فکر میں تھے یہ کہنا مشکل ہے کہ خود سردار بھی ساتھیوں کی اس کوشش کا علم تھا یا نہ تھا لیکن واقعات سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ کو اس کا مطلق علم نہ تھا کہ آپ کے ہوا خواہ کیا کیا کوشش کر رہے ہیں۔

متواتر کامیابیوں نے امیر معاویہ کا دل اتنا بڑھا دیا تھا کہ شکست کا خیال وہم وگمان میں بھی نہ آتا تھا اُدھر مدینہ کی مشہور حسینہ نے یہ اعلان کیا کہ میرے مہر کی شرط حضرت علیؓ کا سر ہے ادھر امیر معاویہ نماز عشا کے بعد کھانا کھانے بیٹھے دستر خوان تھا اکیس ۲۱ آدمی اور موجود تھے کہ غلام نے ایک خاص تعب شوربے کی امیر کے سامنے کھی اس تحقیق نے اشعت بن قیس کو جو دستر خوان پر موجود تھا شبہ میں ڈال دیا اس نے اُٹھالی اور ایک نوالہ بلی کے آگے ڈالا جو سامنے بیٹھی تھی نوالہ حلق سے اترتے تڑپنے لگی اور چند لمحہ میں وہیں لوٹتے لوٹتے ڈھیر ہو گئی آناً فاناً کر یہ کی نمازیں ہوئیں غلام گرفتار کیا گیا تحقیقات ہوئی تو قیم ہیں جن کی سازش سے یہ کارروائی ہوئی افشا ئے مگر بدقسمتی سے ایک ہاتھ آ گیا۔

موت کا حکم ہوا مگر جس وقت اس سے یہ کہا گیا نو اس نے کہا مجھ کو اتنی اجازت دی جائے لو رکی گئی مجرم حراست میں وہاں گیا گلے میں ایک تعویذ ڈالا اور کہا جائے۔

مبارک ہاتھوں سے رکھی گئیں

ول و دوم نے اتنا مستحکم و استوار کر دیا کہ آج فنا ہونے کے بعد بھی اس کے کنگرے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں درحقیقت متزلزل تو خلیفہ ثالث ہی کی شہادت سے ہوگئی تھیں مگر صفین اور جمل یہ دو لڑائیاں ایسے بھونچال آئے کہ دیواریں تک ہلا دیں امیر معاویہ کا اقتدار روز بروز اور شیر خدا کا اختیار لمحہ بہ لمحہ زیادہ اور کم ہوتا جاتا تھا حکمی قبضہ جسنے فریقین کی حکومت شام اور عراق دو حصوں میں تقسیم کر دی بسا غنیمت تھا اور امید بندھی تھی کہ یہ عصفیہ خانہ جنگیوں کا خاتمہ کر دیگا مگر افسوس معاملات اب بھی یکسو نہ ہوئے اور ایک ایسے گروہ کی [illegible] شروع ہوئی جو خوارج کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں اور جن کا منشا ظاہر یہ تھا کہ اسلام ان باہمی تنازعات سے محفوظ رہے یہ لوگ کچھ حضرت علیؓ ہی کے دشمن نہ تھے بلکہ امیر معاویہ کا قتل بھی ان کے مقاصد میں شامل تھا اس لئے تجویز ہوئی کہ تین شخص حضرت علیؓ امیر معاویہ اور عمرو بن عاص سپہ سالار امیر شہید کر دیئے جائیں اس کام کا بیڑا عبدالرحمن ابن ملجم مبارک بن عبداللہ اور عمرو بن عاصی نے اٹھایا اور یہ تینوں آدمی اس طرح کہ عبدالرحمن کوفہ مبارک دمشق اور عمرو مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

جس طرح آخر وقت علی مرتضیٰؓ مسلمانوں کا چہرہ حسرت سے دیکھ کر خاموش ہوگئے اسی طرح اسوقت قلم بھی کاغذ کا منہ حسرت سے تک رہا اور سوچ رہا ہے کہ کیا لکھے اور کیونکر لکھے ابھی دس سالہ بچے کی آواز ہمارے سامنے ہے جسنے رسولؐ ہاشمی کی صدا پر سب سے پہلے لبیک کہی۔ ابھی وہ معصوم الفاظ کہ یا رسولؐ اللہ میں آپکے ساتھ ہوں ہمارے کانوں میں گونج رہے ہیں تجربہ نے ان بہتر ہونٹوں کو جنہوں نے اس صدا پر قہقہہ لگایا تھا بتا دیا کہ بچہ کی آواز بے معنی نہیں با معنی تھی اس استقلال کا ایک خزانہ استقامت کا ایک پہاڑ اور خلوص کا ایک سمندر تھا جوانی نے بچپن کا ر لیا [illegible] کی دنیا کو دکھا دیا کہ وہ معاہدہ زیتون کا پتہ نہیں کہ وہ صفا تھا کہ جب بچپن [illegible] سے چہرے کی بلائیں لیکر جوانی کا تاج سر پر رکھ کر رخصت ہوا تو اس رات جب دشمنوں کی [illegible]ری جمعیت قتل پر کمربستہ تھی حضرت علیؓ نے اپنی جان قربان کرنے میں دریغ نہ کیا لیکن آج

اس ایثار کا بدلا اس صداقت کا انجام اس خلوص کا نتیجہ دُنیا یہ دیتی ہے کہ۔
حضرت علیؓ اسلام میں رخنہ انداز اور عبدالرحمٰن ابن ملجم اسلام کا محافظ۔
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ؕ

(۴)

کوفہ کے خاص بازار کے جنوب مشرقی سمت میں ایک مختصر سا مکان ہے جس کے باہر دو اونٹ بندھے ہوئے جگالی کر رہے ہیں مکان کے اندر دو میاں بیوی خاموش بیٹھے ہیں عورت کا سیاہ چادر شعث اور مرد کی نیلی عبا اور سبز عمامہ کھونٹی پر لٹکتے یہ بتا رہے ہیں کہ دونو کہیں سے آئے ہیں یا کہیں جانے والے ہیں ایک ہمارا بچہ بیچ میں پڑا ہے اور دونو کی ٹکٹکی اُدھر بندھی ہوئی ہے کچھ دیر اسی طرح خاموش رہنے کے بعد عورت بولی۔

اب تم اس بچی کو خدا پر چھوڑ دو اور بسم اللہ کرو۔

مرد۔ ضرورت یہی ہے مگر طبیعت گوارا نہیں کرتی کیا کروں۔

عورت۔ کرنا چاہئے اور کرنا پڑیگا یہ سال جیسی مصیبت کا گذرا ظاہر ہے فاقوں نہیں تو قریب فاقوں کی نوبت آگئی اگر اس سال بھی نہ گئے تو شاید بھیک ہی مانگنے پڑے گی۔

مرد۔ یہ مقدرات ہیں اسمیں کون دخل دے سکتا ہے پچھلے سال ایک اونٹ ایسا بیمار ہوا کہ مرتے مرتے بچا اب اس سال اونٹ تو دونو تیار اور تندرست ہیں مگر اسکا کیا علاج کہ بچی کا یہ حال ہوگیا۔

عورت۔ کہہ تو رہی ہوں کہ اس کو خدا پر چھوڑ دو اور تم بسم اللہ کرو اب صرف دو روز باقی ہیں پرسوں آخری قافلہ روانہ ہو جائیگا۔

مرد۔ میں بھی تو کہہ رہا ہوں کہ طبیعت گوارا نہیں کرتی یہ بچی بھی یوں ہی گیا مصیبت تو ظاہر ہی ہے اس سال کی تکلیفیں ایسی تھوڑی ہیں کہ ہم بھول جائیں مگر اس بچی کی جان سے زیادہ عزیز کچھ نہیں یہ عاصم کی یادگار ہے اور اس بھائی کی محبت تازہ کر رہی ہے جو مجھ سے ہمیشہ کو جدا ہوگیا۔

عورت۔ عاصم کے احسانات سے میں اور تم دونو کسی خدمت پر بھی سبکدوش نہیں ہوسکتے اسکی امانت ہمارے پاس اور اس کی وصیت ہمارے سامنے ہے اس محبت اور تعلق کے علاوہ جو ہم کو دم سے ہے بن ماں باپ کی بچی یہ حق رکھتی ہے کہ ہم اپنی ہر راحت اور امید اس بچے سے قربان کرکے رکھدیں اس رشتے اور یگانگت سے قطع نظر کرکے جو ہم میں اور کلثوم میں ہے مرنے والے والدین اسلامی دُنیا پر یہ حق چھوڑ گئے ہیں کہ ان دونو کے اولاد رسولؐ پر قربان ہونے کے بعد ہر مسلمان اس بچی کی پرورش اپنا فرض سمجھے لیکن فلاس صرف ہمارے ہی واسطے نہیں اس ... ابھی اذیت دہ ہوگا ہمارے واسطے بھوکا پڑنا اور ننگا رہنا ممکن ہے لیکن کلثوم کے معصوم جذبات اگر ابھی سے قتل کردیئے گئے تو اسکی آیندہ زندگی تباہ و برباد ہوجائیگی تم اپنے یا میرے واسطے نہیں اس بچی کے واسطے مصیبت اُٹھالو اور اسکو خدا پر چھوڑ کر اونٹ لو اور روانہ ہو۔

مرد۔ میں اگر چلا بھی جاؤں تو میرا دل یہیں پڑا رہیگا۔

عورت۔ ہاں یہ صحیح ہے مگر یہ موقعہ ہاتھ سے نکل گیا تو پھر سال بھر تک میسر نہ ہوگا۔

مرد۔ اچھا اگر تمہاری یہی صلاح ہے تو میں چلا جاتا ہوں۔

عورت۔ صلاح کیا مصلحت یہی ہے بسم اللہ کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو

مرد۔ اچھا لو خدا حافظ مگر کلثوم سے ہوشیار رہنا ۔

(۵)

دمشق کے سرسبز و شاداب باغات کراہی شورواہی یعنی دریائے طلائی کے پُر فضا گھاٹ ... اور مسجد کے متصل کنکورے باآواز بلند عدل فاروقی کے گیت گارہے ہیں اور سرزمین دمشق کا ہر ذرہ صدا دے رہا ہے کہ ہماری آنکھوں نے خلافت کے جو تماشے دیکھ لئے دُنیا ... مناظر کبھی نہ دیکھے گی مسلمانوں کی وہ مایہ ناز ہستیاں جنکی ہڈیاں ہماری گود میں ہیں جو اپنی جانیں لٹاکر اسلام کا جھنڈا بلند کرگئے بےمثل تھیں مادر گیتی ایسے مسلمانوں کی صورت اور ایسے ... پیران شیدائیان مذہب کی آواز کو ترسیں گے اور پھڑکیں گے لیکن ناکام رہیں گے کیا۔

فنا ہونیوالی صورتیں آج ہمارے پہلو میں آرام کر رہی ہیں جن کے خون کا ہر قطرہ صداقت اسلام کا ثبوت ہے جہاں شرک و تثلیث کے بازار شب و روز گرم تھے جہاں شراب اور جوئے کے دور رات دن رہتے تھے وہاں ان ہی آبادی نہ بند ہونے والوں کی طفیل پانچ وقت صدائے توحید ہوا میں گونجتی ہے رات کے سناٹے میں عشا کی اذان جامع امیہ سے بلند ہوئی اور جس وقت مؤذّن نے اس انسانی ہستی کی نبوّت کا اعتراف کیا جس کی رسالت کے در پر بڑی بڑی اور ٹیڑھی گردنیں خم ہو گئیں تو دریا کی لہریں اور درختوں کی ٹہنیاں یہ پاک نام سُنتے ہی رکوع اور سجدہ میں جُھک گئیں ہوا نے پیام حق آبادی میں پہنچایا خلقت نماز کے واسطے چلی اور آناً فاناً جامع امیہ کے دالان اور صحن مُسلمانوں سے پٹ گئے۔

نماز ختم ہوئی لوگ چلنے شروع ہوئے امیر معاویہؓ اسلامی شان کے بموجب تن میں سادہ لباس زیب تن کئے خراماں خراماں گھر کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔

کوہ لبنان کے دامن میں دریا کے کنارے پر ایک جھونپڑی کی آڑ میں ایک شخص برہنہ تلوار لئے خاموش چاروں طرف دیکھ رہا ہے یہانتک کہ اس کی نگاہ ایک انسانی صورت پر پڑی وہ کھڑا ہو گیا غور سے دیکھا گو رات اندھیری تھی مگر آنے والے کی چال ڈھال بتا رہی تھی کہ یہ صحابہ رسول صلعم امیر معاویہؓ ہیں۔

قاتل سنبھلا تلوار سیدھے ہاتھ میں لی آگے بڑھا چاہتا تھا کہ حملہ کرے مگر ہمت نہ پڑی اور ہاتھ کانپ گیا امیر معاویہ آگے بڑھے اور چشم زدن میں وہ منظر آنکھ سے اوجھل گیا۔

یہ قاتل مبارک بن عبداللہ تھا جو امیر معاویہ کے مصاحبوں میں شامل تھا ناکامی نے اس کی تمام امیدیں خاک میں ملا دیں انگاروں پر لوٹ لوٹ کر مچھلی کی طرح تڑپ تڑپ کر اور سانپ کی طرح سر دُھن دُھن کر رات جنگل بیابان میں کاٹی علی الصباح مسجد میں پہنچا وضو کیا سے نماز پڑھی اور اپنی بدقسمتی پر ایک کونہ میں بیٹھ کر افسوس کرنے لگا۔

آج عید المسلمین یعنی جُمعہ کا روز تھا دوپہر کے ہوتے ہی مُسلمان جوق در جوق فریضہ نماز کی

ادائیگی کیواسطے جمع ہونے شروع ہوئے۔ مؤذن نے اذان دی امیر نے خطبہ پڑھا اور اسکے بعد نماز پڑھانی شروع کی کلام الٰہی کے الفاظ صحابہ رسول اکرمؐ امیر معاویہؓ کی زبان سے مسجد میں گونج رہے تھے کہ مبارک کی تیغ آبدار حالت امامت میں امیر کے کندھے پر پڑی۔

قاتل کا خیال بلکہ یقین تھا کہ وار پورا پڑا اور کامیابی ہوئی ہاتھ پاؤں خوشی کے مارے بھی اور خوف کے سبب سے بھی بھول گئے تلوار دیں پھینکی اور بھاگا مگر پکڑا گیا اور قید ہوا۔ امید قاتل کے ساتھ امیر معاویہ کو بھی زندگی کی امید کم تھی مگر علاج کارگر ہوا صحت شروع ہوئی اور چند روز بعد زخم بالکل اچھا تھا۔

(۶)

حج سے فارغ ہوکر قافلہ حجاج بیت اللہ سے مدینہ منورہ کیطرف روانہ ہوا ہے بڈھے جوان جوش خروش میں [illegible] پڑھ پڑھ کر جھوم رہے ہیں جوں جوں دیار محبوب قریب آتا ہے زائرین کی آتش شوق زور [illegible] پر ہوتی ہے دن کے دو بجے ہونگے کہ روضۂ اقدس کے مینار نظر آئے دل خوشی کے مارے اوچھل پڑے بیتاب ہوکر اچکنے لگے کلمہ شہادت کے نعروں سے میدان گونج اٹھا ہر شخص شاد اور بشاش تھا مگر ایک عورت ساکت اپنے اونٹ پر بیٹھی چلی جا رہی تھی چلتے چلتے اسنے ساربان سے کہا تم وعدہ کرتے ہو کہ دریافت کر دوگے۔

ساربان۔ [illegible] عذر تو نہیں کرتا کوشش کرونگا مگر جبتک پورا حال نہ معلوم ہو ہرگز پتہ نہیں چل سکتا

عورت۔ [illegible] جس قدر علم تھا میں نے بتا دیا۔

ساربان۔ یہ کافی نہیں ہے۔

عورت۔ اس سے زیادہ مجھے معلوم نہیں۔

ساربان۔ نام نہ مقام پتہ کیونکر چلے۔

عورت۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ کوفہ کا رہنے والا ہے لیکن بچی کو لیکر وہ کہیں اور گیا ہے

ساربان۔ آپنے جب اسکی وصیت سن لی اور بار آپکے ذمہ ہوگیا تو اسکا پورا پتہ کیوں نہ دریافت کیا۔

عورت۔ میں نے بہت کوشش کی مگر اس نے نہ بتایا وہ غالباً حضرت علیؓ کے شیدائیوں میں سے تھا۔

ساربان۔ حضرت علیؓ کا شیدائی ہر مسلمان ہے اور جس طرح حضرت علیؓ کا شیدائی اُسی طرح امیر معاویہؓ کا فدائی لیکن اس خاص معاملہ میں امیر معاویہؓ برسر حق ہے۔

عورت۔ مجھ کو حق اور ناحق سے بحث نہیں تم خدا کا واسطہ مجھ کو اس بچی کی تلاش میں مدد دو تاکہ میں اس بار سے سبکدوش ہوں اور خدا کے ہاں گنہگار نہ جاؤں۔

ساربان۔ بغیر پتہ کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

عورت۔ میں ایک ہفتہ آئی وقعہ کوفہ ٹھہری اور اب بھی قیام کو موجود ہوں اگر کامیابی کی امید ہو۔

ساربان۔ کہہ رہا ہوں کہ بغیر پتہ کے کچھ نہیں ہو سکتا قافلہ طیبہ کے حدود میں داخل ہوا یہ اس شہنشاہ کی خوابگاہ تھی جسکے نام پر مسلمان اپنا جان ایمان قربان کرنا فرض سمجھتے ہیں جس نے خاک عرب سے اُٹھ کر ایک دُنیا میں اسلام کا ڈنکہ بجوا دیا یہ اس رسول ہاشمی کا مزار تھا جس پر پروانہ کی طرح زائرین نثار ہو نا حیات ابدی سمجھ رہے تھے اور حق یہ ہے مزار احمدؐ اسکا مستحق تھا ایک تن واحد جسکے ساتھ ایک تنفس نہیں تن تنہا میدان حیات میں آکر تمام دُنیا کو للکارتا ہے دولت اسکے قدموں میں گرتی ہے اور وہ ٹھکراتا ہے سلطنتیں اسکے اوپر قربان ہوتی ہیں اور وہ دھتکارتا ہے حُسن اسکے رُخ روشن پر نثار ہونا فخر سمجھتا ہے اور وہ مُنہ پھیر لیتا ہے سینکڑوں نہیں ہزاروں بہادر جری اور شجاع اسکے قتل پر آمادہ ہوتے ہیں مگر اسکا پاؤں نہیں ڈگمگاتا مصائب کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں تکالیف کا انبار ہوتا ہے لیکن دُنیا کی کوئی اذیت اور زندگی کی کوئی تکلیف اس کا قصد متزلزل نہیں کرتی وہ انسان ہو کر فرشتوں کی طرح زہریلی باتیں شہد کے گھونٹ سمجھتا ہے اور بندہ ہو کر خدا کی مانند اسلیے کہ اس کا محبوب تھا ہر مجرم کی تقصیر عفو کرتا ہے۔

اب مسلمانوں کے دل سینہ میں اُبل رہے تھے اور عقیدت کی یہ کیفیت تھی کہ مرد اور عورت سب متمنی تھے کہ موت اس مقام پر آئے تاکہ قبر کی زمین اس خاک پاک میں میسر ہو۔ عورت کی

آنکھ میں جوش محبت سے آنسو بھرے ہوئے تھے بلبل کی طرح وہ سر دھنتی روضۂ قدس کے اندر داخل ہوئی مزار پاک کی خاک پھول کی مانند آنکھوں سے لگائی اور گڑگڑا کر کہا۔

مولا! وصیت کا بار کس طرح ادا کروں؟

(۷)

مُفلسی میں آٹا گیلا یہ بیٹھے بٹھائے کی مصیبت کیسی نازل ہوئی عاصم کے ایسے تم پر کیا احسان ہیں کچھ نہیں دُنیا میں گذارہ مشکل سے ہو رہا تھا کہ ایک کا خرچ اور بڑھا مجھ کو پوری امید تھی کہ کلثوم جانبر نہ ہوگی مگر کیسی سخت بیان لڑکی ہے کہ سانس تک بگڑ گیا اور زندہ رہی خالد بیوقوف آدمی ہے کہ اتنی لمبی قلتی پر جان چھڑکتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ اسکے خرچ کا بار ہم برداشت نہیں کر سکتے اب قافلہ کے آنے میں صرف ایک ہفتہ باقی رہ گیا ابھی تو یہ دو سال کی ہے جب یہ کیفیت تیرہ کی ہے آگے چل کر اور بڑھیگا اور پھر کیسی مصیبت ہے کہ خالد کی تمام محبت اس طرف ڈھل گئی یہ صحیح کہ اسکی حقیقی بھتیجی ہے مگر اسکے یہ معنے نہیں ہوسکتے کہ وہ میری ضرورتوں کو اسکے شوق پر قربان کر دے مجھ کو اس روز جراب کی اشد ضرورت تھی لیکن وہ گڑیا لایا اور میری جراب لایا کوئی وجہ نہیں کہ میں ابھی سے اسکا پاپ کاٹوں اور خالد کے آنے سے پہلے اس کو مار ڈالوں کمبخت ذہین اتنی ہے کہ ابتک اس کو بھولی نہیں ہر وقت ابوابو کی تسبیح ہے اگر میں اسوقت چوک گئی تو عمر بھر سر پر ہاتھ رکھ کر روؤنگی یہ اور اس کی زندگی میری تکلیف اور مصیبت کا پیش خیمہ ہیں۔

خالد کی بیوی مغیرہ دو دن اور دو رات اس معاملہ پر غور کرتی رہی اور اسکا یقین پختہ ہوتا گیا کہ اگر کلثوم زندہ رہی تو اسکی زندگی مجھ کو موت کا مزہ چکھا دیگی تیسرے روز آدھی رات کیوقت جب بچی بیخبر پڑی سوتی تھی اسنے چادر شب اوڑھا اور سوتی کو کندھے سے لگا باہر نکلی۔

آبادی سے دور نکل کر وہ اس اندھے کنوئیں کے قریب پہنچی جو ذہن میں تھا یہاں پہنچ کر اسنے ایک دفعہ پھر غور کیا اور گو معصوم لڑکی کی بہت سی دلچسپ حرکتیں سنگدل بچی سے رہائی کی سفارش کر رہی تھیں مگر اس کے دل میں رحم کا پتہ نہ تھا وہ کنوئیں کی منڈیر پر پہنچی

اسی حالت میں کلثوم کو کندھے سے جدا کر کنوئیں میں پھینک دیا۔
یہ کنواں درحقیقت ایک عمیق گڑھا تھا مگر معصوم کی خوش قسمتی سے ریت اسقدر کافی تھا کہ دیواروں نے آغوش مادر کا کام کیا اور خالد کی بھتیجی عاصم کی لڑکی کلثوم بغیر کسی زخم یا چوٹ کے کنوئیں کی ریت پر لپٹ گئی اور لیٹے لیٹے ہی سو گئی۔
مغیرہ اتنی وحشیانہ حرکت کے بعد نادم یا متاسف نہ تھی بلکہ اسکو اب یہ فکر تھا کہ اگر خالد نے قبر پر آنا چاہا تو آج ہی کی تاریخ کی تازہ قبر کہاں سے کھاؤنگی اور کونسی بتاؤنگی اس خیال کے آتے ہی اسکی رفتار جو گھر کی جانب نہایت تیز تھی آہستہ ہوئی راستے ہی میں ایک گڑھا کھودا ادھر اُدھر سے لکڑیوں کا انبار جمع کیا اور ایک چھوٹی سی تازہ قبر بنا کر گھر چلی آئی۔

(۸)

حق الامر یہ ہے کہ حضرت علیؑ کی مصائب کا اظہار سرور عالم کی قوت نہ تھی اگر یہ کہنا بھی بیجا نہ ہوگا کہ آنحضرت کی زندگی ہی میں کونسی تکلیف تھی جو نہ پہنچی اور خود حضور انور ہی کب تکلیفوں سے محفوظ رہے لیکن سرور عالم کی زندگی کا خیال ہی ایک بڑی مسرت تسکین تھا جب وہ نہ رہا تو کچھ نہ رہا یوں تو ہم کو اپنے توجیہ خیال سے شیر خدا کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی راحت و آسائش کا نہیں دکھائی دیتا لیکن اس تکلیف میں ایک آرام اس اذیت میں ایک لطف اور اس مصیبت میں ایک عیش تھا رسول خدا کی رضامندی جو خدا کی رضامندی تھی اسکے سامنے سخت سے سخت مصیبت اور بڑی سے بڑی تکلیف بھی گرد تھی مصیبت کا آغاز حقیقتاً شروع ہوا ہے رحلت سرورؐ سے اور یہ وہ وقت تھا کہ اگر اس سلسلہ کو مصائب کا پہاڑ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا رسول اللہ کی رحلت سیدہ کی موت خلافت کی ناکامی آلام کی گٹھریاں اور مصائب کی پوٹ تھیں اس درد کا علاج ان تکالیف کا معاوضہ بظاہر خلافت سمجھا جا سکتا ہے جو ایسی گلے کا ہار ہوئی کہ جان لے کر ہی پیچھا چھوڑا۔
شیر خدا کی زندگی از ابتدا تا انتہا مسلمان ہی کیلئے نہیں ہر انسان کے واسطے ایک سبق ہے

صبر۔شکر۔رحم۔کرم۔عبادت۔ریاضت۔محبت۔ پیار۔سخاوت ایثار انسانیت کی کوئی صفت ایسی تھی جو اس ذات میں نہ ہو بچپن۔جوانی۔بڑھاپا۔زندگی کا ہر دور انسانیت کی کسوٹی پر باون تولے اور پاؤ رتی ثابت ہوا ہے عمر کا تمام حصہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں بسر ہوا اور رسول اکرم کی طرح ایک دن چین کا گذرنا نصیب نہ ہوا اب جو خلافت ہوئی تو وہ بھی مصیبت سے کم نہ تھی۔

مسلمانوں کے دل حضرت علیؑ کی پے در پے مصائب پر خون کے آنسو روتے تھے اس ہر وقت کی بےچینی اور رات دن کے جنگ جدال نے اور بھی آفت بپا کر رکھی تھی خود حضرت علیؓ ہی کا دل اُکتا چکا تھا ادھر رسول اللہ کے فراق نے دل زخمی کر دیا تھا اس زخم پر نمک سیّدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی جُدائی تھی اب جو خود مسلمانوں ہی نے خلافت کی مخالفت شروع کی اور غیظ و غضب پیدا ہوئے تو نتیجہ ظاہر تھا اور گو ہم کو علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اس خیال کا کہیں پتہ نہیں لگتا مگر ہماری رائے میں تو حالات نے جو صورت اختیار کر لی تھی اس کا تقاضا یہ ہی تھا کہ حضرت علیؑ کی تمام توقعات ختم ہو جاتیں اور وہ مسلمانوں کو دو ہاتھوں سے سلام کرتے خواہ اسلام کو کچھ ہی نقصان پہنچتا مگر یہ ان ہی کا نفس ان ہی کا ضبط ان ہی کی ذات تھی کہ ہر مصیبت کو راحت سمجھا اور اسلام پر حرف نہ آنے دیا۔

یہ واقعہ ہے کہ پہلی صدی ہجری کے بعض مسلمانوں نے حضرت علیؓ کے ان احسانات کو جو اسلام پر تھے ان تعلقات کو جو بانی اسلام (صلعم) کے ساتھ تھے خاک میں ملا دیا مگر جب ہمارے سامنے وہ مناظر آتے ہیں جو کوفہ اور مدینہ کی زمین نے مرتضیٰ اور خاندان مرتضوی کے دیکھے تو کلیجہ پھٹا جاتا ہے۔

پیہم مصائب لگاتار [illegible] متواتر فاقے کس کس اذیت کا ذکر کریں تین دن اور تین راتیں آلِ رسولؐ پر اس طرح گذر گئیں کہ کھیل کا دانہ تک اُڑ کر مُنہ میں نہیں گیا پھول سے لال اور مینا سی بچیاں فاقوں کے مارے بلبلا رہے ہیں لڑکے باپ کا اور لڑکیاں ماں کا منہ دیکھ کر خاموش ہو جاتی ہیں دونوں ماں باپ بچوں کو کلیجہ سے لگا کر خدا کا شکر کرتے ہیں کہیں چوتھے روز جا کر تھوڑے سے جو میسر آئے رمضان کا مبارک مہینہ ہے افطار کے بعد شیر خدا آج

چوتھے روز کھانا کھانے بیٹھے ہیں کہ سامنے سے ایک سائل آکر صدا دیتا ہے۔

دو وقت سے بھوکا ہوں علیؑ پیٹ کی آگ کو بجھاوے آنکھ میں آنسو آجاتے ہیں کھانا سائل کو دیدیا اور رات اسی طرح بسر کردی یہ تھا وہ ایثار کہ مسلمان اگر قدر کرتے تو علی مرتضیٰؑ کے پاؤں دھو دھو کر پیتے لیکن قدریہ ہوتی ہے کہ کوفہ کی مشہور حسینہ اپنا مہر شیر خدا کا سر مقرر کرتی ہے اور عبدالرحمٰن ابن ملجم اپنی محبت کی آگ اس شخص کے خون سے بجھانی چاہتا ہے جسکا گوشت پوست رسولؐ خدا کا گوشت پوست تھا۔

جگر گوشہ رسولؐ سیدہ فاطمۃ الزہراؑ کا شوہر علی ابن ابی طالبؑ علی کرم اللہ وجہہ جسکے در سے کبھی سائل خالی نہ گیا جسنے بیوی اور بچوں کو بھوکا رکھ کر اور فاقوں سے سُلا کر راہ خدا پر گھر کی جمع پونجی لٹائی حسنینؑ کی جان بچیوں کا ایمان مسجد میں داخل ہو رہا تھا کہ شیب اور وربان عبدالرحمٰن کے دونو ہمراہی آگے بڑھے اور تلوار کا وار کیا دربان کا وار خالی گیا اور یقیناً شیب بھی ناکام لوٹتا کہ سنگدل عبدالرحمٰن جس کی قسمت میں فاطمہؑ کے لال یتیم کرنے تھے سامنے آیا اور پورا ہاتھ سر پر دیا شیب پہلے ہی بھاگ چکا تھا مسلمان پیچھے دوڑے دربان قتل کیا گیا مگر عبدالرحمٰن جو اصلی قاتل تھا ہاتھ نہ آیا بمشکل تمام مسجد کے ایک گوشہ میں ہاتھ لگا گرفتار ہوا اور سامنے لایا گیا۔

اسلامی تاریخ ان واقعات سے لبریز ہے جو آج کی دُنیا کو سکتہ میں ڈالتے ہیں مسلمان وہ مُسلمان جو مُسلمان تھے اسی دُنیا میں ایسے ایسے کام دکھا گئے ہیں کہ دُنیا پیٹتی پھرے مگر آنکھیں تو کیا کان بھی وہ بھنک نہیں سُن سکتے سرزمین عرب ان انسانی ہستیوں پر جتنا ناز کرے بجا ہے یہ زندگیاں تھیں ہیں اور رہینگی - عدیم النظیر بے مثل اور لاجواب اسوقت تک جب تک دُنیا کا کوئی مذہب کوئی قوم کوئی مُلک ان کا ثانی پیش نہ کرے۔

کافر بھی ہو تو یہ منظر دیکھ کر کلمۂ توحید بول اُٹھے اللہ اللہ کیا اسلام تھا سر مبارک سے خون بہ رہا ہے زندگی کی کوئی امید نہیں اور فیصلہ یہ ہے کہ ایک ضرب اسنے ماری ایک ہی تم مارو اس سے زیادہ نہ اس نے چلائی نہ تم چلاؤ۔

کیسا نازک ہوگا وہ وقت کہ جس گھر سے سیّدہ جیسی ماں کا جنازہ نکل کر معصوم بچے بن ماں کے ہوگئے آج اسی گھر میں زخمی باپ کا دم واپسیں ہے بچے سرہانے اور بچیاں دائیں بائیں آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہیں اور چہرے پر ہاتھ مل مل کر اپنے مُنہ پہ پھیرتی ہیں زخم کاری تھا اور وہ زخم تھا جسنے بن ماں کے بچّوں سے باپ کو بھی ہمیشہ کے واسطے جُدا کر دیا ٭

(۹)

ساعت غروب نے آفتاب کی تنومند شعاعیں کمزور کر دیں بھیڑ اور دُنبے گردنیں نیچی کئے چراگاہوں سے واپس آ رہے ہیں میدان ایسا ہے جہاں کوسوں درخت کا پتہ نہیں ہوا کے تیز جھونکوں سے ریت کے تودے بلند بلند ہو ہو کر آسمان کی طرف جا رہے ہیں نماز مغرب کا وقت آپہنچا ہے اور سوا ہوا کے نالہ کے وداع روز روشن پر آنسو گرانیوالی کوئی آنکھ نظر نہیں آتی۔

دمشق اور شام کی فتح کے بعد ہرقل کا بھانجا بلیٹیو وقتاً فوقتاً سیر و شکار کیواسطے اِدھر اُدھر نکل جاتا تھا اسوقت اس کا پڑاؤ اسی میدان میں ہے گو ریت کے تودے اب بھی آفت بپا کر رہے تھے مگر ہوائی آگ بہت کچھ کم ہو چکی تھی اِدھر اُدھر ٹہلتا ٹہلتا پھرتا پھرتا اُس کنوئیں پر پہنچا جہاں کلثوم پھینکی گئی جھانک کر دیکھا ہے تو ایک چھوٹی سی بچّی ریت پر بیٹھی آسمان کی طرف دیکھ رہی ہے اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھو۔

مُسلمان کیسے لمبے لمبے چوڑے چوڑے دعوے اپنی صداقت کے کرتے ہیں دُنیا بھر کی بدرسمیں اور خرابیاں انہوں نے موقوف کیں وہ رحیم ہیں کریم ہیں غرض بھلائیوں کا مجمع ہیں مگر میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ ان کے ممالک کا ہر ذرہ ان کے لحیم شحیم کا کافی ثبوت ہے جھانک کر دیکھو ایک زندہ بچّی اس میں دفن ہے اُترو اور نکالو۔

ایک آدمی فوراً رسّی لیکر اندر اُترا اور کلثوم کو لیکر باہر آیا بچّی کو پھینکے ہوئے تیسرا روز تھا دو برس کی جان بساط ہی کیا تھی باہر آئی تو دم لبوں پر تھا بلیٹیو نے اسی وقت دودھ اور شہد منگوا کر کھلایا اور پلایا تو ذرا آنکھ ٹھہرنے کے قابل ہوئی راتوں رات بلیٹیو کلثوم کو لیکر پھرے پہنچا اور

آٹھ دس روز میں جا کر لڑکی میں اتنی طاقت آئی کہ کوئی بات سمجھ سکے یا جواب دے سکے۔

پلیٹیو اور اس کی بیوی میرینا دو نو اولاد کو ترس رہے تھے اسی سال جب منّت کیوقت اس نے مسیح کے سامنے زانو ٹیک کر دعا کی اور وہیں روتے روتے گرجا میں آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کہ کواری مریم نے اس کی گود میں ایک پلی پلائی لڑکی ڈالدی دونوں میاں بیوی اس خواب سے متعجب تھے کہ یہ پلی پلائی لڑکی کیا معنی رکھتی ہے اسوقت جو پلیٹیو نے لڑکی کی صورت میرینا کو دکھائی تو اس کو اس بشارت کا پورا یقین ہوگیا۔

اس میں شک نہیں کہ کلثوم کے چہرہ پر باوجود ان تکالیف و مصائب کے کچھ ایسی لالت برس رہی تھی کہ وہ خاندان شاہی کی لڑکی معلوم ہوتی تھی اس کو خالد کی محبت چچی کی سنگدلی اچھی طرح یاد تھی اور یہ انتہائے دانائی تھی کہ اس اتنی سی بچی نے باوجود سخت کوشش کے یہ کبھی نہ بتایا تھا کہ کیا ہوا اور کیا گذری پلیٹیو اور میرینا دونو اسکی صورت کے عاشق زار تھے دم بھر کو بھی اگر وہ آنکھ سے اوجھل ہوجاتی تو بےچین ہوجاتے یہ کلثوم کی خوش نصیبی تھی کہ جفا کار چچی کے بدلے ایک ایسی آغوش میسر آئی جسنے ماں کی محبت دل سے بھلادی اور مرنیوالے باپ کی بجائے ایک ایسے شخص نے سر پر ہاتھ رکھا جو حقیقی باپ سے زیادہ عاشق زار نکلا۔

دو ڈھائی برس کی لڑکی اس قابل نہ تھی کہ بات کو سمجھتی یا معاملہ کو پرکھتی مگر باپ کی گود ماں کے پیٹ اور ارد گرد کے حالات نے جو اسلامی خیالات اسوقت تک دماغ میں پیدا کیے تھے اب تثلیث اس کو سختی سے دبا رہی تھی۔

پلیٹیو اور میرینا سب سے زیادہ جس خیال سے خوش تھے وہ یہ تھا کہ انکی لڑکی روز (کلثوم) حسن کے اعتبار سے تمام بصرے کی جان تھی آنکھ۔ ناک۔ کان۔ ہاتھ۔ پاؤں ہر عضو سانچے میں ڈھلا تھا ابتدا میں پلیٹیو نے کوشش کی تھی کہ اسکے ماں باپ اور گھر کا پتہ چل جائے مگر نہ تو بچی ہی کچھ بتا سکی اور نہ کوفہ ہی سے پتہ لگ سکا اس لئے اس کو اس کا بھی کچھ فکر نہ تھا۔

اب کلثوم چھوٹی سی مس روز تھی جس کے سیاہ بال گلاب سے گلے رخساروں پر بکھر کر

ابھی سے ماں اور باپ دونو کا دل لٹو کر لیتے تھے۔

تثلیثی خیالات برابر اسکے دماغ میں اثر کر رہے تھے ماں کے ساتھ وہ اکثر گرجا میں جاتی اور نماز میں شریک ہوتی تھی باپ سے وہ آ کر حضرت مسیح اور بی بی مریم کے متعلق حالات دریافت کرتی اور انجیل کی آئتیں بھی خود یاد کرتی تھی اور گو ترقی عمر کے ساتھ ہی ساتھ اسکے موجودہ خیالات بھی بڑھ اور پک رہے تھے مگر اب تک اسلامی اثر اس کے دماغ سے مطلق زائل نہ ہوا تھا۔

(١٠)

دن کے دس بجے ہونگے کہ خالد روتا پیٹتا جنگل میں آیا اسکے ہاتھ میں پھولوں کا ایک دونہ سا تھا اس کے پیچھے پیچھے اس کی جفاکار بیوی سینہ پر ہاتھ مار مار کر ہائے کلثوم کے نعرے لگا رہی تھی قبرستان میں پہنچ کر مگر اس چھوٹی سی قبر پر جو خود بنائی تھی گر پڑی اور لپٹ کر اتنا روئی کہ قریب قریب بیہوش معلوم ہونے لگی۔

خالد گرتا پڑتا قبر کے قریب پہنچا اس کو بوسہ دیا اور کچھ دیر تک خاموش بیٹھا رہا دفعتہ بیوی ہوش میں آئی مگر ہشیار ہوتے ہی پھر وہی گریہ وزاری کا سلسلہ شروع ہوا قریباً گھنٹہ بھر تک دونو کے دونو اسی طرح قبر پر کرتے رہے اس کے بعد خالد نے کہا آخر یہاں کب تک بیٹھے رہینگے اور اس کا نتیجہ کیا چلو اب چلیں۔

بیوی۔ چلنا تو پڑیگا ہی مگر ہائے کلثوم کہاں خالد جسقدر اپنی طبیعت سنبھالتا تھا اسی قدر بیوی کی جگر خراش یاد سے اس کی طبیعت اور بگڑتی تھی اسنے رو کر جواب دیا۔

میں اس گھڑی کو نہیں پاتا جب روپیہ کا لالچ مجھ کو مرض الموت میں بن ماں باپ کی بچی سے جدا کر رہا تھا کلثوم میرے پاس عاصم کی امانت تھی میرا جانا اسکو ناگوار ہوا اپنی بچی اپنے پاس بلالی عاصم کے احسانات اللہ غنی اسنے چھوٹا بھائی ہو کر ماں باپ کی محبت میرے دل سے بھلادی تمہارے فالج میں بچایا تو خدا ہی نے مگر ایمان سے پوچھو تو عاصم ہی کا دم تھا روپیہ اسکا تخت اسکی ہمارے پاس تو اسوقت اللہ کا نام تھا دیسا منحوس سال عمر بھر میں کبھی نہ آتا ہیں خود

ہمیشہ سوچتا رہا کہ کس طرح اسکے احسانات کا بدلہ ادا کروں اب یہ ایک صورت تھی وہ بھی خدا کو منظور نہ ہوئی چلتی دفعہ دروازہ تک مجھ کو تکتی رہی ہے مجھے کیا خبر تھی کہ یہ کلثوم کی آخری نگاہ ہے اور یہ ننھے ننھے محبت بھرے ہاتھ اب میری گردن میں دوبارہ پڑنے نصیب نہ ہونگے۔

شوہر یہ حقیقت زبان سے ادا کر رہا تھا اور بیوی کی آنکھیں اسکی گفتگو میں برابر کی شریک تھیں مینہ تھا کہ برس رہا تھا بلکہ شوہر کی تو زبان ہی صرف کام کر رہی تھی وہ بیچ بیچ میں وقتاً فوقتاً بیتاب ہوکر قبر سے لپٹ بھی جاتی تھی اور ایک آدھ ٹکر بھی مار لیتی تھی مجبور پھر شوہر نے گھر چلنے کی تحریک کی۔

بیوی۔ ہاں چلنا تو ہے ہی مگر کیا بتاؤں میری کیفیت کیا ہے یہ جی چاہتا ہے کہ اسی قبر میں مَیں بھی گھس جاؤں۔

شوہر۔ صبر کرو صبر۔ اللہ صبر دے۔

بیوی۔ مَیں تو بہتیرا صبر کرلوں مگر ہائے کس کس چیز کو یاد کروں دو برس میں ایسی ایسی باتیں ڈھا گئی کہ جب تک زندہ ہوں بھول نہیں سکتی۔

شوہر۔ جان ہار تھی رہنے والی ہوتی تو کیوں ایسی باتیں کرتی اس وزمیر انگنھا کیسا ڈھونڈکر لائی تھی تم میں اور دو نوڈھونڈتے ڈھونڈتے حیران ہوگئے مگر اس نے پتہ چلا لیا۔

اب بیوی اور بھی زیادہ روئی اور دو ٹکریں اس زور سے قبر پر ماریں کہ شوہر کو پکڑ کر کہنا پڑا بس صبر صبر صبر۔

دونو میاں بیوی اُٹھے دونو نے قبر کو وداعی بوسے دیئے بیوی سے چلا نہ جاتا تھا خالد نے اس کا ہاتھ پکڑا مگر کیفیت یہ تھی کہ دو قدم چلتی تھی اور پھر ٹھہر جاتی تھی۔

چلتے چلتے وہ کنواں بھی رستے میں نظر پڑا اسکی صورت دیکھتے ہی کمبخت بیوی کا دل دھک دھک کرنے لگا ہر چند سنبھلتی تھی مگر نہ سنبھلا جاتا تھا بیچینی بجا تھی اور یہ کوشش کرتی کہ کہیں خالد ادھر نہ پہنچ جائے آگے بڑھی اور گھر پہنچ کر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ راز افشا نہ ہُوا۔

کلثوم کے بعد خالد نے کبھی کبھی اور بیوی نے اکثر بالخصوص جب کوئی اچھی چیز

کھانے کو میسّر ہوئی بچی کو یاد کیا اور روئی۔

(۱۱)

جس وقت نے سرورِ عالم جیسی مبارک ہستی کو دنیا میں ایک لمحہ زیادہ رہنے کی مہلت نہ دی وہ امیر معاویہؓ کے واسطے بھی یقینی تھا یہ اتفاق تھا اور قدرت کہ باوجود وار کاری ہونے کے جراح کا علاج کارگر ہوا اور صحت ہوگئی مگر کب تک آخر ایک روز وہ بھی آیا کہ حضرت علیؓ کی طرح امیر معاویہؓ کو بھی دنیا سے رخصت ہونا پڑا اور ۶۰؁ہجری میں یزید تخت پر بیٹھا۔

ادھر حضرت علیؓ کے آخر وقت میں مسلمانوں نے درخواست کی کہ اپنے بعد بڑے صاحبزادے امام حسنؓ کو خلیفہ مقرر کیجئے مگر کچھ زخم کی شدت کچھ بار خلافت کا وزن آپنے اس درخواست سے کلی اتفاق نہ کیا اور فرمایا یہ کام میرا نہیں تمہارا ہے بعض لوگ اس جواب سے مایوس ہوئے لیکن کثرت رائے یہی ہوئی کہ اس جواب کا منشا امام حسنؓ کی خلافت ہے، چونکہ خود مسلمانوں کی توجہ بھی اسی طرف تھی اسلئے امام حسنؓ خلیفہ مقرر کردیئے گئے مگر انہوں نے قتل و خونریزی سے ڈر کر خلافت امیر معاویہؓ کے سپرد کردی اور یزید کا عہد وہ شباب میں قدم دھرنا تھا کہ طبیعت کے چھپے ہوئے جوہر شراب اور عیاشی رنگ لائے چند ہی روز میں اسکی یہ حالت دور دور مشہور ہوگئی مگر وہ چار کے سوا یہ وہ وقت تھا کہ خود مسلمان بھی دنیا کے بندے رہ گئے تھے یزید کی ہاں میں ہاں ملائی اور جہاں اب تک خدا اور رسولِ خدا کے چرچے رہتے تھے وہاں شراب کے دور چلنے لگے۔

حضرت علیؓ کے معاملات جو کچھ باپ کے ساتھ تھے واقعات کی صورت جو کچھ ظہور میں آئی یزید کی آنکھ کے سامنے تھی اور یہ کانٹا اسکے دل میں مدت سے کھٹک رہا تھا حسد کی آگ باپ کی زندگی ہی میں بھڑکی اور اس غضب کی کہ ایمان کی تمام روشنی جلا کر خاک سیاہ کردی ملک گیری کی ہوس حکومت کی تمنا سونے پر سہاگہ تھی یہ بھی اچھی طرح سمجھتا تھا کہ حسنینؓ رسول اللہ کے کلیجے کے ٹکڑے ہیں ان کے برخلاف مسلمانوں کو آمادہ کرلینا منہ کا نوالہ نہیں اس لئے بہتر یہی ہوگا کہ کسی اور ذریعہ سے امام حسنؓ کا کام تمام کردوں۔

اے پیر زال دُنیا تیری ادا غضب تیرا انداز ستم تو نے ناممکن کو ممکن محال کو سہل اور مشکل کو آسان کر دکھایا تو نے وہ دکھا دیا جو آنکھیں نہ دیکھتیں تو نے وہ سُنا دیا جو کان نہ سُنتے کس کو امید ہو سکتی تھی کون یقین کر سکتا تھا کہ امام حسنؑ کی بیوی شوہر کی جان کے درپے ہو۔

کیسا نازک وقت ہے، جعدہ و امام عالی مقام کی عزیز بیوی روپیہ کے لالچ یزید کے دھوکے اور سلطنت کی امید میں ایسی دیوانی ہوتی ہے کہ ہوش گُم حواس باختہ عقل سلب اور قیاس زائل امام عالی مقام کو زہر دیتی ہے اور پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد فاطمہ کے لال کی انتڑیاں کٹ کٹ کر باہر نکلتی ہیں۔

کیا دل کہتا ہو گا اس بھائی کا جسکے سر سے نانا باپ ماں سب کا سایہ اُٹھ گیا ایک بھائی موجود ہے اور اب جو کچھ تقویت جتنا سہارا اور جسقدر امیدیں تھیں وہ صرف ایک دم سے لیکن آج وہ بھی سنگدل بیوی کے ہاتھوں اس اذیّت کے ساتھ دُنیا سے رخصت ہو رہا ہے کہ کلیجہ کے جتیجے قتلے قے کے ساتھ زمین میں گر رہے ہیں بھائی کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں مگر کچھ نہیں کہتیں جی چاہتا ہے فطرت کا تقاضا ہے انسانیت کا منشا ہے کہ ایسی کٹر بھاوج اور ظالم عورت کو پُوری سزا دوں مگر بھائی حالت موت میں بھی اجازت نہیں دیتا کہ اس کو تکلیف پہنچے۔

زہر اپنا کام پُورا کرتا ہے اور جفاکار جعدہ اس بچّہ کو جس کی سواری خدا کا رسولؐ تھا خاک میں ملا دیتی ہے اور امام حسینؓ تنہا رہ جاتے ہیں۔ جعدہ کامیاب ہو کر یزید کی خدمت میں اس توقع پر حاضر ہوئی کہ نکاح کر کے محل میں داخل کرے گا روپیہ دیگا زیور و خلعت دیگا مالا مال کرے گا مگر دُنیا ان اندھوں کے ساتھ جو سلوک کرتی ہے وہی جعدہ کے ساتھ ہُوا ارمان بھرے دل کے کان میں یزید کے یہ الفاظ پہنچے۔

جعدہ! امام حسنؓ جیسے شوہر سے جس عورت نے یہ سلوک کیا میں اس سے کیا توقع رکھ سکتا ہوں۔

(۱۲)

... آمنہ کی عُمر اب بارہ سال کے قریب ہے اس کے حُسن کی دھاک بصرے بھر میں ...

ایک عالم میں بیٹھی ہوئی ہے دُور دُور سے لوگ محض اسکے دیکھنے کیواسطے بصرے آتے ہیں اور شام کیوقت جب میرینا اپنی لڑکی کو ساتھ لیکر نکلتی ہے تو بیسیوں آدمی صرف اس امید پر کھڑے دکھائی دیتے ہیں کہ ایک دفعہ اس حُسن جہاں سوز کی تجلی سے آنکھیں سینک لیں روز نے جتنی ترقی عمر میں کی اتنی ہی ماں باپ کی محبت اور حُسن کی شہرت میں پلیٹیو اور میرینا دونوں کی اب یہ کیفیت ہے کہ پروانہ وار اس پر نثار ہوتے ہیں اگر کبھی اسکے سر میں درد بھی ہوتا ہے تو دونو مضطرب اور بیقرار ہوجاتے ہیں صبح سے شام تک صرت دیکھ دیکھ کر گذرتی ہے گو تثلیث اس کے ابتدائی خیالات کا قلع قمع کرچکی ہے لیکن اب بھی ایک خاص صدمہ جو دونوں میاں بیوی کے دل پر بیٹھا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ کبھی کبھی ایک آدھ بات اسلام کی حمایت میں روز کی زبان سے نکلجاتی ہے نماز پڑھتی ہے مریم اور مسیح کی پرستش کرتی ہے مگر اسکا دل یہ گوارا نہیں کرتا کہ ماں اور باپ اسلام کی توہین اس کے سامنے کریں اور مسلمانوں کو بُرا کہہ لیں۔

اپنی طرف سے دونو کی متفقہ کوشش بھی اور علیحدہ علیحدہ بھی اس معاملہ میں ناکام ہوچکی اور اگرچہ اسلام کی مخالفت میں زور شور کے وعظ روز کے کانوں تک پہونچے لیکن اس کا عقیدہ بظاہر ابتک متزلزل نہیں ہُوا۔

وہ اکثر تن تنہا باہر نکل جاتی گھنٹوں باہر بیٹھی خاموش کچھ سوچا کرتی میرینا خفا ہوتی پلیٹیو منع کرتا مگر اسکو جب موقع ملتا وہ اکیلی تیر کمان ہاتھ میں لے جنگل میں چلی جاتی کئی دفعہ ایسا ہُوا کہ اپنے خیالات میں ایسی منہمک ہوئی کہ آفتاب غروب ہوگیا تارے نکل آئے رات زیادہ آگئی میرینا خود تلاش میں نکلی پلیٹیو مارا مارا پھرا لیکن اس کی یہ عادت نہ گئی۔

پلیٹیو خود بھی ایک بہادر جوان تھا روز کی ابتدائی طبیعت کا یہ شوق دیکھ کر اسنے بھی یہی مناسب سمجھا کہ اس جوش کا دبانا درست نہیں اور نہ یہ شوق میرے دبائے دب سکتا ہے اسلئے اسنے شہسواری۔ تیراندازی۔ شکار وغیرہ کے فنون اچھی طرح سکھائے اور ڈیڑھ ہی سال میں صورت کے ساتھ شجاعت میں بھی روز نے ایک خاص نام پیدا کرلیا۔

اب اسکی عُمر ۲۴ یا ۲۵ سال کے قریب تھی اور یہ وہ وقت تھا کہ جدھر نکلتی غضب ڈھاتی جس طرف گذرتی بجلی گراتی کھُلے ہوئے سیاہ بال جو عیسائیوں میں کوار پنے کی نشانی ہیں اسکے ہر قدم پر قیامت بپا کرتے تھے رفتار میں بیسیوں دل مُسلتی کچلتی اور نکل جاتی۔

ہنس والی بصرہ نے اپنے زمانہ حیات میں خوبصورت نہریں بصرہ میں جاری کر دی تھیں اور یہ ایسی دلکش دلچسپ اور خوشنما تھیں کہ ان کو دیکھ کر دل میں خواہ مخواہ اُمنگ پیدا ہوتی تھی صبح کے وقت روز اکثر وسطی نہر کے کنارے کنارے کبھی پا پیادہ اور کبھی گھوڑے پر دُور تک نکلجاتی کبھی ایسا ہوتا کہ کچھ شکار کر لیتی ورنہ سیر کرتی کراتی واپس چلی آتی۔

وہ اسی طرح ایک روز کوفہ کی سڑک پر دُور نکل گئی شام کا وقت تھا اور غروب ہونیوالے آفتاب کی ہلکی شعاعیں پانی میں عجیب کیفیت پیدا کر رہی تھیں ہوا نے زُلفِ سیاہ کی وساطت سے چشمِ نرگسی کو لوری دی اور مست آنکھیں بند ہونے لگیں کہ پیچھے سے قدم کی آہٹ نے چونکا دیا دیکھا تو ایک مسافر مسلح چلا آرہا ہے ہوا کے ٹھنڈے جھونکے اور تیز ہوئے اور ہوشیار آنکھوں میں پھر نشہ کی کیفیت طاری ہونے لگی کہ دفعتہً ایک سیاہ ناگ نے پھُنکار مار کر حملہ کیا ہاتھ کا فاصلہ سانپ سے ایک بالشت کا رہا تھا کہ ایک غیبی تلوار نے سانپ کے دو ٹکڑے کر دیئے گھبرا کر اُٹھی تو دیکھا کہ مسافر ہنس رہا ہے اور سانپ تڑپ رہا ہے۔

دونوں نے آپس میں ایک دوسرے کی صورت دیکھی نگاہیں ملیں مگر چند لمحہ تک بالکل سناٹا تھا اس کے بعد مسافر نے کہا۔

آپ اسقدر منہمک ہوئیں کہ ظالم سانپ اسقدر قریب آگیا اور خبر نہ ہوئی۔

روز۔ آپنے بہت بڑا احسان کیا ورنہ میری زندگی تو ختم ہو ئی تھی۔ آپ کدھر جاتے ہیں۔

مسافر ایک نوعمر لڑکا اکیس بائیس سال کا ہوگا احسان کے نام پر مسکرا دیا اور کہا۔

میں کوفہ جا رہا ہوں۔

روز۔ وطن؟

مسافر۔ کوفہ۔

روز۔ اِدھر کہاں سے تشریف آرہی ہے۔

مسافر۔ یہیں بصرہ آیا تھا۔

روز۔ مَیں آپ کے احسان کا کیا معاوضہ کروں کیا یہ ممکن ہے کہ آپ پھر آخری میرے مکان تک تشریف لے چلیں۔

مسافر۔ ممکن تو ہے مگر ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

روز۔ آپ جیسے محسن کا شکریہ کس طرح ادا کروں۔

مسافر۔ آپ جیسی انسانی حُور کا مجھ سے اِس طرح باتیں کرنا زیادہ احسان ہے یہ مقابلہ میرے ایک انسانیت کے فعل کے اِس لئے محسن آپ ہیں نہ کہ مَیں

روز کی ممنون آنکھوں میں اب بجائے شکر کے حیا ٹپکنے لگی انسانی حُور کا نام سُنتے ہی اس کے احسانمند ہونٹوں پر ایک مُسکراہٹ آئی اور اِس نے رُک کر کہا۔

آپ محسن ہوں یا مَیں بہرحال مجھ پر یا آپ پر دونوں میں سے ایک پر تو شکریہ واجب ہے۔

مسافر۔ یقیناً مجھ پر۔

روز۔ تو آپ میرے مکان پر چل کر شکریہ ادا کیجئے۔

مسافر۔ بسر و چشم ... لیکن ....

روز۔ فرمائیے ---- لیکن کیا؟

مسافر۔ کیا کہوں ------

روز۔ کچھ تو کہئے۔

مسافر۔ دو متضاد ضرورتیں دو مختلف فریقین دو متفرق راستے آنکھ کے سامنے ہیں اور حیران ہوں کہ کس ضرورت کو کونسی منزل کو کدھر کے راستے کو ترجیح دوں عقل کہتا ہے کہ ضرورت اور حاجت اِن قدموں پر قربان کر دوں ایمان کہتا ہے کہ جب تک دشمن کا سر

اس جھنڈے پر نہ بلند کروں دُنیا کا ہر عیش اور زندگی کا ہر لُطف حرام ہے۔

روز۔ کچھ تفصیل سے بیان کیجئے یہ تو مجھے معلوم ہوگیا کہ آپ مسلمان ہیں۔

مسافر۔ ہوں بیشک ہوں خدا کا شکر ہے کہ ہوں اس رسول کا ماننے والا جس کی ہستی اسکی رسالت کا اس نبی مقدس کے نام پر قربان ہونے والا جس کی زندگی اس کی نبوّت کا کافی اور پُورا ثبوت اِس خاک عرب سے بہت رسول اور نبی پیر اور پیمبر پیدا ہوئے مگر پیمبر اسلام نے جو شان دکھا دی وہ بےمثل اور لاجواب ہے میں اس کے نام پر میرے ماں باپ اسکے کام پر فدا اور قربان میری جان اور مال میرے عزیز و اقارب نثار ہوں اس کی راہ میں اس سے بہتر مقصد اس سے اچھا نتیجہ زندگی کا اور کیا ہوگا یہ موت اور قربانی نجات ابدی اور حیات سرمدی حاصل اور منشا رسول۔ اسوقت مردکی آنکھ سے شجاعت کا خون ٹپکنے لگا وہ آگے بڑھا اس نے منت کا ہاتھ آگے بڑھایا اور کہا میں آج ہی کے روز اسی وقت اگر زندہ رہا تو اس صورت کی پھر زیارت کروں گا۔

روز نے اپنا ہاتھ سہم کر رُک کر شرما کر بچا کر اس ہاتھ میں دیدیا اور تیوری پر بل ڈال کر کہا آپ کا نام۔

مسافر۔ آپ کا غلام عبید۔

اب دونوں خاموش تھے عبید نے روز کا ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگایا اس کی زبان سے فی امان اللہ نکلا اور وہ آگے بڑھ گیا ؛

(۱۳)

یوں تو ایک کوفہ اور بصرہ کیا تمام دمشق اور شام بلکہ تمام عرب ہی اس کا طلبگار ہے اور میں روز میں وہ آثار پا رہا ہوں کہ وہ شوہر کی زندگی کو گلزار بنادیگی لیکن ان تینوں چار لوگوں میں جو اسوقت پیش نظر ہیں میں یونس کو ہر اعتبار سے ترجیح دیتا ہوں شکل صورت دولت عزت ہر طرح وہ یہ حق رکھتا ہے کہ روز جیسی لڑکی اسکی بیوی ہوگی اشد ضرورت ہے

کہ تم اس معاملہ میں خود اس کے خیالات بھی معلوم کرو۔

میرینا۔ میں نے کئی مرتبہ اس سے اس معاملہ میں گفتگو کی اور بالخصوص اس روز جب وہ شکار میں تونس کے پھول کا اس سرگرمی سے شکریہ ادا کر رہی تھی لیکن مجھے تعجب تھا اور ہے کہ میری رائے میں وہ ابھی شادی پر رضامند نہیں تونس کے نام پر تو اس نے کچھ ایسی ناک بھوں چڑھائی کہ میں کہہ کر بھی پچھتائی۔

پلیٹیو۔ میں اب سخت مصیبت میں ہوں ادھر تو اس کی ماں کئی دفعہ مجھ کو ٹوک چکی ہے اور ادھر وہ خود بھی دبی زبان سے دو تین مرتبہ کہہ چکا ہے روز کی سخت غلطی ہے اگر وہ تونس کو پسند نہیں کرتی تو کیا اس کے واسطے آسمان سے کوئی فرشتہ اترے گا۔

میرینا۔ میں ایک خاص فرق اس کی حالت میں پا رہی ہوں اور گو میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ میری رائے یقینی ہو لیکن مجھے یہ شبہ ضرور ہے کہ اس کے خیالات میں ابتدائے اسلام کی جھلک موجود ہے۔

پلیٹیو۔ تعجب سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کیا سچ سچ اگر ایسا ہے تو اس کمبخت نے تمام سلطنت برباد کی وہ یقیناً قابل سزا ہے آخر تم کو یہ شبہ کیوں ہوا؟

میرینا۔ میں نے اس کو کئی مرتبہ قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا اور ایک دفعہ یہ الفاظ مختنے تونس سے کہہ رہی تھی کہ حضرت مسیح کی مدت درست لیکن پیغمبر اسلام کی صداقت سے انکار صریح غلطی ہے۔

اب پلیٹیو کا تعجب اور بھی بڑھا اس کا چہرہ تمتما اٹھا اور اس نے روز کو اپنے سامنے بلا کر کہا۔

میں نے سنا ہے کہ تیرے خیال ناقص ہو گئے اور تو اسلام جیسے لغو مذہب کی طرفدار ہے تو نہیں جانتی کہ ہماری تمام بربادی ان ہی ظالم لٹیروں کی بدولت ہوئی ہماری حکومت اور عزت سب ان ہی سنگدلوں کی نذر ہوئی اور ہم جو کل تک حاکم تھے ان کے

محکوم ہوگئے اِن سے زیادہ ظالم۔ مکار۔ فریبی اور کون ہو سکتا ہے تُجھ کو خداوند کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ ایک گنہگار خاندان میں جنم لے کر تو ہولی ورجن کی حفاظت میں آئی کہ تُو اب بھی اس لغویت کے گیت گائے۔

روز۔ آپکو جو کچھ معلوم ہُوا وہ صحیح ہے آپنے میری پرورش میں جو محنت اور مصیبت اُٹھائی مَیں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی لیکن اس کے یہ معنی نہیں اور آپ کو اپنے احسانات کے معاوضہ میں یہ توقع نہ رکھنی چاہیئے کہ مَیں اپنے مذہب کو قربان کر دوں مَیں یہ نہیں کہتی کہ آپکا عقیدہ قطعاً غلط ہاں اتنا ضرور کہتی ہوں کہ مجھے اسلام کی صداقت سے انکار نہیں۔

پلیٹیو۔ او مکار لڑکی مجھ کو بھی چرا رہی ہے کہ تجھ جیسی لڑکیاں میرے ناخنوں میں بھری پڑی ہیں جب تجھے اسلام کی صداقت سے انکار نہیں تو ظاہر ہے کہ تُو اسلام کے پیغمبرؐ کو سچا سمجھتی ہے جو ہمارے ہاں یقیناً غلط ہے تو اس مذہب کی حمایت لے رہی ہے جسنے دُنیا میں اپنی خونخواری کا تھلکہ مچا دیا جس نے جور و ظلم سے دوسری حکومتیں برباد کیں مُلک چھینے سلطنتیں تاراج کیں اور جہاں امن و امان کے دَور دورے تھے وہاں خون کی ندیاں بہا دیں جس ناپاک مذہب نے تیرے ساتھ یہ سلوک کیا کہ تیری زندگی ختم کی اور تجھ کو کنوئیں میں پھینک دیا آج تو نمکحرام اس کی حمایت لیتی ہے اور جس پاک مذہب نے تجھ مُردے کو زندہ کیا اور اس ریت سے نکال کر شاہی محلوں میں تیری پرورش کی اسوقت او بیوفا اس کی توہین کرتی ہے۔

روز۔ مجھے آپ کی تربیت اور صحبت سے جو تعلق خداوند مسیح اور بی بی مریم سے پیدا ہُوا وہ مَیں ابھی اظہار کر چکی ہوں دونو ماں بیٹے خدا کے برگزیدہ بندے تھے رہا جور و ستم اگر فتوحات جور و ستم ہیں تو دُنیا میں کوئی مذہب اِس سے پاک نہیں تاریخ آپنے اور میں نے دونو نے دیکھی واقعات میری اور آپ کی دونو کی آنکھوں نے پڑھی اپنے مذہب کی اشاعت گُناہ نہیں یہ بھی کوشش اسلام نے کی اور اس سلسلہ میں آپکی کوئی قسم ناجائز قرار

نہیں دیکھا سکتی میرا کنوئیں میں پھینکنا اسلام کا کام نہیں ہاں ایک مسلمان کا فعل ضرور ہے لیکن کیا کوئی عیسائی دُنیا میں گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا آپکے احسانات کا میں تو کیا میرا رونگٹا رونگٹا معترف ہے میری کیا مجال ہے کہ اس کا شکریہ ادا کرسکوں آپنے ما اور باپ دونوں کی مامتا ختم کردی بھلا میری اتنی طاقت ہے کہ آپ کا مقابلہ کرسکوں اتنا کہہ کر روز روتی ہوئی بلیٹیو کے قدموں پر گر پڑی مگر بلیٹیو کا غصہ اسقدر تیز ہوچکا تھا گو اس نے یہ بھی دیکھ لیا کہ روز کے ساتھ ہی میرینا کی آنکھ میں بھی آنسو آگئے لیکن اس نے نفرت سے بیٹی کا سر ٹھکرادیا اور تھر تھر کانپتا اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔

روز نیچی گردن کئے خاموش تھی اس کی آنکھ سے آنسو بہ رہے تھے بلیٹیو اس کی طرف دیکھ دیکھ کر دانت پیس رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا۔

نمکحرام میں نے تجھ کو بچوں کی طرح پالا کیا اس دن کو کہ تو بغلی گھونسہ بن کر ہمارے جانی دشمن اسلام کی حمایت لے تو واجب القتل ہے۔

میرینا کی کیفیت اسوقت حقیقی ما کی حالت سے کم نہ تھی اور وہ پچتا رہی تھی کہ کیوں اس نے شوہر کے سامنے ایسا تذکرہ کیا روز کی آنکھ کا ہر قطرہ زمین پر نہیں میرینا کے کلیجہ پر تھا وہ سوچ رہی تھی کہ کس طرح میاں کا غصہ فرو کروں کہ بلیٹیو نے کہا۔

اچھا دیکھ میں تجھ کو تین روز کی مُہلت دیتا ہوں اگر اس عرصہ میں تو سیدھے راستہ پر آگئی تو خیر ورنہ یاد رکھ اُس قید میں پہنچاؤں گا جہاں سے عمر بھر رہائی میسّر نہیں ۔

(۱۴)

یزید تخت خلافت پر بیٹھا تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی قلمرو میں تمام حکام اور عمال کے نام احکام جاری کئے کہ رعیت کے ہر فرد سے میری بیعت ہو حکم کے الفاظ یہ تھے۔

"میں یزید ابن معاویہ اپنے باپ کے انتقال کے بعد خلافت کا مستحق ہوں اس لئے

تخت نشین ہوا میری خواہش ہے کہ میری رعیت میرے حکم کی تعمیل میری پیروی اور بیعت قبول کرے۔"

احکام تمام قلمرو میں جاری ہوئے۔

اسلام کی حالت باہمی خانہ جنگیوں سے اب اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ باوجود یزید کی مے نوشی اور زنا کی عام شہرت کے ایک آواز بھی اس کی مخالفت میں نہ اٹھی اس وقت مدینہ کا حاکم ولید بن عقبہ تھا اس نے یزید کا حکم پڑھا اور فوراً عبداللہ بن زبیر اور حضرت امام حسینؑ کو طلب کیا۔

جب یہ دونو شخص پہنچے تو ولید نے نہایت عزت و تعظیم کی اور یزید کا فرمان پڑھ کر سنایا۔

امامؑ نے مضمون سنا اور کہا میں بغیر مسلمانوں کے عام مشورہ کے اس کا جواب نہیں دے سکتا کل جمعہ ہے نماز کے بعد صلاح کر دوں گا اور پھر جیسا فیصلہ ہوگا اس کے مطابق عمل کر دوں گا۔

جس ما کے ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے گٹے پڑ گئے اور تیوری پر بل نہ آیا جس نے متواتر فاقے کئے اور رضائے الٰہی کو ہاتھ سے نہ دیا ان کے کلیجہ کا ٹکڑا کس طرح ممکن تھا کہ ایک فاسق اور فاجر کی بیعت قبول کر لیتا یہ بیعت نہیں حق و ناحق کا دنیا و دین کا صدق باطل کا امتحان تھا امام عالی مقام نے نماز کے بعد آواز بلند فرمایا۔

"مسلمانو! مجھے دنیا کی حکومت اور خلافت سے تعلق نہیں میں جانتا ہوں کہ جن فانی چیزوں نے صدیقؓ اور فاروقؓ جیسے خلفا اور عثمانؓ و علیؓ جیسے بندوں سے وفا نہ کی وہ مجھ سے کیا کرینگی لیکن یہ نہ ہوگا کہ میں دنیا کے لالچ اور حکومت کے خوف سے اسلام کو ہاتھ سے چھوڑ دوں اور رسول اللہ کی پاک روح کو اذیت دوں مجھے یزید کی بیعت سے انکار نہ تھا اگر اس کا قدم دائرہ اسلام کے اندر رہتا مگر مجھ کو علم ہے اور یہ بات مجھ ہی کو نہیں تمام دنیا

کہ یزید کے اعمال شرع اسلام کے موافق نہیں شراب اِس کی گھٹی جو اس کی دل لگی زنا اس کا شیوہ ظلم اس کی عادت اس حالت میں میری بیعت آیندہ نسلوں کیواسطے غیرت کا مقام اور شرم کی جگہ ہوگی خدا محمد رسول اکرم صلعم اسوقت موجود نہ ہوں صدیقؓ جیسی ہستی فاروقؓ جیسا جری عثمانؓ جیسا غنی اور اور علیؓ جیسا شیر دُنیا سے اُٹھ چکا مگر مُسلمانوں ہمارے کانوں میں ارشاد رسولؐ موجود ہے کیا تم کو یہ الفاظ یاد نہیں ہیں کہ جو ظالم فاسق اور بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کو ڈھاتا ہے۔

مَیں یزید کی بیعت کے واسطے تیار نہیں ہوں مجھے لڑائی منظور نہیں جھگڑا پسند نہیں مَیں ایک کونہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کروں گا حکومت اور خلافت یزید کو مُبارک ہو میرا اُس کا واسطہ کیا۔

جُمعہ کی شام وہ شام تھی کہ عامل یزید ولید بن عقبہ نے امام سے جواب مانگا اس تقاضے نے یقین دلادیا کہ مُسلمان یاد رسولؐ دل سے فراموش کر چکے دُنیا ہمارے واسطے کبھی نہ ہوئی نانا جان نے فاقے کئے اور ایک دو نہیں چار چار اور پانچ پانچ اماں جان نے چکیاں پیسیں اور کبھی کبھار نہیں عُمر بھر ابا جان نے ڈول کھینچے اور کسی خاص موقع پر نہیں بار ہا لیکن ان کی دیکھنے والے مُسلمان خواہ کہیں یا نہ لیکن موجود ہیں کہ زبان شکر کے سوا شکایت سے آشنا نہ ہوئی مصیبت کو امرت اور اذیت کو نعمت سمجھا فاقہ فقر تنگی تُرشی ہر حال میں راضی اور ہر کیفیت میں خوش رہے افلاس اور فاقہ عسرت اور مصیبت میراث رسولؐ ہے سر آنکھوں پر لیکن مسلمان اگر یہ چاہیں کہ آل رسولؐ کی دُنیا کے ساتھ دین بھی برباد ہو تو یہ سر ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ راہِ خدا میں قربان اور ارشاد رسولؐ پر تصدق۔

جب سیّد کو یقین کامل ہوگیا کہ یزید کی نگاہ پھر گئی اور مسلمان اس کے ساتھ ہیں تو عزیزوں کو جمع کیا اور کہا۔

مُسلمانوں مدینہ تم کو مبارک یزید نے مجھ سے وطن نہیں مزار رسولؐ اور گھر نہیں ما

باپ کی ہڈیاں جُدا کروا دیں ناامیدی میں امیدوار اور مایوسی میں توقع اس سرزمین پر پیدا ہو جاتی تھی اور ان چاروں کی زیارت ہر کلفت اور مصیبت دل سے دُور کر دیتی تھی کیا کروں مجبور ہوں ارشاد رسولؐ کے خلاف ایک سانس نہیں لے سکتا اور اگر وہ وقت آتا ہے کہ حسینؑ کا یہ فانی جسم ایک قدم بھی ناناجان کے برخلاف اُٹھائے دل کا کوئی قصد زبان کا کوئی لفظ اعضا کا کوئی عمل اگر اس پاک ذات کے احکام سے الگ ہو تو خدا اس سے پہلے موت دیدے اور زندہ نہ رکھے ولید سے کہدینا کہ یزید کو اطلاع دیدے کہ مدینہ تجھ کو نصیب اگر تیری یہ ہی خوشی ہے تو یہ وطن اور گھر سب ارشاد رسولؐ پر قربان۔

یہ صبح کا سہانا وقت تھا نماز کے بعد جب سیدؑ نے یہ تقریر کی ہے اسوقت مسلمانوں کے دل تھرا اُٹھے ان کے کلیجے کانپ گئے اور وہ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔

دیکھنے والی آنکھوں کے سامنے اس تقریر سے سرورِ عالم کی تصویر پھر گئی اور ان کو معلوم ہو گیا کہ جس کے پاک نام نے عراق اور عرب فارس اور شام کی سنگین عمارتیں دم بھر میں چکنا چور کر دیں ان کا لختِ جگر اس بیدردی اور سنگدلی سے اس ذلت اور حقارت کے ساتھ گھر سے نکالا جاتا ہے زبان جس کا کلمہ پڑھتی ہے دل اس کی اذیت روا رکھتا ہے اور ایمان جس کو برحق کہتا ہے نفس اس کے بچے کو خانماں برباد کر رہا ہے۔

ایک مجمع غفیر اُٹھا اور سیدؑ مظلوم کو کلیجہ سے لپٹا کر کہا۔

ہم بے قصور ہیں اور آپ کے ناناجان کی شفاعت کے امیدوار شاہد رہئے کہ بے بس ہیں اور مجبور بے اختیار ہیں اور معذور۔

روزِ محشر سے کم نہ تھی وہ رات جب امام مظلوم نے نانا اور باپ کے مزاروں کو بوسہ الوداعی دیا اور ماں کی قبر سے لپٹ کر مکہ کا راستہ لیا۔

(۱۵)

ایک خوشنما شہر کے کنارے پر جس کی لہریں چاند کی لہروں کو مات کر رہی ہیں ترد نہ

خاموش بیٹھی ہے اس کا چہرہ خاموش ہے مگر آنکھیں تھوڑی دیر کے بعد دُور تک ایک نظر ڈال کر مایُوس پلٹتی ہیں اور ایک اضطراب کی سی کیفیت پیدا ہو کر وہ کھڑی ہو جاتی ہے دو چار قدم چلتی ہے اور پھر کوفہ کی سڑک پر دیکھنے لگتی ہے دیکھتے دیکھتے آنکھیں تھرا گئیں اور وہ قطعاً نا امید ہو کر کنار نہر پر مایُوس ہو بیٹھی۔

ایک گلابی پلاؤس جو آسمانی شہرٹ پر شفق کا منظر دکھا رہا تھا زیب تن تھا اور سُرخ رُخسار جس میں خفیف غصّہ کی جھلک موجود تھی دو آتشہ ہو چکے تھے کہ گھوڑے کی سرٹپ آواز نے اس کو چونکا دیا اس نے اپنی نظر پھیر لی اور سڑک کی طرف پُشت کر کے آہستہ آہستہ ٹہلنے لگی یہاں تک کہ سوار قریب پہنچا نیچے اُترا اور پاس آ کر کہا۔

گنہگار ہوں سزا کا مستوجب قصوروار ہوں نفرت کا مستحق مگر مہ جبین روز مجبوری تھی معذوری تھی کہ آدھ گھنٹہ کے قریب دیر پڑی اور تکلیف انتظار۔

روز نے اِس کا کچھ جواب نہ دیا اور آنکھ اُٹھا کر بھی ادھر نہ دیکھا اسوقت عبید کی حالت اور زیادہ خراب ہوئی وہ آگے بڑھا اسنے قدموں کو ہاتھ لگایا اور کہا۔

روز! گُل اندام روز! گھائل ہوں زخمی ہوں مجروح ہوں دل میں طاقت اور کلیجہ میں شکست نہیں یہ پہلے ہی روز مجھ کو دغا دے گئے اب یہ میری نہیں تمہاری ملکیت ہیں اِن پر ستم نہ کر دا اے روز مر جاؤں گا واجب الرحم ہوں لائق عفو قابل معافی

روز اب بھی خاموش تھی مگر اب اس نے یہ دیکھا کہ وہ جس کو اپنی شجاعت پر پُورا ناز اور اپنی بہادری پر بڑا گھمنڈ تھا اس کی آنکھ میں آنسو ہیں اور بدن کانپ رہا ہے اسوقت البتہ روز تاب نہ لا سکی اور صرف ایک خفیف تبسم نے اتنے بڑے جھگڑے کا فیصلہ کر دیا عبید نے پھر قدم چھوئے اور کہا۔

"روز غلام ہوں"

روز۔ آخر یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں میں اِس کا مطلب نہ سمجھ سکی اور ہاں آپ کو دیر

کہاں ہوئی۔
عبید۔ اے گل اندام میری داستان نہایت پُرلطف اور بیحد پیچیدہ ہے مَیں کوفہ کا رہنے والا مسلمان ہوں لیکن یزید کمبخت نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی ہمارے جگر گوشہ رسولؐ امام حسینؑ کو اذیّت دینی شروع کی ہے مَیں ایک خاص کوشش میں سرگرم ہوں۔
روز۔ یزید کا حال مینے بھی سُنا ہے اور میرے خیال میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس موقع پر امامؑ کے کام آئے مجھے بیحد خوشی ہوئی کہ آپ کا مقصد اسقدر نیک ہے۔
عبید۔ مگر آپ کو یقین کرنا پڑیگا کہ دل کی حالت اس درجہ خراب ہوگئی ہے کہ کوئی قصد پُورا کوئی کوشش کامیاب اور کوئی ارادہ مکمّل نہیں ہو سکتا ایک صورت وہ صورت جسنے بغیر کسی ہتھیار کے مجھ کو گھائل کیا جسنے بلا کسی لڑائی کے مجھ کو نہیں میرے دل کو فتح کیا میری آنکھوں میں سمائی ہوئی ہے اور ایک لمحہ کے واسطے کوئی کام نہیں کرنے دیتی۔
روز نے سُنی کو اَن سُنی کر دیا اور یہ تمام فقرہ اس طرح ٹالا گویا سُنا ہی نہیں۔
کچھ دیر تک دونو ایک دوسرے کی صورت تکتے رہے اور اس کے بعد عبید بولا۔ مجھے اب جانا چاہیئے کچھ لوگ میرے منتظر ہونگے اگر خدا کو منظور ہُوا تو آج کے روز پھر اسوقت حاضر ہونگا۔
روز۔ مجھے امید نہیں کہ اب آپ سے مل سکوں۔
ایک بجلی تھی جسنے عبید کی تمام اُمیدیں خاک سیاہ کر دیں گڑگڑا کر کہنے لگا کیوں کِس قصور میں؟ کِس جُرم میں؟
روز۔ کچھ نہیں مجھے احتمال ہے کہ شاید اب یہاں آنے کی اجازت نہ مل سکے۔
عبید۔ یہ میری تقدیر ہے ہر حال میں یہ بہتر ہوگا کہ یہ خنجر موجود ہے اس سے آپ میرا کام اپنے ہاتھ سے تمام کیجئے کہ مَیں موت کے بعد بھی اپنی موت پر فخر کروں۔

روز نے وہ خنجر اپنے ہاتھ سے عبید کی کمر میں باندھا اور کہا اب زیادہ ٹھہرنے کا وقت نہیں ہے مجھے جانا چاہئیے اور آپ کو بھی فرصت نہیں۔

دونو نے ہاتھ ملائے عبید نے پھر قدم لئے اور خدا حافظ کہکر چلتا ہوا +

(۱۶)

مینے جس معصوم جسم کو حسرتوں اور ارمانوں سے پال پوس کر جوان کیا مینے جس گوشت کے لوتھڑے اور بالشت بھر چیتھڑے کو دُکھ سہہ کر اور زحمت اُٹھا کر اتنا بڑا اور اسقدر ہشیار کیا کیا اِس دن کو اس گھڑی اور اسوقت کو کہ وہ میری آنکھوں کے سامنے میرے گھر میں میرے عزیزوں میں میرے پاک مذہب کی توہین کرے میں باپ سے زیادہ تیرا شفیق ضرور لیکن خوشی سے تیار ہوں کہ تجھ کو خداوند کے نام پر قربان کر دوں اور اُف کروں مینے تجھ کو اسی لئے مُہلت دی تھی کہ تو سمجھدار لڑکی ہے سوچ لے سمجھ لے اور غور کر لے کہ اِن باتوں کا انجام اِن غلطیوں کا نتیجہ اِن لغزشوں کا صلہ کیا ہوگا اور کیا ہو سکتا ہے مجھے علم نہ تھا کہ میں ایک لڑکی نہیں ایک دشمن اپنے ہاتھ سے پال رہا ہوں روز یقین کر کہ ایسی سزا دوں گا کہ عُمر بھر سر پر ہاتھ رکھ کر روئے گی۔

روز۔ آپکی ناخوشی میری تقدیر آپ کا غصّہ میری قسمت میں جس طرح پہلے فرمانبردار تھی آج [illegible]ں اور جس طرح آج ہوں مدۃ العمر رہونگی آپکی سزا سر آنکھوں پر تکلیف جو آپ [illegible]شفیق باپ کے ہاتھ سے پہنچے راحت اور دُکھ وہ دُکھ جسکا پہنچانیوالا پیارا باپ ہو لکھی ہے [illegible] کہہ چکی وہ پتھر کی لکیر ہے ایک قید کیا ہزار قیدیں اور ایک دُکھ کیا لاکھ اذیتیں اِس یقین کو جو دل میں ہے اس عقیدے کو جو دماغ میں ہے متزلزل نہیں کر سکتے میں یقین دلاتی ہوں کہ میری زبان میرا دل میرے ہاتھ میرے پاؤں کبھی بھول کر بھی ایسی بات کہینگے ایسا کام نہ کرینگے جس سے تثلیث کی توہین اور اسلام کی سبقت ہو ہاں میرا دل جو کچھ کہتا ہے وہ جانتی ہوں میرا یقین جو کچھ ہے وہ معلوم ہے لیکن زبان آپکے خلاف

اگر کبھی کچھ کہے تو اس کو کاٹ کر پھینک دیجئے گا۔

پلیٹیو دانت پیستا ہُوا اُٹھا اور کہنے لگا تو ابتک مکّاری اور فریب سے باز نہیں آتی تیرا یقین ہے میری محبت تجھ کو تکلیف نہ پہنچائیگی ورنہ تو کبھی کی راہ راست پر آجاتی اب بہتر صورت یہی ہے کہ مَیں تجھ کو وہ سزا دوں کہ تجھ کو معلوم ہو جائے کہ عیسائی اپنے مذہب کے آگے دُنیا کی ہر محبت ہیچ اور ہر تعلق لغو سمجھتے ہیں۔

اتنا کہکر پلیٹیو اُٹھا اِس نے رُوزا کا ہاتھ زور سے پکڑا اور گھسیٹتا ہُوا لے چلا شہر سے باہر اس کے دادا دہنیس کا بنایا ہُوا بُرج تھا جس کی بلندی آسمان سے باتیں کر رہی تھی یہاں پہنچ کر پلیٹیو نے اِس کا ہاتھ چھوڑا اور کہا۔

یہ وہ جگہ ہے جسنے بڑے بڑے سرکش مسلمانوں کے دماغ درست کر دیئے تجھ جیسے بیسیوں نہیں سینکڑوں سر ٹیک ٹیک کر مر گئے اور یہاں سے رہائی نصیب نہ ہوئی یہ وہ جگہ ہے جہاں اچھے اچھے شیروں کے پتّے دہل گئے یہاں اژدہے اور سانپ ایک دم میں تیری حالت درست کر دینگے جھانک کر دیکھ لے کہ یہ کیا جگہ ہے اور بقیہ عمر کے چند لمحے جو تجھ کو دُنیا میں بسر کرنے ہیں وہ اِس غار میں ختم ہونگے۔

رُوزا اب بھی کچھ نہیں گیا اگر تو راہ راست پر آجائے تو میرے کلیجہ کا ٹکڑا اور آنکھوں کا تارا ہے ورنہ یاد رکھ چیخے گی تڑپے گی چلائے گی پیٹے گی اور کوئی تیری فریاد کو نہ پہنچے گا یہ ایک آخری اطلاع اور ہے سنبھل سوچ سمجھ۔

روزا۔ مَیں جس طرح پہلے فرمانبردار تھی اُسی طرح آج ہوں اور جس طرح آج ہوں اسی طرح مدت العمر رہونگی صداقت ایک جوہر ہے جسکے سامنے دُنیا کا ہر دُکھ سُکھ اور ہر مصیبت راحت ہے اگر یہ قید واقعی تکلیف دہ ہے تو یہاں بھی میرا ایمان مجھے وہ تسکین دیگا جس پر راحت سلطنت بھی قربان ہے یہ موت میرے لئے باعث فخر ہوگی اور یہ اذیت موجب عشر[illegible] کا اندھیرا فضول اژدہوں کی پھنکار لغو سانپوں کا اندیشہ لچر اور تنہائی کا خوف بے[illegible]

میرے ساتھ ایمان کی روشنی اطمینان کی سپر خلوص کے ہتھیار اور صداقت کے مونس ہونگے اور میرا ایمان ہے کہ میں اِن سب پر غالب آؤنگی۔

راستی کے قدم کو دُنیا کی کوئی طاقت ڈگمگا نہیں سکتی خلوص کے سانس کو زندگی کا کوئی طوفان بند نہیں کرسکتا میں نے جو کہدیا وہ اٹل جو کہتی ہوں وہ پہاڑ اور جو کہہ چکی وہ کوہ گراں ہے۔ آپ قید کیجئے شوق سے۔ مار ڈالئے خوشی سے لیکن یہ توقع نہ رکھئے کہ آبائی مذہب چھوڑ کر آپ کا طریقہ اختیار کروں میں وعدہ کرتی ہوں کہ اگر کبھی میری زبان میرے ہاتھ میرے پاؤں میرے قول میرے فعل سے آپ کے کان آپ کی آنکھیں توحید کی حمایت اور تثلیث کی توہین دیکھیں تو کاٹ ڈالئے یہ زبان۔ گھونٹ دیجئے یہ گلا۔ اور توڑ ڈالئے یہ ہاتھ لیکن میرے عقیدہ میں میرے یقین میں دخل نہ دیجئے۔ آپکا کرم آپکا احسان آپ کی عنایت آپ کا نمک میری گردن پر میرے سر پر مجھ پر میری رگ رگ میں میری مجال نہیں ہمت نہیں مُنہ نہیں کہ آپ کا مقابلہ کرسکوں۔

پلیٹیو کا غصہ اور تیز ہُوا اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور کہا۔

خداوند تُو اِس مُرتد لڑکی کو دیکھتا ہے کہ یہ کسی طرح گمراہی سے باہر نہیں آتی اب میں اِس کو تیری راہ پر قربان کرتا ہوں۔

یہ کہتا ہُوا پلیٹیو روز کو ایک تہ خانہ میں لے گیا اور چھوڑ کر باہر آ قفل لگا دل ہی دل میں کچھ باتیں کرتا گھر پہنچا ÷

(۱۷)

اہل مکہ سید کے آنے کی خبر سُن کر باغ باغ ہیں لوگ جوق در جوق قدم بوس ہو رہے ہیں اور ہر شخص اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہے اِدھر عقیدت کی کیفیت یہ ہے اُدھر کوفہ والے یہ سُنتے ہی کہ امام ہمام مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے مضطرب ہو گئے خط پر خط اور قاصد پر قاصد شب و روز ٹوٹ رہے ہیں التجا اور پیام ہے کہ مکہ سے چلکر یہاں تشریف لے آئیے کوفہ

آپکے قدم سر آنکھوں پر رکھے گا اور جگر گوشہ رسولؐ کی جگہ ہمارے دلوں میں ہوگی۔
ان التجاؤں نے اثر کیا اور امام کے دل میں خیال آیا کہ مسلمانوں کی دلشکنی مُسلمان کا شیوہ نہیں کوفہ والے مایُوس ہونگے اور اس مایُوسی کا سبب میں بنوں گا اس خیال نے کچھ ایسی تقویت پکڑی کہ قصد مصمّم ہُوا اور لوگوں سے مشورہ کیا۔
احباب میں اسوقت معمولی آدمی نہیں صحابہ رسول موجود تھے اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے زمانہ کا گرم و سرد دیکھا تھا کوفہ کی آب وہوا اور کوفہ والوں کی طبیعت سے اچھّی طرح واقف تھے عبداللہ ابن عباس جیسے جلیل القدر لوگ زندہ اور سیّد کے ساتھ جانیں لڑائے ہوئے تھے انہوں نے اس خیال کی مخالفت کی اور کہا کوفہ والے اعتبار کے قابل نہیں الکوفی لایوفی اِن خطوں پر اعتبار پیاموں پر یقین التجاؤں پر بھروسہ درست نہیں دُور اندیشی یہ ہے کہ خاموش ہو جائیے اور ٹال دیجئے۔
امام ہمام نے اِس مشورہ پر عمل کیا مگر کوفیوں کا تقاضا بدستور جاری رہا اب صحابہؓ رسولؐ اللہ بھی حیرت میں تھے کہ کیا کریں کوفیوں نے ڈاک بٹھا دی اور کچھ ایسا تقاضا کیا کہ تجویز اس کے سوا ذہن میں نہ آئی کہ پہلے آزمائش کے طور پر کسی اور کو روانہ کیجئے اس کے بعد اپنی روانگی کا مسئلہ طے کیجئے اسوقت بھی کہ اکثر مُسلمان رسولؐ زادے سے طوطے کی طرح دیدے بدل رہے تھے دوستوں میں اور عزیزوں میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو سیّد کے سینہ پر اپنا خون گرا دیں مُسلم بن عقیلؓ اس مہم کے واسطے تیار ہوئے اور کوفہ روانہ ہو گئے۔

چلتے وقت ایک پرچہ اپنے ہاتھ سے امام ہمام نے لکھّا جس کا مضمون یہ تھا۔
عزیزو بھائیو! اسلام علیکم۔ تمہارے کہنے کے بموجب میں آنیکے واسطے تیار ہوں بالفعل اپنے بھائی مُسلم کو بھیجتا ہوں اِن کو حسینؑ سمجھنا میں بھی جلد آتا ہوں۔
مُسلم بن عقیلؓ نے پہنچتے ہی مجمع عام میں سیّد کا پیام دیا کوفیوں نے عقیدت کی

گردنیں جھکائیں بیعت کے واسطے آگے بڑھے اور بجائے امام کے چالیس ہزار کے قریب آدمیوں نے حضرت مُسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اس عقیدتمندی نے حضرت مُسلم کا دل بڑھا دیا اور انہوں نے فوراً امام کو لکھا کہ

یا ابن الرسولؐ الحمدللہ برادرانِ کوفہ اپنے عہد پر قائم اور قول پر مضبوط ہیں وہ ہر طرح آپ کے ہوا خواہ ہیں اور اسلام پر خون گرانے کو تیار چالیس ہزار آدمیوں نے بیعت کر لی اور ہر شخص آپ کی تشریف آوری کا مشتاق ہے ان کے دل آپ کے دیدار کو تڑپ رہے ہیں بسم اللہ کیجئے اور تشریف لے آیئے۔

(۱۸)

دربار یزید گرم ہے گُل اندام لڑکیاں آراستہ و پیراستہ حُسن عرب کے انواع و اقسام کے نمونہ دکھا رہی ہیں شراب کا دَور چل رہا ہے اور چاروں طرف اُمراء دربار ہشاش و بشاش قہقہے لگا رہے ہیں مغیرہ دمشق کی مشہور مغنیہ اپنا سرود ہاتھ میں لئے خاموش بیٹھی تھی کہ یزید نے گردن سے اشارہ کیا مغیرہ نے ساز درست کیا غلام نے جام پیش کئے اور دَور چلا مغیرہ نے یزید کی تعریف میں چند اشعار گائے اور خاموش ہوگئی عمیر بن اسد ندیم خاص نے بادشاہ کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے حسین لونڈیوں نے حُسن کی شعرا نے کرم کی۔ شجاعان میدان نے سپہگری کی تعریفیں شروع کیں۔

دوسرا دَور شروع ہُوا اور غلام کے اشارے سے ایک اور لونڈی نے اپنا ساز چھیڑا دیر تک یہ محفل گرم رہی رقص و سرود و شراب و کباب کے جلسے جمے رہے جب نشہ زور شور کا ہو گیا اور تمام اراکین دربار مزے میں آ گئے تو عمیر اُٹھا یزید کے قدموں کو بوسہ دیا اور کہا۔

خلیفہ کے اقبال سے اسوقت رعیت کو وہ اطمینان اور خوشی نصیب ہے جو عہد اوّل اور دوئم میں بھی نہیں ہوئی یہ محض خدا کی برکت ہے کہ خانہ جنگیاں ختم ہو گئیں،

ہر طرف سے اطاعت کے نعرے کانوں میں آرہے ہیں۔

ایک افسر۔ خوشنودی کی تو یہ کیفیت ہے کہ خلافت یزیدی میں جو محبت مسلمانوں کو خلیفہ سے ہے وہ صدیقی اور فاروقی دونوں میں نہ تھی۔

دوسرا۔ آخر ہماری آنکھوں کے سامنے ہی کا ذکر ہے برسوں نہیں گذرے صدیاں نہیں گذریں دو کو کیا چاروں ہی کو لوگوں میں سے پٹیا اور یہ بات کس کو نصیب ہوئی کہ رعیت پروانہ کی طرح قربان ہے۔

یزید۔ میں چونکہ حق پر ہوں اس لئے خدا میرے ساتھ ہے۔

متفقہ آواز۔ لاریب لاریب۔

عمیر۔ بات اصل یہ ہے کہ چاروں خلفا محض زہد و عبادت کو ذریعہ نجات سمجھتے ضرورت یہ تھی کہ کائنات کے ہر جزو کا مطالعہ کرتے اللہ جمیل و یحب الجمال ان کا دربار حسن سے سدا محروم رہا یہ تو کچھ حضور ہی نے اچھی طرح اسلام کو سمجھا۔

دوسرا امیر۔ حسن ہی پر کیا منحصر ہے شراب کے معاملہ میں بھی خلفا نے زیادتی کی قرآن نے اجتناب کیا ہے حرام قطعی نہیں کیا۔

متفقہ آواز۔ بیشک بیشک۔

عمیر۔ یہ حسینؑ کو دیکھئے کیا سوجھی ہے بیعت سے انکار ہے۔

یزید۔ ابھی میری قوت کا اندازہ نہیں ہوا یہ خیال ہوگا کہ والد بزرگوار کی طرح میں بھی صلح پسند بنوں گا میں وہ ہوں کہ چشم زدن میں ایک حسینؑ کیا تمام اہلبیت کا صفایا کردوں۔

عمیر۔ سنا ہے حسینؑ مدینہ سے مکہ گئے اور اب مکہ سے کوفہ پہنچے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کوفیوں کا ایک کثیر گروہ ان کے ساتھ ہو گیا ہے اور ان کی بیعت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر کی ہے ر وہ خود پہنچ گئے یا صبح شام پہنچنے والے ہیں۔

ید۔ اچھا۔ یہ رنگ ہے۔ بصرے کا عامل کون ہے؟

عمیر۔ عبداللہ ابن زیاد۔

یزید۔ حکم لکھو۔

عمیر۔ حضور۔

یزید۔ ہم نے آج کی تاریخ سے نعمان بن بشیر حاکم کوفہ کو معزول کیا تم بصرہ کا ضروری انتظام کر کے کوفہ پہنچو اور جسقدر جلد ممکن ہو مسلم بن عقیل کو قتل کر کے ان کے تمام ہمراہی معاونین کو تہ تیغ کرو کوفیوں سے ہماری بیعت لو اور جس کو ذرہ بھر بھی تامّل ہو اس کو قتل و غارت تاراج و برباد کر دو نیز جس قدر جلد ممکن ہو امام حسینؑ سے ہماری بیعت لو۔

(۱۹)

عید کی صبح کو جب کوفہ کی مسجد دلہن کی طرح آراستہ تھی مسلمان نماز کے واسطے نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہن اوڑھ رہے تھے اسلامی شہر بہ شہر یونکی صفوتوں پر عید کی حقیقی خوشی برس رہی تھی غریب سے غریب اور فقیر سے فقیر شخص بھی اس خوشی میں شریک تھا اور نماز کی تیاری کر رہا تھا لیکن ایک بوسیدہ گھر میں دو میاں بیوی خاموش بیٹھے اپنی تقدیر کو رو رہے تھے مرد اپنا سر پکڑے اس طرح بیٹھا تھا کہ اس کی آنکھ سے آنسو جاری تھے اور عورت رخسار پر ہاتھ رکھے گم سم کہ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کس خیال میں اس درجہ منہمک ہے دفعتہً مرد نے ایک چیخ ماری اور رو کر کہا

”ہائے پیاری کلثوم بارہ تیرہ سال ہو گئے مگر تیری یاد دل سے نہیں جاتی“

اتنا کہکر مرد نے زور سے سینہ پر ہاتھ مارے اور اس شدت سے رونا شروع کیا کہ آواز ہر محلے پہنچی عورت ہر چند تسکین دیتی تھی سمجھاتی تھی مگر مرد کا اضطراب کسی طرح کم نہ ہوتا تھا کہ دروازہ پر ایک عورت کی یہ آواز آئی۔

”بی بی! میں اندر آ جاؤں“۔

گھر والی۔ آؤ کون ہو کہاں سے آئی ہو کس کو پوچھتی ہو۔

عورت۔ خالد شیخ کا مکان یہ ہی ہے۔
گھروالی۔ ہاں۔
عورت۔ آپ اُن کی بیوی ہیں۔
گھروالی۔ ہاں فرمایئے۔
عورت۔ مَیں درخواست کرنے حاضر آئی ہوں۔
خالد۔ ارشاد۔
عورت۔ آج بارہ تیرہ سال کا عرصہ ہُوا امیر معاویہؓ کے زہر کی سازش میں ایک شخص کو سزائے قتل دی گئی اس کے پاس ایک شیر خوار بچّی تھی جو مجھ کو پتہ چلا ہے کہ آپ کے ہاں پرورش پارہی ہے میرے پاس ایک لڑکی کے کچھ الفاظ اِس کی ماں کی وصیت ہیں مجھے شُبہ ہے کہ وہ یہی لڑکی ہے اگر آپ اجازت دیں تو مَیں دُور سے اس کی صُورت دیکھ لوں۔
خالد۔ ہائے خاتون کیا جواب دوں اسی کو بیٹھا رو رہا ہوں اس کو ہم سے جُدا ہوئے مدتیں ہوئیں اس کی ہڈیاں تک گل کر خاک ہوئیں وہ نہیں ہے مگر اس کی یادگار یہ میری اندھی آنکھیں موجود ہیں۔
اِسقدر جواب دینے کے بعد خالد کی ہچکی بندھ گئی اور وہ روتا ہُوا خاتون کی طرف یہ کہتا بڑھا۔
"محترم خاتون اس بچّی کی یاد نے مجھ کو اندھا اور دیوانہ کر دیا"
خالد کا گھر افلاس اور مصیبت کا مکمل نمونہ تھا بینائی نے سالانہ آمدنی ختم کر دی اور اب دونو میاں بیوی بمشکل تمام پیٹ بھر سکتے تھے آنیوالی عورت کو ان کی حالت پر رحم آیا اور کہا آپ کے بسر اوقات کی کیا حالت اور گذارہ کی کیا صورت ہے۔
خالد۔ کچھ نہیں اور کوئی نہیں بدتر اور بدترین آنکھیں روشن تھیں تو دو اونٹ چلا لیتا

تھا اب بھیک بھی نصیب نہیں کلثوم اپنے ساتھ سب کچھ لے گئی۔
عورت۔ آپ وطن کی مفارقت گوارا کر سکتے ہیں؟
خالد۔ نہایت خوشی سے۔
عورت۔ آپ میرے ہمراہ دمشق چلئے دونوں میاں بیوی کا پیٹ خدا بھر دے گا۔

(۲۰)

مجھے اس اندھیری رات کا مطلق خوف نہیں روز محشر اس سے زیادہ خطرناک ہوگا مجھے اس تاریک برج اور عمیق غار کا ذرہ بھر اندیشہ نہیں قبر اس سے بہت زیادہ اندھیری اور گہری ہوگی یہ سانپ اور بچھو میرے واسطے کچھ نہیں یہ جسد خاکی بالآخر ان ہی کی خوراک ہے کل نہ سہی آج سہی مگر ہاں میرا دل گھبرا رہا ہے میرے ہوش زائل ہیں میرے حواس باختہ ہیں ایک صرف اس ایک خیال سے کیا کہتا ہوگا کیا سمجھتا ہوگا کیا خیال کیا ہوگا۔۔۔۔ بیوفا ہے نہیں اے دغاباز ہے دھوکا دیا جھوٹی ہے فریب کیا۔۔۔۔ نہیں نہیں عبید نہیں۔

آفتاب کی چمک یہاں نہیں آتی جدھر جاتی ہوں اندھیرا گھپ لیکن کیا ایک دن اور کس کے دو دن میں عمر یہاں بسر کر دوں اور تیوڑی پر بل نہ آئے مگر افسوس۔۔۔ عبید آیا ہوگا راہ دیکھی ہوگی انتظار کیا ہوگا۔

اسی طرح باتیں کرتی ہوئی روز ادھر ادھر ٹہل رہی تھی کہ بلیٹیو کی آواز اس کے کان میں آئی یہ دونوں وقت کا کھانا اور پانی آجتک آیا لیکن کل سے صرف ایک وقت کا آئیگا اتنا نہیں کہ تیرا پیٹ بھر سکے بلکہ اتنا کہ تو زندہ رہ سکے یہ اذیتیں اسوقت تک کم یا ختم نہیں ہو سکتیں جبتک تو اپنے افعال پر نادم اعمال پر شرمسار اور گناہ پر توبہ نہ کرے۔

روز۔ جو کھانا ابتک آیا اس میں سے بھی صرف اتنا ہی صرف ہوا جو زندہ رکھ سکے زیادہ کی ضرورت مجھے خود نہیں اذیتیں ترقی کریں تکالیف بڑھ جائیں مصائب زیادہ ہوں مگر

جب تک اِس جسم میں یہ روح موجود ہے مذہب اسلام رہیگا آپ کی فرمانبرداری میرا فرض ہر طرح کنیز ہوں لیکن اِن توقعات کو ختم کیجئے اور پریشان نہ ہوجئے۔

پلیٹیو۔ افسوس مُحسن کش بیوفا مُسلمان ہستی جس عورت نے تجھ کو اپنی اولاد کی طرح پالا پوسا وہ تیرے واسطے تڑپے اور تجھے اسکی پروانہ ہو اور اس طرح اپنی ضد پر قائم رہے۔

روز۔ میں ان کی آپ سے زیادہ حکم بردار انہوں نے اس جسم کی پرورش کی وہ اگر اس کھال کی جُوتیاں بنائیں تو انکار نہیں مگر۔ - - - - - - - -

پلیٹیو۔ یہ میرا آخری پھیرا تھا اس کے بعد تو میری آواز نہ سُنے گی اگر تو اس لئے کہ مسلمان ہے اُن تمام حقوق کو جو میرے تیری ذات پر ہیں پامال کرتی ہے تو اس دُنیا کی طرح عاقبت میں بھی ذلیل و رُسوا ہوگی۔

روز۔ اسلئے کہ مُسلمان ہوں مجھے ان تمام حقوق کا اعتراف ہے جو پرورش نے آپ کے مقرر کئے لیکن پھر یہی عرض کرتی ہوں کہ ان حقوق کا عقیدہ سے واسطہ نہیں۔

پلیٹیو اس کے بعد خاموش تھا وہ کچھ دیر ٹھہرا نہ معلوم کیا سوچا اور اس کے بعد صرف اس کے واپس جانے کی آہٹ معلوم ہوئی اب بالکل سناٹا تھا اور یہ خموشی اسوقت تک طاری رہی جب تک غار میں یہ آواز گونجی "پیاری روز! مسیح کا واسطہ رحم کر" یہ میرینا کی آواز تھی جس میں رقت شامل تھی اس نے ایک دفعہ کہنے کے بعد پھر عاجزی سے کہا "اے روز رحم کر"

روز۔ ایک اپنی ادنیٰ لونڈی کو ان الفاظ سے نادم اور گنہگار نہ کیجئے اور ایسی بات نہ فرمائیے جو اس کے اختیار سے باہر اور قبضہ سے دُور ہو میری بزرگ مالونڈیونکی لونڈی اور کنیزوں کی کنیز ہوں رحم آپ کیجئے کرم آپ حکم دیجئے قابل تعمیل توقع کریئے جائز۔

میرینا دھاروں رو رہی تھی پلیٹیو خاموش اس کی پُشت پر کھڑا تھا پالے کی آگ پیٹ سے کم نہیں ہوتی چاہتی تھی کہ آگے بڑھے اور روز کو سینہ سے لگائے کہ پلیٹیو نے

اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔

"بس حجت ختم ہوئی اب یہ بریلیو میں جائیگی"

بریلیو وہ وحشیانہ رسم تھی جس کے خیال سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں مُرتد عیسائی جب کسی طرح راہ راست پر نہ آتے تھے تو ان کو کڑکڑاتے تیل کے کڑھاؤ میں ڈالدیا جاتا تھا اور تماشائی تالیاں بجا بجا کر اس پر کامیابی کا اظہار کرتے تھے بریلیو کا نام سُنتے ہی میرینا پریشان ہوگئی دونو میاں بیوی باہر آئے اور بیوی نے میاں سے کہا۔

ذرا صبر سے کام لو بچہ ہے ضد آگئی بریلیو کا نام مُنہ سے نہ نکالو۔

پلیٹیو۔ خبردار ایسی کمزور بات زبان سے نہ نکالو میں روز کا تم سے زیادہ عاشق ہوں لیکن خداوند کی راہ میں اس کی قربانی میری نجات کا ذریعہ ہوگی۔

میرینا۔ بچہ ہے نا سمجھ ہے نادان ہے تم بھی صبر سے ضبط سے تحمّل سے ذرا کام لو

پلیٹیو۔ نہیں ہرگز نہیں قطعاً نہیں۔

میرینا۔ اجازت دو کہ میں اس سے تنہائی میں باتیں کرلوں۔

پلیٹیو۔ لاحاصل بیفائدہ بے سود۔

پلیٹیو نے اب گھر پہنچ کر لباس تبدیل کیا ایک سیاہ عبا پہنی اور میرینا کو لیکر گرجا میں پہنچا بیوی کا ہاتھ پکڑے وہ دُرجن مریم کے سامنے دو زانو بیٹھا اور کہنے لگا۔

"روز کو جو مجھے اپنے بچوں سے زیادہ عزیز ہے میں تیری راہ میں قربان کرتا ہوں یہ ناچیز نذر قبول کر"

ایک بڈھا راہب ایک پردہ اُٹھا کر باہر آیا پلیٹیو کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کل اتوار کا مبارک دن ہے دوپہر کو بریلیو کردے۔

شام سے پہلے یہ خبر تمام عیسائیوں میں مشہور ہوگئی کہ کل پلیٹیو کی بے پالک لڑکی بریلیو ہے راہب غار میں آیا اور روز سے کہا۔

تُو خداوند کے راستے سے باغی ہوئی اور گمراہ ہوکر ذلیل مُسلمانوں کا عقیدہ اختیار کیا اگراب بھی تُو توبہ کرے۔ تو یسُوع مسیح تیرے گناہ معاف کرے گا ورنہ کل دن ۱ بجے بریلیو پر تیری قربانی ہوگی۔

روز۔ تثلیث کی تلقین پر اب تک کی خاموشی صرف والدین کا ادب تھا گو بے پالک کے حقوق اسلام مقدّس کے بموجب کچھ نہیں لیکن جن بزرگوں نے بچوں کی طرح پالا وہ والدین کے برابر شرع اسلام کے موافق حق رکھتے ہیں خموشی ان کا لحاظ تھا لیکن اس وقت ایک غیر آواز کان میں آئی ہے جس کا جواب یہ ہے۔

مَیں عیسائی کبھی نہ تھی کہ تثلیث سے برگشتہ ہوتی مجھے یاد نہیں معلوم نہیں خبر نہیں کہ میرے والدین کا مذہب کیا تھا میں نے جس چچا اور چچی کی آغوش میں آنکھ کھولی وہ دونو مُسلمان تھے تقدیر مجھ کو کوفہ کے ایک بوسیدہ مکان سے بصرہ کے قصر شاہی تک لے آئی لیکن میرا مذہب جو وہاں تھا وہ یہاں رہا جو جب تھا وہ اب ہے بریلیو ایک نہیں ہزار ہوں موت اختیار نہیں لاکھ بار آئے مگر زبان توحید میں آمیزش کرکے مشترک نہ ہوگی مسیح علیہ السّلام اور مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برتری قبول منظور درست بجا مگر وہیں تک جہانتک اسکی کتاب مقدّس کتاب اللہ قرآن مجید نے خبر دی۔ جاؤ اور کرو جو کرسکتے ہو۔

راہب باہر آیا میرینا اس کے الفاظ کی بیتابی سے منتظر اس کا مُنہ تک رہی تھی کہ اس نے کہا۔

"گمراہ ہے اور بریلیو تم کو نجات ابدی دیگا"

اب راہب نے میرینا کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

خداوند تجھ کو صبر دیگا۔

(۲۱)

یزید ایک طلائی مسہری پر خاموش لیٹا ہے تھوڑی دیر بعد غلام شراب کا

جام پیش کر رہا ہے ایک خوبصورت کنیز پائنتی بیٹھی پاؤں دبا رہی ہے کچھ دیر بعد غلام سے کہا "ہُوں" فوراً بارہ حسین عورتیں زرنگار پوشاکوں میں غرق سامنے آئیں اور مجرا شروع کیا اُٹھ بیٹھا متواتر دو جام اور پیئے اور ایک ایرانی موتیوں کی مالا رقاصہ کو انعام دے کر اس کو ٹھہرالیا اور باقی رخصت ہوئیں۔

کنیز نے زمین بوس ہو کر شکریہ ادا کیا۔

یزید۔ اس سے پہلے تجھ کو قصر شاہی میں حاضر ہونے کا اتفاق شاید نہیں ہُوا میں نے آج پہلی مرتبہ تجھ کو دیکھا ہے۔

رقاصہ۔ مَیں حضور کا نام سُن کر خراسان سے حاضر ہوئی ہوں۔

اِدھر رقاصہ کا فقرہ ختم ہُوا اُدھر عمیر نے حاضر ہو کر پہلے زمین چومی اور اس کے بعد عرض کیا۔

حصین ابن عمیر نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی لڑکی سعدہ کو ایک ہفتہ بعد قصر شاہی میں داخل کر دے گا لیکن اب وہ انکار کرتا ہے اور سُنا ہے کہ آج رات کو وہ کہیں اور کوچ کرنے والا ہے۔

یزید۔ یہ واقعہ ہے کہ سعدہ سے زیادہ حسین لڑکی اسوقت مُلک بھر میں نہیں حصین کے لئے فخر تھا کہ اس کی لڑکی میری کنیز ہوتی وہ وعدہ خلافی کرتا ہے گرفتار کرو اور قتل کر کے سعدہ کو محل میں داخل کرو۔

اِطلاع ہوئی کہ عبداللہ ابن زیاد کا قاصد حاضر ہے حکم ہُوا کہ حاضر کرو قاصد سامنے آیا قدموں پر سر رکھا اور عرض کیا۔

حسینؓ ابن علی کا انکار بیعت روز بروز ترقی کر رہا ہے کوفیوں کی جماعت کثیر ساتھ ہے اور باوجود سخت کوشش کے یہ لوگ حسینؓ کا ساتھ نہیں چھوڑتے مسلم بن عقیل کی فتنہ پردازی سونے پر سہاگہ کا کام کر رہی ہے اور حالات نے ایسی صورت اختیار کی ہے کہ

معاملہ بہ لحظہ پیچیدہ ہو رہا ہے ابھی تک خود حسینؑ یہاں نہیں آئے لیکن کوفی ان کے آنے کے بیحد مشتاق اور متقاضی ہیں اندیشہ ہے کہ ان کے یہاں پہنچنے پر بات اور بھی بڑھ جائے اور کوفی زیادہ شورش برپا کریں قاصد کے عرض کرتے ہی یزید کے تیور بگڑ گئے وہ اُٹھ بیٹھا تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا اور کہا جب تک یہ تلوار میرے ہاتھ میں ہے کس کی مجال ہے کہ میرے سامنے اُف کر سکے کوفی ہستی کیا رکھتے ہیں میرے برخلاف دم مار سکیں اگر وہ سیدھی طرح راہ راست پر نہیں آتے تو میں پہلے ہی حکم بھیج چکا ہوں کہ مسلم کو فوراً قتل کر دو اب کیا انتظار ہے۔

اگر اس کے بعد بھی میں نے اطمینان کی خبر نہ سُنی اور حسینؑ کا زور بدستور رہا تو عبداللہ کی معزولی یقینی ہے اس کو اطلاع دیدو کہ جس قدر جلد ممکن ہو حسینؑ اور حامیان حسینؑ کا قلع قمع کر دے۔

یہ کانٹا جسقدر جلد ممکن ہو نکلنا چاہئے عزیز رسولؐ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اسلام میں رخنہ اندازی کریں اور مسلمان خاموش رہیں عبداللہ کو اگر تامل ہو تو میں دوسرا عامل روانہ کر دوں لیکن عبداللہ معزول ہونے کے بعد یہ توقع نہ رکھے کہ دوبارہ بحال کر دیا جائیگا اس کا حشر بھی وہی ہو گا جو شبیر کا ہُوا ۔۔

(۲۲)

بریلیو کی خبر عیسائی دُنیا میں دُور دُور مشہور ہو گئی احاطہ گرجا میں رات ہی سے تیاریاں ہونی شروع ہو گئی تھیں اس کی شرکت اور اعانت ایک قسم کا ثواب سمجھی جاتی تھی اس لئے خلقت کا ہجوم کچھ کم نہ تھا اور اس خیال سے کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو اور آئندہ کوئی عیسائی مُرتد نہ ہو اس کا دیکھنا قریب قریب فرض سمجھا جاتا تھا خونی گھنٹے نے علی الصباح قربانی کا اعلان کیا اور آنا فانا گرجا کا احاطہ آدمیوں سے کھچا کھچ بھر گیا۔

بصرہ کا چپہ چپہ مسلمانوں کی شجاعت کے گیت گا رہا تھا اور اس سرزمین کا ہر ذرہ

نثار رہا تھا کہ انہوں نے اپنے مقدّس مذہب کی اشاعت میں کسی دوسرے مذہب کی رتی بھر توہین روا نہ سمجھی خالد بن ولیدؓ کا پہلا لشکر جس وقت بصرہ فتح کرتا ہُوا شہر کے اندر داخل ہُوا ہے کلمۂ توحید کی صدا آسمان تک گونج رہی تھی لیکن فتحیاب لشکر نے اپنے سردار کا یہ اعلان عام طور سے سُنا دیا تھا کہ ہم کو کسی کے مذہبی معاملات سے مطلق سروکار نہیں لا اکراہ فی الدین" ہمارا صریح فیصلہ اور کھُلا ہُوا حکم ہے مفتوح ہونے کے بعد بھی عیسائیوں نے اپنی طرف سے مذہب کی آڑ میں اسلام کی تضحیک میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور اپنی طرف سے مذہب کی اشاعت میں زور شور سے سرگرم رہے صدّیقیؓ اور فاروقیؓ اور انکے بعد بھی دونوں خلافتیں کبھی کسی مذہبی معاملہ میں دست انداز نہ ہوئیں اور گو اسوقت عیسائیوں کی طاقت قطعاً سلب ہو چکی تھی مگر وہ مسلمانوں کی طرح مذہبی معاملات میں قطعی آزاد تھے کرتے تھے جو چاہتے تھے اور کر ڈالتے تھے جو جی میں آتا تھا۔

گرجا کے احاطہ میں ہر شخص شاداں و فرحاں اِدھر اُدھر ٹہلتا پھر رہا تھا اور اس خیال سے کہ آج دشمن کیفر کردار کو پہنچا اور اپنے اعمال کی سزا پاتا ہے نہال نہال تھا ٹھیک آٹھ بجے روزِ چار عیسائی راہبوں کے پہرہ میں گرفتار احاطہ میں داخل ہوئی اور بڑے راہب نے بیچ میں کھڑے ہو کر اس سے کہا۔

تثلیث میں چونکہ آخر لمحہ تک گناہ کی معافی کا حکم ہے اِس لئے میں اسوقت پھر تجھ سے کہتا ہوں کہ اگر اسوقت بھی تو اپنے اعمال پر نادم ہو کر خداوند کے حضور میں توبہ کرے تو تیری غلطی معاف ہو جائے گی۔

روزِ موت اس زندگی سے جو مُہلت کے بعد میسّر ہو اچھی اسلام اس تثلیث سے جس میں سچی موت نصیب ہو بہت اچھا بر ملیو دُنیا کی سختی مٹا کر مغفرت کا دروازہ کھولے گی زندگی کے بعد یہ موت خدا سب کو نصیب کرے توحید جس کا ڈنکا نصف صدی میں روئے زمین پر بج گیا برحق کلمہ تو دم واپسیں زبان پر جاری ہوگا بحث کی ضرورت اور تلقین کی حاجت

نہیں فرشتوں کی رحمت اور خدا کی برکت کر رہی ہے بسم اللہ کرو اور رہائی دو۔

راہب نے روز کو کڑھاؤ کے پاس کھڑا کیا انجیل مقدس کی چند آئیتیں پڑھیں اور رومال کا اشارہ کیا۔

چار موٹے تازے چنگیرے گروہ سے باہر نکلے دو نے ہاتھ اور دو نے پاؤں پکڑے اور اُٹھا کر کڑھاؤ کی طرف چلے ڈالنے والے تھے کہ تماشائیوں میں سے ایک شخص تیغ برہنہ ہاتھ میں لئے برآمد ہوا اور بڑے راہب کے سر پر رکھدی۔

راہب۔ کون ؟

شخص۔ مسلمان۔

راہب۔ مقصد۔

شخص۔ مظلوم کی حمایت ظالم کا علاج۔

راہب۔ ہم اپنے احکام مذہب کی تعمیل کرتے ہیں تم سے کچھ واسطہ نہیں تمہارے فاتح نامور خالد بن الولید کا معاہدہ موجود ہے کہ مسلمان مذہبی معاملات میں کبھی دخل نہ دینگے اور اسی معاہدہ کی تکمیل وہ چیز ہے جس نے مسلمانوں کو دُنیائے تاریخ میں اسوقت تک چمکائے رکھا اور ہر فاتح قوم سے ممتاز کیا لیکن آج تم وہ امتیاز مٹاتے ہو اور اس معاہدہ کو باطل کرتے ہو جو فاتح بصرہ ابو خالد بن الولید نے عیسائیوں سے کیا۔

شخص۔ خالد بن الولید ہوں یا ایک معمولی سپاہی ہو بساط معاہدہ ہو یا دُنیائے حیات اسلام میں سب یکساں ہیں معاہدہ سپہ سالار اسلامیہ خالد بن ولید کا ہوتا یا ایک ادنیٰ ازادنیٰ کا ہر مسلمان پر اس کی تعمیل فرض ہے لیکن اس بربلیو کا معاہدہ سے تعلق نہیں یہ نہ ہوگا کہ معاہدہ کی آڑ میں نفسانیت کا شکار کھیلو یہ لڑکی عیسائی کبھی نہ تھی مسلمان باپ کی پُشت اور مسلمان ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئی یہ اتفاق تھا کہ چند روز کے واسطے تمہاری پرورش میں آئی اب تم اس کو عیسائی بناتے ہو یہ انسانیت کا تقاضا اور انصاف کا شیوہ نہیں۔

حکومت کی طاقت بھی ایک عجیب چیز ہوتی ہے سینکڑوں مسلح عیسائیوں کے سامنے ایک مُسلمان شیر کی طرح دہاڑ رہا تھا اور سب بھیگی بلی بنے کھڑے تھے راہب نے کہا۔

اِسوقت بریلیو کا نہ ہونا ہماری سخت توہین اور بربادی کا باعث ہوگا اِسوقت ہم اِس کو نذر چڑھا دیتے ہیں اگر بعد میں ہماری غلطی ثابت ہوئی تو اس کے ورثا کو تاوان دیدینگے۔

شخص۔ اِس کا اگر بال بھی بینگا ہُوا تو تم سب کو فنا کردوں گا یہ تلوار وہی ہے جسنے تم سے چھین کر بصرے کا تاج خلافت ہمارے سر پر رکھا جب تک ہم میں صداقت موجود ہے ہم میں سے ہر ہاتھ وہی یداللہ یعنی خدا کا ہاتھ ہے جو خالد بن الولید کا تھا۔

راہب۔ تو کیا ہم اِس لڑکی کو آپ کے حوالہ کردیں۔

شخص۔ نہیں ہرگز نہیں تم نے پرورش کیا تمہارا حق مقدم ہے اگر تمہاری تلقین سے یہ عیسائی ہوسکے تو ہم کو عُذر نہیں ہم صرف تمہارے ناجائز فائدہ پر معترض ہیں۔

راہب۔ آپ کا نام۔

شخص۔ عبید۔

راہب۔ کچھ اور پتہ دیجئے۔

شخص۔ امام حسین علیہ السّلام کا ادنیٰ خادم۔

بریلیو کی رسم موقوف کردی گئی اور ریلیٹیو نے رُوز کو لیجا کر اس بُرج میں قید کردیا۔

(۲۳)

مُسلمان ہے جری ہے صادق ہے محبُوب ہے۔۔۔ کیا کہہ رہی ہوں مگر کون سُنتا ہے سایہ تک نہیں محبُوب بیشک محبُوب محسن یقیناً محسن مگر میری رائے میں موت اس زندگی سے اچھی تھی کیسا اندھیرا گھُپ ہے رات کا پتہ چلتا ہے نہ دن کا صبح کا نہ شام کا یہ کمبخت سانپ بچھو بھی تو برامدنے سے نکل جاتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے گھبرا گئی روشنی کو ترس گئی بات کو

پھڑک گئی آج آٹھ دن روز اور ہو گئے ارمان یہ ہے کہ ایک دفعہ اُس کی صورت اور دیکھ لوں اور پھر بچھو کاٹے سانپ ڈسے کچھ ہی ہو لیکن رخصت ہوں۔

رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی صحرائی جانوروں نے شور مچا رکھا تھا جنکی آوازیں بُرج میں سے گونج کر روز کے کان میں آ رہی تھیں اور صرف یہ ہی ایک نشان تھا جو غروب وطلوع آفتاب کا بدنصیب قیدی کو پتہ دیتا تھا وہ اسوقت ٹہل رہی تھی اِدھر جاتی اُدھر جاتی تھی اور پھر دفعتہً چیختی تھی۔

"ہاں ہاں ایک دفعہ صورت اور دکھا دے"

ہوا گھٹ گھٹ کر اس کے پاس پہنچ رہی تھی دم رُکتا تھا قصد کرتی تھی کہ اوپر چڑھ جاؤں مگر راستہ نہ ملتا تھا دروازہ تک آئی قفل لگا ہوا تھا پھر لوٹی اُٹھی بیٹھی کھڑی ہوئی نگاہ اوپر تھی کہ دفعتہً شمع کی روشنی نمودار ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ایک ہاتھ جس میں کمند تھی متحیر تھی کہ کیا ہے اور متعجب کہ کیوں ہے کہ کمند میں ایک شخص لٹکا ہوا دکھائی دیا جو شمع ہاتھ میں لئے آہستہ آہستہ اُتر رہا تھا ڈری دل کڑا کیا آگے بڑھی اور پوچھا کون اور کیوں اب شمع زمین پر اور شخص سامنے تھا۔

روز۔ کون ؟

آواز۔ وہی عبید اس صورت کا غلام۔

روز۔ اس مصیبت میں پھنسنے کی اور اس بلا میں گرنے کی ضرورت کیا تھی اگر خدانخواستہ ہاتھ پھسل جاتا رسی ٹوٹ جاتی تو پتہ بھی نہ لگتا میں مصیبت میں ہوں میری تقدیر مگر تم کو جان بوجھ کر دیکھ بھال کر آفت میں پڑنا کس خدا نے بتایا ہے۔ عبید چاہتا تھا کہ آگے بڑھ کر گردن میں ہاتھ ڈالدے مگر روز پیچھے ہٹی اور ہاتھ بڑھا دیا مصافحہ ہوا اور عبید نے الم سنگدل جفاکار اور مکار عیسائیوں نے وہ ظلم کیا وہ ستم توڑا وہ آفت ڈھائی کہ اگر اس ایک [illegible]ت کے بدلے ہزار عیسائی فنا کر دوں تو ٹھیک ہے یہ چاند سا مکھڑا جس کو صانع

قُدرت نے خود اپنے ہاتھ سے بنایا اس لائق تھا کہ اِس زندان بلا میں ڈالا جائے ؟

اتنا کہہ کر عبید نے اللہ اللہ کا نعرہ مارا اور دیوار میں نقب شروع کی سنگ رخام اور سُرخ کے وزنی پتھروں کا توڑنا آسان کام نہ تھا روز منع کرتی اور کہتی رہی عبید خدا کا واسطہ ان ہاتھوں کو اذیت نہ دے دیوار کا ٹوٹنا دنوں کا کام ہے مگر وہ برابر اپنی کوشش میں سرگرم رہا یہانتک کہ بزم انجم میں کھلبلاہٹ شروع ہوئی اور نیلا پتھر اپنی پُشت پہ لے کر عبید نے تہ خانے میں پھینکا اب مطلع صاف اور میدان ہستی نظر میں تھا عبید اور روز دونو باہر نکلے اور آہستہ آہستہ ایک سمت کا راستہ لیا۔

(۲۴)

دن کے دو بجے ہونگے کہ عبداللہ ابن زیاد کے حکم سے کوفہ میں ڈھنڈورا پٹا کہ حسینؑ بن علیؓ نے خلیفہ وقت کی بیعت سے انکار کیا اور وہ باغی ہیں اس لئے وہ اور انکے ہمراہی سب واجب القتل ہیں جن لوگوں نے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کی وہ خلیفہ یزید کے مُجرم ہیں اور قتل کئے جائینگے اسواسطے کوفہ والے فوراً مُسلم کا ساتھ چھوڑ کر انکی گرفتاری اور قتل میں مدد دیں ورنہ یاد رکھیں کہ وہ خود اور ان کے اہل و عیال تباہ و برباد کر دیئے جائینگے۔

اِدھر یہ گذری اُدھر مسجد اشعری میں جہاں چالیس ہزار سے زیادہ مسلمان جمع تھے ایک نوجوان نے باآواز بلند کہا۔

"مُسلمانوں عبداللہ ابن زیاد کا حکم تم نے سُن لیا یہ وقت خاموشی کا نہیں صدق و کذب کے مقابلہ کا ہے یزید کا فسق و فجور دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے ارشاد نبویؐ کے بموجب ہر مُسلمان پر اسکی بیعت حرام ہے یہ وقت ہمارے واسطے دُنیا کھو کر دین کمانے کا اور زندگی لگا کر آخرت مول لینے کا ہے تم کو معلوم ہے کہ امام عالیمقام نے بیعت فاسق سے حدیث نبویؐ کے بموجب انکار کر دیا امام ہمام علاوہ ازیں کہ صراط مستقیم پر ہیں سرورِ عالمؐ کے کلیجہ کے ٹکڑے اور وہ ہیں جنکی مایدہ فاطمہؓ جیسی بیوی اور جن کے باپ علی مرتضیٰؓ جیسے شیر اسمیں شک نہیں کہ

آج امام کے پاس دولت دُنیا نہیں ہے اور آج کیا خاندان نبوی میں کبھی نہ ہوئی مگر اس در سے دولت دُنیا ہمیشہ تھی اور کمانیوالوں نے کمائی مُبارک تھے وہ لوگ اور خوش نصیب ہستیاں اپنی فانی زندگی گنوا کر جنت میں بیٹھے اطمینان کامل کے مزے لوٹ رہے ہیں یہ بھی ظاہر ہے کہ اسوقت اعلیٰ انعام افضل اکرام عہدے اور تنخواہیں شراب اور کنیزیں بلکہ مختصر فانی زندگی کے اسباب عیش یزید کے پاس بہت کچھ جمع ہیں لیکن مسلمانوں تم وہ ہو کہ تم نے اپنی قربانیاں چڑھا کر توحید کا جھنڈا بلند کیا یہی سرزمین کوفہ آجتک تمہاری صداقت اور ہمت کے گیت گا رہی ہے تم نے جس طرح شرک و بُت پرستی کو مٹا کر دین احمدی کا بول بالا کیا اسی طرح آج فسق و فجور کو غارت کر کے احکام احمدی کے آگے گردنیں کٹا دو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ خدا کی رضامندی تمہارے ساتھ ہے کامیاب ہوئے تو تمہاری زندگی وہ زندگی ہوگی جس پر تم اور تمہارے بال بچے ہمیشہ فخر کرینگے اگر موت آئی تو یہ وہ موت ہوگی جس سے بہتر موت دوسری نہیں ہوسکتی تمہاری زندگی خدا کے راستہ میں تم خود محبوب خدا کے نام پر تمہاری دُنیا امام حسینؑ کے ساتھ قربان فدا اور نثار ہوتی ہے تم اسکے کام آتے ہو جس کو کبھی موت نہیں تم اسکے نام پر فدا ہوتے ہو جو جنت کا مالک ہے تم اُس کے ساتھ مرتے ہو جو رسولؐ ہاشمی کے کلیجہ کا ٹکڑا ہے۔"

نوجوان کی تقریر ختم ہوتے ہی مُسلمانوں کے دل سینہ میں اُبل پڑے اور انھوں نے کھڑے ہو کر کہا "ہم امام عالی مقام کے نام پر قربان ہونا فخر اور عزت سمجھتے ہیں عبید کھڑے ہو ہم تمہارے ساتھ ہیں چلو اور فوراً عبداللہ ابن زیاد کو قتل کردو۔"

نوجوان عبید نے تامل کیا اور سمجھایا کہ ابھی وقت نہیں امام ہمام تشریف لا رہے ہیں ان کا مشورہ لے کر کام شروع کرنا مگر جوش اسقدر پھیل چکا تھا کہ اب عبید کے روکے نہ رُک سکا اور تمام مجمع مسجد سے اُٹھ عبداللہ بن زیاد کے گھر کی طرف چلا اسوقت اسکے سوا چارہ نہ تھا۔ کہ عبید محرک بھی ساتھ ہُوا اور تین بجے کے قریب کوفیوں نے عبداللہ کے مکان کو گھیر لیا۔

ابن زیاد کے پاس مسلّح سپاہیوں کا ایک دستہ موجود تھا کوفیوں کا یہ رنگ دیکھ کر اس نے مقابلہ کا حکم دیا سپاہیوں نے ہر چند کوشش کی اور سنبھل سنبھل کر وار کئے مگر عبید کی تقریر نے مسلمانوں میں جو روح پھونک دی تھی وہ تیغ و تبر کی طاقت سے فنا ہونی ممکن نہ تھی کوفیوں نے گو نہتے تھے ہتھیار والے یزیدیوں کا جی کھول کر مقابلہ کیا اور ایک گھنٹہ بھر میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے ابن زیاد لاکھ دستے کو ابھارتا تھا طرح طرح کے معاہدے اور قسم قسم کی امیدیں کرتا اور دلاتا تھا مگر کوفیوں کے قدم پیچھے نہ ہٹتے تھے یزیدیوں نے دل کے بخار دل کھول کر نکالے لیکن ایک پیش نہ چلی۔

اب ابن زیاد اچھی طرح سمجھ گیا کہ فتح تو درکنار تعجب نہیں کہ عنقریب میرے گھر میں گھس آئیں بگڑے ہوئے مسلمان بھرے ہوئے شہر میں یہ موقعہ شجاعت اور ہمت کا نہیں مکر و فریب کا ہے چنانچہ اس نے دستے کو منع کیا اور تلوار روک دی گئی۔

اب ابن زیاد نے بآواز بلند کہا حاشا وکلا میرا منشا امام عالی مقام کے خلاف جنگ کا نہیں مجھ کو اسوقت معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ بیعت یزید کے متعلق لڑائی کر رہے ہیں میں اس معاملہ میں آپ کے ساتھ ہوں۔

اس گفتگو نے کوفیوں کا اطمینان کر دیا گو عبید اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ ابن زیاد کی چال ہے مگر مجبوری تھی اِدھر کوفیوں کا رجحان اُدھر ہو چلا اِدھر امام کی عدم موجودگی الغرض لڑائی ٹھہر گئی اور لڑائی ختم ہوتے ہی ابن زیاد نے منتخب کوفیوں کو اپنے پاس بلا لیا۔

جب یہ لوگ ابن زیاد کے سامنے پہنچے تو وہ سرو قد تعظیم کو کھڑا ہو گیا اور یہ اسلام کی وہ بدعت تھی جسکو مسلمانوں نے جائز نہ سمجھا لیکن عبداللہ کی تعظیم و تکریم خاطر مدارات عشرت دنیا کی تصویر اور لچھے دار تقریر کوفی ڈھل گئے اور جسوقت عبداللہ نے یہ الفاظ کہے ہیں۔

"کیا میں مسلمان نہیں ہوں جو ابن رسول اللہ کا احترام نہ کروں گا مگر اشاعت اسلام دوسری چیز ہے اور اہلبیت رسول دوسری چیز خلیفہ یزید مسلمان ہے اور اسکا مقصد صرف

یہ ہے کہ اسلام میں رخنہ نہ پڑنے۔

تو کوئی ایک ایک کر کے اس کے ساتھ ہو گئے اِدھر اس نے یہ چال چلی اُدھر کافی جمیعت اعانت کے واسطے طلب کی کوئی سردار اُٹھے تو عبد اللہ اور یزید کا کلمہ پڑھتے ہوئے عبید اور ابن زیاد مُنہ تکتے کے تکتے رہ گئے اور کوئی بھری ہوئے چالیس ہزار سے اوپر آدمیوں کی تعداد میں سے صرف پانسو کے قریب وہ بھی دو چار کم ہی موجود رہے اور باقی بجز سلام اور دُعا کے سیدھے ہو لئے۔

مغرب کی نماز کا وقت تھا مسلم بن عقیلؑ نے عبید کو اشارہ کیا اسنے اذان اس درد سے دی کہ پتھر بھی ہوتا تو موم ہو جاتا کوئی سرور کائنات کا نام آتے ہی آنکھ میں آنسو بھر لائے اسوقت یہ پانسو آدمیوں کا مجمع بھی غنیمت معلوم ہوا اور مسلمؑ نے نماز پڑھائی تکبیر کے وقت تمام جماعت موجود تھی اور اب بھی صحن مسجد کھچا کھچ بھرا ہوا تھا لیکن سلام پھیر کر دیکھتے ہیں تو عبید کے سوا ایک متنفس مسجد میں موجود نہ تھا۔

عبید نے اسوقت اچھی تدبیر کی وہ سمجھ گیا کہ ہم دشمنوں میں گھر چکے اور عنقریب ابن زیاد ہمارا کام تمام کر دیگا اس لئے اسنے زیادہ مُہلت نہ دی ابن زیاد نماز کے شُبہ میں رہا اور مُسلم اپنے دونو بچوں سمیت ایک طرف اور عبید دوسری طرف روانہ ہو گئے۔

یہاں ابن زیاد آکر دیکھتا ہے تو مسجد میں سناٹا چھایا ہُوا تھا اور مسلم نکل چکے تھے دانت پیسنے لگا مگر اب ہوتا کیا تھا جو ہونا تھا وہ ہو گیا عبید کو ہر طرف تلاش کیا اُس کا ہی پتہ نہ چلا اور ابن زیاد کے ارمان دل کے دل ہی میں رہ گئے۔

(۴۵)

"خالد اس میں شک نہیں کہ مہمان نوازی کے فرائض میں پوری طرح ادا نہ کر سکی لیکن میرے امکان میں جو کچھ ہے اس کے واسطے میں ہر وقت حاضر ہی اور ہوں جو کچھ میں کھاتی ہوں وہ تم کو اور تمہاری بیوی کو پہلے کھلا دیتی ہوں جو کچھ پہنتی ہوں تم دونو کو پہنا کر

اس پر بھی میں دیکھتی ہوں کہ تمہاری بیوی یہاں رہنے سے مطمئن نہیں اور ان کی خواہش ہے کہ میں ایک ماہانہ رقم ان کے واسطے کوفہ بھیج دیا کروں افسوس ہے کہ میں اس کے واسطے بالکل تیار نہیں ہاں یہاں جو موجود ہے اس میں پہلے تم اور پیچھے میں۔

خالد۔ میری بدبخت بیوی ایک ناشُدنی عورت ہے جس نے روز نکاح سے آج تک ہمیشہ مجھ کو اذیت دی اور تکلیف پہنچائی فاقے کرتے کرتے اور بھوکا مرتے مرتے میری ہڈیاں نکل آئیں فقیروں سے بدتر میری حالت ہو گئی اگر خداوند کریم آپکو فرشتہ رحمت بنا کر نہ بھیجتا تو اب تک میں کبھی کا قبر میں پہنچ چکا ہوتا آپنے جو سلوک میرے ساتھ کیا اسکا بدلہ آپکو قبر میں روز حشر میں خدا دے آپنے مجھ مردہ کو جلایا اور مجھے کو زندہ کیا اور میرا منہ نہیں کہ آپکا شکریہ ادا کرسکوں۔

عورت۔ یہ تمہاری عنایت ہے کہ تم ایسا سمجھتے ہو لیکن درحقیقت معاملہ ہے اسکو طے کرنا چاہئے یہ تمہاری بیوی موجود ہیں ان سے پوچھو کہ انکو کیا تکلیف ہے جو یہ یہاں سے جانا چاہتی ہیں اگر میرے امکان میں ہوگا تو میں کوشش کروں گی کہ اس کی بھی تعمیل کروں۔

خالد۔ بھلی نیک بخت عورت اول جنت میں خدا نے مجھ کو پہنچا دیا اب یہاں سے پھر دوزخ میں چلنے کی تیاری کر رہی ہے کوفہ میں فاقے اور مصیبت کے سوا کیا رکھا ہے۔

بیوی۔ وہاں سب سے زیادہ میری بچی کی قبر ہے جس پہ میرا عیش اور میرا آرام قربان ہے میں روز نہیں تو دوسرے تیسرے روز تو ایک دفعہ جا کر اس کی قبر پر چمٹ لیتی تھی اب اس سے محروم ہوں ہائے ہائے کلثوم کلثوم۔

خالد۔ کلثوم کا صدمہ تم کو مجھ سے زیادہ تو نہیں ہے کہ آنکھیں اس کے فراق میں روتے روتے اندھی ہو گئیں آخر میں بھی تو صبر کئے بیٹھا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ موت کے بعد خدا اس کی صورت دکھا دے وہاں پہنچ کر یہ تو ضرور ہے کہ ایک دفعہ اس کی قبر سے لپٹ لو اس کے بعد کھانا کیا اور پہننا کیا۔

بیوی۔ بلا سے جو کچھ گذرے گی مگر اپنا وطن تو ہوگا اپنے عزیز ہوں گے اپنا گھر ہوگا۔

خالد۔ ہاں تو یہ کہدیجئے ایسے وطن ایسے عزیز اور ایسے گھر کی ضرورت نہیں جہاں پیٹ کو ٹکڑا ہو نہ تن کو چیتھڑا۔

بیوی۔ خیر اللہ کی مرضی جہاں رکھو گے رہونگی ہائے کلثوم ہائے ہائے۔

خالد۔ بس ان فضول باتوں کو موقوف کرو اس میں کیا رکھا ہے۔

بیوی۔ اچھا بہت اچھا ہائے۔

خالد۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو ایسی جگہ پہنچا دیا جہاں بیفکری سے اپنے دن گذار رہے اور اللہ اللہ کر رہے ہیں ہم کو ایسی محترم خاتون کا شکر گزار ہونا چاہیئے خدا ان پر اپنی برکتیں اور رحمتیں نازل کرے۔

بیوی۔ جو کچھ کر رہی ہیں ان کا واقعی احسان ہے انہوں نے دکھا دیا کہ اسلام میں اخوت کیا معنی رکھتی ہے۔

(۲۶)

بصرے کے شہر پناہ سے قریباً سات میل کے فاصلہ پر ایک کھلے ہوئے میدان میں روز خاموش کھڑی ہے دن اسکی آنکھوں کے سامنے ختم اور آفتاب اسکی نگاہوں کے روبرو غروب ہوا آسمان نے اس کے دیکھتے ہی دیکھتے کروٹ لی مگر اس کے انتظار کی حالت کسی صورت اور کسی حالت میں تبدیل نہ ہوئی آنکھیں راہ دیکھتے دیکھتے پتھرا گئیں پاؤں کھڑے کھڑے شل ہوگئے دل تڑپتے تڑپتے زخمی ہوگیا لیکن عبید کی صورت آنکھوں اور اسکی آواز کانوں کو میسر نہ آئی قدرت کا بچھونا جنگل میں ہونا شروع ہوا چادر مہتاب چاروں طرف پھیلی اور صحرائی جانوروں کی چیخ دھاڑ نے جنگل سر پر اٹھا لیا پہاڑ کا طویل سلسلہ سامنے تھا اور دل رات کی وحشت اور جنگل دہشت سے ہوا ہوا جا تھا شیر کے دہاڑنے کی آواز کان میں آئی اور دو چیتے چھلانگیں مارتے ہوئے نکل گئے۔

چھپنے کی جگہ نہ تھی بھاگنے کا موقعہ نہ تھا موت سر پر منڈلا رہی تھی ایک مایوس نظر

بیتاب آنکھوں سے ہر سمت دوڑائی اور کہنے لگی۔

"تکلیف ہوئی نہیں اذیت ہوئی ہرگز نہیں ڈر لگتا ہے بلا سے جان کا خوف ہے ہزار بلا سے قول تھا وعدہ تھا کہ آج علی الصباح اس جنگل میں اس ٹیلے پر پہنچ جاؤنگا نہ آیا لاپرواہ نہ پہنچا بیوفا توبہ توبہ غار میں کام آنیوالا ہر بلیہ میں جان لڑانیوالا جان پر کھیل جانیوالا بات پر قربان ہونیوالا جان کرار ادتاً قصداً ہرگز نہیں ہرگز نہیں خبر نہیں کیا گذری معلوم نہیں کیا ہوا کیا کروں کس سے پوچھوں کدھر جاؤں دیکھئے تقدیر کیا دکھاتی اور وقت کیا سناتا ہے کوفہ کی سڑک یہ سامنے ہے ادھر ہی کا رُخ کروں مگر ادھر تو شیر دہاڑ رہا ہے دہاڑے اب قربان ہوجاؤں فدا ہوجاؤں نثار ہوجاؤں اس کی صورت پر اس کی صداقت پر اس کی محبت پر"

آگے بڑھی چلی آنکھیں چاروں طرف پھاڑ پھاڑ کر دیکھا مگر شیر کو نہیں چیتے کو نہیں اسی کو جس کے انتظار میں اسی کو جس کی یاد میں تڑپ ہی تھی لوٹ رہی تھی سامنے سے چاند رات میں کچھ دکھائی دیا ہاں ہاں وہی ہے گھوڑے کی ٹاپ کی آواز کان میں آئی دل پہلو میں اُچھلنے لگا شوق کی آگ اور تیز ہوئی اور بھڑکی بات نہ کرونگی جواب دونگی بولونگی نہیں بات نہیں کرونگی چھپ جاؤں کسی اوٹ میں الگ ہوجاؤں کسی آڑ میں دیکھے گا ڈھونڈے گا تڑپے گا آخر مجھے بھی صبح سے یہ وقت آگیا اسی جنگل میں اسی میدان میں مگر کہاں جاؤں کدھر چھپوں درخت نہیں ٹیلہ نہیں۔

روز مُنہ پھیر کر پیٹھ موڑ کر خاموش کھڑی ہوگئی دل خوشی کے مارے بلیوں اُچھل رہا تھا ٹاپ کی آواز لمحہ بہ لمحہ تیز ہو رہی تھی اور جتنی اسکی تیزی بڑھ رہی تھی اتنی ہی آتش شوق بھڑکتی تھی آواز سر پر آپہنچی دل دھڑ دھڑ کرنے لگا چہرہ پر خواہ مخواہ مُسکراہٹ آگئی گھوڑا ٹھہرا اور پیچھے سے سوار نے اُتر کر بازو پکڑا ایک دلربایانہ انداز ایک محبوبانہ طریقہ تھا کہ اس طرح ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی کمر نے بل کھایا "بس بس معاف کرو" خوشی کا دریا دل میں لہریں لے رہا تھا مسکراہٹ کی رفتار خاموشی میں اور تیز ہو رہی تھی کہ کانوں میں یہ آواز پہنچی۔

"جنگل چھان مارے شہر دیکھ ڈالا کمبخت نا ہنجار بھاگ کر کہاں جا سکتی ہے فنا کر دونگا اور دکھا دوں گا کہ تثلیث میں روحانی قوت کتنی ہے"

مسکراہٹ تعجب سے خوشی سے خوف اور امید نا امیدی سے بدلی پلٹ کر دیکھتی ہے تو جس کو محبوب سمجھتی تھی وہ قاتل عزیز جانا تھا وہ دشمن اور عبید خیال کیا وہ پلیٹیو تھا اسوقت پلیٹیو کی عجیب کیفیت تھی وہ غصہ میں تھر تھر کانپ رہا تھا اور بس نہ چلتا تھا کہ روز کے ٹکڑے کر دے اپنے گھوڑے کی باگ ڈوری نکالکر روز کے ہاتھ پاؤں باندھ گھوڑے پر ڈالا اور کہا۔

دیکھنے میں کیسی بھولی اور سیدھی اور حقیقت میں کتنی چالاک اور مکار جہاں پرندہ پر نہ مار سکتا تھا جہاں ایک دو نہیں سینکڑوں نابکار مسلمان گھٹ گھٹ کر اور تڑپ تڑپ کر اجل کے منہ میں پہنچے وہ جبری جہاں بہادر وسے کس اور شجاعوں کے بل نکلے وہ دار الحزن جسکے نام سے جبری اور پہلوان تھرائے تو نے او جرامد تو نے اس میں ٹھگی لگائی کیا اس کا م نہیں کرتا عقل چکراتی ہے کہ او مکار کس طرح کیونکر کس تدبیر سے کونسے دروازے سے باہر نکلی کیا میں تجھ کو آزاد چھوڑ دونگا کیا میں تجھ سے غافل ہو جاؤں گا تجھ کو تیرے خدا کو تیرے رسول کو سطرح درست کروں ایسا ٹھیک بناؤں کہ تو بھی یاد رکھے اور وہ بڈھا جو سے رہائی ہو گئی تو پروا نہیں مصائب سے رہائی اسوقت ہو گی جب جان کو جسم سے رہائی ہو میں اب تیرا اور علاج کرتا ہوں دکھاتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ مسلمان مکار بدمعاش دغا باز لڑکی کا انجام یہ ہوتا ہے۔

پلیٹیو خود گھوڑے پر سوار ہوا اور بصرے کا رخ کیا راستے بھر برا بھلا کہتا سخت سست سناتا گھر لایا اور اسی طرح ہاتھ پاؤں بندھے میرینا کے آگے لا کر پٹخ دیا۔

میرینا پلیٹیو سے کم عیسائیت میں سخت نہ تھی لیکن روز کی محبت نے اس کو ایسا دیوانہ کر دیا تھا کہ وہ دیوانوں کی طرح ہر وقت روتی پیٹتی اور چلاتی تھی بچی کو مقید دیکھ وہ بے تحاشا دوڑی گلے لگایا اور کہنے لگی اپنے اوپر نہیں مجھ بڑھیا ماں پر ما نہ سمجھ پالنے والی پر رحم کر دیکھ تو سہی یہ جسم اس لائق اور یہ صورت اس قابل رنگ زرد ہو گیا ہڈیاں نکل

کیا کروں اے روز رحم کر بیٹی رحم۔ اسی طرح بندھے بندھے روز نے ماں کی تعظیم کی گردن اس کے سامنے جھکائی اور کہا۔

لونڈی ہوں کنیز ہوں جو حکم ہو تعمیل کے واسطے حاضر اور فرمانبرداری کے لئے تیار لیکن اسلام کا بیش بہا زیور سینہ سے جدا نہ ہو گا۔

پلیٹیو۔ یہ اسلام ہی کا زیور ہے جس سے ہاتھ بندھے اور پاؤں جکڑے ہوئے ہیں ٹھہر دوسرا علاج کرتا ہوں۔

اب پلیٹیو نے بیوی کی طرف دیکھا اور کہا نوئس کو فوراً بلاؤ اور آج ہی اسکا نکاح کرو

(۴۷)

اس روز کو جب خدا کے سچے رسولؐ نے قریش اور کفار کی تکالیف سے اکتا کر ہجرت فرمائی آج پورے ساٹھ سال گذر چکے ذی الحجہ کا دوسرا آفتاب سرزمین عرب پر چمک رہا ہے اور وہ منظر دکھاتا ہے جس سے انسان نہیں پتھر کا دل پانی پانی ہو جائے اسلام کی پہلی صدی ابھی ختم نہیں ہوئی مگر وہ مسلمان جن کا ڈنکا رہے زمین پر ابھی ابھی بج رہا تھا آج اس رنگ میں دکھائی دیتے ہیں کہ کائنات کا ہر ذرہ انگشت بدنداں ہے آسمان ہنستا ہے زمین روتی ہے کہ وہی گروہ جو کل تک ایک نام پر قربان ہو رہا تھا آج اس کے پیاروں کو الٹی چھری سے ذبح کرتا اور باغ باغ ہوتا ہے جس قوم نے کلمۂ توحید کا بول بالا کیا اسلام کی لاج رکھی آج اسی پہ یہ پتھر پڑتے ہیں کر وہ اپنے ہاتھ سے شجر اسلام کی سرسبز شاخیں اور لہلہاتے ہوئے پودے اجاڑتی ہے اور تیوری پہ بل نہیں آتا۔

مسلم بن عقیل اپنے دو نو معصوم بچوں کو ساتھ لئے ایک ایک کا منہ حسرت سے تک رہے ہیں اور کانوں میں چاروں طرف سے یہ صدائیں آرہی ہیں کہ میرے اور بچوں کے قتل کا انعام ابن زیاد کی طرف سے سینکڑوں تک پہنچ گیا خود چھپتے ہیں بچوں کو چھپاتے ہیں عبا کے دامن سے ان کے منہ ڈھانک کر سینہ سے لگائے کسی گلی میں کوچہ

میں محلہ میں گھنٹوں کھڑے ہیں اور کوئی پوچھتا تک نہیں کہ کون ہو اور کیا گذری ہے چھپنے کی جگہ نہیں بھاگنے کا راستہ نہیں ٹھہرنے کا مقام نہیں جانے کی راہ نہیں اور حالت یہ ہوگئی کہ مسلمان مسلم کے سلام کا جواب تک نہیں دیتے اس افراتفری اور مصیبت میں کہ جان کے لالے ہیں بھوک کی اذیت اور پیاس کی شدت نے ہوش زائل کر دیئے کوفیوں سے کہتے ہیں کہ تم نے خط لکھے پیام بھیجے قاصد روانہ کئے اگر بات کی لاج اور سخن کی شرم نہیں تو اتنا کرم کرو کہ ان معصوم بچوں کو امام کی خدمت میں پہنچوا دو مگر اس درخواست کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوفی کانوں پر ہاتھ دھرتے اور کہتے ہیں عبداللہ ابن زیاد کی مخالفت کی ہمت نہیں میدان صاف اور راستہ کھلا ہوا ہے بھاگنا ہو بھاگئے ٹھہرنا ہو ٹھہریئے۔

آفتاب نے غروب ہو کر مسلم کو اتنی مہلت دی کہ کوفے کھدروں سے نکل کر سڑک پر آئیں بسم اللہ کہکر باہر نکلے دونوں بچوں کو کلیجہ سے لگایا مکہ کی سڑک پر پہنچے اور کہا جاؤ اگر زندگی ہے تو امام کی خدمت میں پہنچ جانا۔

یہ پورا دن اور ساری رات مسلمؑ پر کوفہ میں اس طرح گذری کہ پانی کا ایک قطرہ یا اناج کا ایک دانہ تک میسر نہ ہوا دوسرے روز صبح کے وقت ایک مسلمان عورت نظر آئی اور گو امیدیں منقطع اور توقعات کا خاتمہ ہو چکا تھا مگر ہونٹوں پر پھپھریاں بندھی ہوئی تھیں پانی مانگا۔ یہ بڑھیا طوعہ آج دنیا میں موجود نہیں مگر پانی کے چند قطروں سے نشاط شہرت پر اس کا نام ماہتاب کی طرح جگمگا رہا ہے ابن زیاد اور یزید دونو دنیا سے اٹھ گئے مگر تاریخ یہ حق نہیں رکھتی کہ یزید کے مظالم عبداللہ کے ستم اور مسلمؑ کی شہادت کے ساتھ طوعہ کے احسانات فراموش کردے مہمان نواز بڑھیا محبت کے قدموں سے آگے بڑھی انسانیت کے ہاتھ پھیلائے اور مسلمؑ کی صدا آغوش میں لی گھر میں لے گئی خاطر مدارات کی کھانا کھلایا پانی پلایا اور عرض کیا کہ آرام فرمایئے۔

لاکھ ڈیڑھ لاکھ آدمیوں میں صرف ایک بڑھیا کی اعانت وہ بھی حکومت کے مقابلہ میں وقعت کیا رکھتی تھی مخبروں نے ابن زیاد کو خبر دی محمد بن اشعث گرفتاری پر تعینات ہوا اور آناً فاناً طوعہ کے گھر کا محاصرہ ہو گیا۔

بڑھیا نے مہمان نوازی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا مسلح دستہ باہر موجود تھا مگر اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے تھے گھر برباد ہو جائے گدھے کے ہل پھر جائیں مگر آپ کے باہر جانے کی ضرورت نہیں دشمن چاروں طرف موجود ہیں ایک شخص کی ہستی کیا مقابلہ مناسب نہیں مسلم بن عقیل کی حمیت و شجاعت نے گوارا نہ کیا کہ وہ محسنہ کے گھر بار کو اپنے واسطے نرغہ میں ڈالدیں تلوار رکھ کر باہر آئے اور مقابلہ شروع کیا یہ ہاتھ شجاعت کی کان تھے جدھر اٹھے قیامت بپا کر دی مگر ایک کی دوا دو اور دو کی چار گرفتار ہوئے اور ابن زیاد کے حکم سے شہید کر دیئے گئے ؎

(۲۸)

آج وہ دن ہے جس کے ارمان میں وہ وقت ہے جس کی آرزو میں اور وہ گھڑی ہے جس کی امید میں دن اور راتیں تڑپ تڑپ کر کاٹیں اور بھڑک بھڑک کر گذاریں پلیٹو اور میرینا کا مجھ پر وہ احسان ہے جس کا معاوضہ مجھ سے قیامت تک ادا نہیں ہو سکتا لیکن اے گل اندام روز یہ سب کچھ صرف تیرے اختیار میں تھا اور ہے تکلیف کا وقت گذر گیا اب خوشی کی گھڑی آئی عمر اس طرح بسر ہو گی کہ رنج پاس آکر نہ پھٹکے گا اسوقت میں اپنی خوش نصیبی پر جسقدر ناز کروں کم ہے بھلا میرے یہ نصیب کہ مہ جبین روز میری دلہن ہوئیں کیا دیکھ رہا ہوں یہ خواب ہے یا عالم بیداری۔

لوئس کا کمرہ روشنی سے جگمگا رہا اور خوشبوؤں سے بس رہا ہے وہ ایک خوش لعبوت کمرہ میں ہشاش بشاش بیٹھا ہے اور اس کے سامنے روز خاموش موجود ہے۔

لوئس۔ تو کیا یہ گلاب کی کلی وہ نوہونٹ مجھ خوش نصیب کے واسطے ابھی نہ کھلینگے اور نہ کھلینگے

کہ میں ایک بات کا بھی جواب سُن سکوں بس میری جان و امان کی مالک روز اب خموشی ختم کر دا ور اسوقت کی قدر کر و جو ہمارے خدا وند نے ہم کو عطا کیا۔

"اس لغو حرکت پر جو پلیٹیو نے کی مسرت فضول اور خوشی بیکار ہیں گرجا میں گئی پادری نے نکاح پڑھا یا لیکن کس کا ایک مسلمان عورت کا ایک عیسائی مرد سے غلط قطعاً غلط یہ نکاح نہیں پلیٹیو کا ایک رکیک فعل ہے اور تیرے واسطے وہ خوشی ہے کہ اگر تو نے اپنا خبط دُور نہ کیا تو تجھ کو خون کے آنسو رلوا دے گی"

لوئس پہلے سناٹے میں رہ گیا اور پھر خوشامد کرتا ہوا آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

"یہ آنکھیں اس صورت پر قربان یہ دل اس ہستی پر نثار ہیں اے روز تیرا غلام ہوں میری عمر بھر کی امیدوں کو اس بے دردی سے اور دس سال کے ارمانوں کو اسقدر سنگدلی سے برباد اور پامال نہ کر یقین کر کہ عمر بھر عیش کرے گی اور یہ جسقدر تکلیفیں پہنچی ہیں ان کے بدلے وہ عیش پہنچاؤں گا جو لطف جنت کو بھلا دینگے۔

روز۔ خاموش ہو جا اور زبان روک میں تیرے گھر میں مہمان ہوں مہمان سمجھ اور مہمان نواز انسان بن بے ایمان نہ بن تیرا لطف تجھ کو مبارک اور میری تکلیفیں مجھ کو نصیب میں اس اذیت میں جو پہنچ رہی ہے اس راحت سے جو تیرے ہاتھوں پہنچے زیادہ خوش ہوں۔

لوئس۔ رحم کر اور بات کو بڑھا مت تو میری منکوحہ عورت ہے اور مجھے وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو ایک عورت پر شوہر کو ہوتے ہیں۔

روز۔ میں کہہ چکی ہوں کہ نکاح ناجائز ہے میں مسلمان ہوں اور تو عیسائی میرا تیرا نکاح شرع اسلام کے موافق نہیں ہو سکتا۔

لوئس۔ زیادہ گفتگو نہ کر اور میرے غصہ کی آگ کو آتش شوق کی طرح نہ بھڑکا ورنہ نتیجہ خطرناک ہوگا۔

روز۔ برج کی قید سے زیادہ خطرناک نتیجہ کوئی نہیں ہو سکتا تو نے دیکھ لیا کہ اس کا اثر مجھ پر

کیا ہُوا بدبخت لوئس یہ ہر تکلیف آرام ہے لیکن یہ نہ ہوگا کہ تجھ جیسے بندۂ نفس اور پلیٹیو جیسے غرضمند کی خواہش پُوری ہو جائے۔

لوئس۔ آج کی رات تجھ کو صرف اسلئے ملتی ہے کہ تو اپنے بھلے بُرے کو اچھی طرح سوچ لے یہ میرا انتہائے احسان اور کرم ہے کہ میں تجھ کو محض اپنے عشق کی بدولت اپنی محبّت کے طفیل اسقدر روقت دے رہا ہوں کہ تو اپنی حالت پہ غور کرلے تاکہ میرے اور تیرے بعد محبّت بدنام نہ ہو اور کسی کو اعتراض کا موقعہ نہ ملے یہ تو سمجھ لے کہ اگر تیری سخت زبانی نے اسی طرح میرا شیشۂ دل چکنا چور کیا تو روز برُج کی قید نہیں دوزخ کی آگ کو بھول جائیگی یہ نازک جسم جسکا شیدا ہوں یہ پھول سے رُخسار جن پرمست رہا ہوں یہ چاند سا مُکھڑا جس کا دیوانہ ہوں سختیوں کی پوٹ مصیبتوں کی گٹھری اور اذیّتوں کا مخزن ہونگے دُھکتے ہوئے انگارے تیرا بچھونا بھُلستا ہوا ریت تیرا اوڑھنا اور کھولتا ہُوا پانی تیری پیاس ہوگا یہ رسیلی آنکھیں جو اسوقت میرے دل کو مجروح میری آنکھوں کو زخمی اور مجھ کو تباہ کررہی ہیں تجھ کو اندھا کرینگی یہ ہاتھ تجھ کو لولا اور یہ پاؤں تجھ کو لنگڑا کردینگے اور تجھ کو معلوم ہوجائیگا کہ انسان کُتّے کی موت کس طرح مرتا ہے۔

روزر۔ تیری چرب زبانی تجھ کو موت کے گھاٹ اُتارے گی اور تجھ کو جلد معلوم ہو جائیگا کہ ایک مُسلمان عورت کس طرح اپنے نام پر اپنے کام پر فدا اور قربان ہوتی ہے پلیٹیو نے میری پرورش ضرور کی میر یلانے مجھے پالا ضرور مگر ان دونو کو ہرگز یہ حق ہرگز نہ تھا کہ وہ تجھ جیسے کمینے عیسائی سے میرا نکاح کرتے ان کو معلوم تھا ان کو یقین تھا ان کا فرض تھا ان کو ضرورت تھی میں عیسائی نہیں مُسلمان ہوں مجھ کو مسلمان سمجھ کر امانت جان کر میری شادی ایک مُسلمان سے کرتے اور اپنے گھر سے رخصت کر دُنیا کو وہ منظر دکھا دیتے کہ تاریخ ان پر فخر کرتی او ہیجیا لوئس مُحسن کے غلام موت ہر جاندار ہستی کو ایک روز آنی لیکن ضرورت ہے کہ انسان اپنی زندگی میں ایسے کام کر جائے کہ دُنیا اس کے بعد ان

کانوں کو سر پر رکھے آنکھوں سے لگائے گو اسلام کی مختصر تاریخ مایہ ناز عورتوں سے خالی نہیں مگر مجھے یقین ہے کہ میرا وجود بھی مذہب مقدس کے لئے باعث شرم نہ ہوگا۔

لوئس۔ میں تجھ کو مہلت دے رہا ہوں اور تو ایسی سیدھی باتیں کر رہی ہے۔

لوئس کی خوابگاہ بقعہ نور اور چمن کا ایک ٹکڑا تھی جہاں کی ہر شے خوشبو اور روشنی اگل رہی تھی وہ بیتاب ہو ہو کر روز کے چہرے پر نظر ڈالتا تھا اور کلیجہ پکڑ کر رہ جاتا تھا تثلیث اس کا بہانہ اور مقصد خیالات کا بدلنا تھا جب کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اٹھا اپنی ٹوپی اس کے قدموں پر ڈالی اور کہا۔

"دل کی حالت خراب اور اب جینا عذاب ہے رحم کر۔"

یہ کہتے ہی لوئس نے اپنے ہتھیار پھیلا دیئے اور چاہتا تھا کہ روز کی گردن میں ڈالے کہ ایک تیز خنجر جھکا اور اس کے ساتھ ہی روز کے یہ الفاظ کان میں پہنچے۔

"خنجر تیری یا میری دونوں میں سے ایک کی مشکل کا خاتمہ کر دیگا اگر تجھ کو اپنی جان پیاری نہیں تو میرے قریب آ میں تیری تمام آرزوئیں پوری کر دوں اور ایسا رحم کروں جس کے بعد تو کسی انسانی رحم کا محتاج نہ رہے ورنہ خاطر جمع رکھ کہ روز جب تک اس کی جان میں جان ہے تم ذلیلوں کے دھوکے میں نہ پھنسے گی اور اس کی زندگی صرف اسکے مذہب مقدس کے کام آئیگی۔

اِس فقرے کے ختم ہوتے ہی یہ آواز لوئس اور روز کے کان میں آئی "میں آسکتی ہوں" لوئس نے باآواز بلند جواب دیا "ضرور آیئے" میں نے آپ کو اس غرض سے تکلیف دی ہے کہ آپ واقعات سے باخبر ہو جائیں اور اپنی آنکھ سے دیکھ لیں کہ روز جس کی بابت مجھے یقین تھا کہ میرے دل اور جان میری دولت اور عزت کی مالک ہوگی کس طرح میری میری خدمات اور خیالات کی توہین کر رہی ہے اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ میرے پاک مذہب کے واسطے ایسے ایسے لفاظ زبان سے نکال رہی ہے جس کو کوئی سچا عیسائی گوارا نہیں کرسکتا۔

میرینا نے جواب دینے سے پہلے روز کی طرف دیکھا اس نے تعظیم کا سر ماں کے سامنے جھکایا اور خاموشی سے کہا۔

توئس جھوٹا قطعاً جھوٹا میری زبان سے اسوقت تک تثلیث کے متعلق ایک لفظ بھی نامناسب نہیں نکلا میں جس طرح اپنے سچے مذہب کی وقعت کرتی ہوں اور یہ نہیں چاہتی کہ دوسرا شخص توہین کرے اسی طرح دوسرے مذہب کی وقعت بھی میرے دل میں ضرور ہے اور میں ہرگز پسند نہیں کرتی کہ کسی کو تکلیف دے کر خود تکلیف اٹھاؤں رہا اس کے پہلے اعتراض کا جواب وہ صاف ہے یہ اس کی اپنی بیوقوفی پلیٹیو کی غلطی اور آپ کی لاپرواہی ہے آپنے اسوقت تک مجھ کو نہ سمجھا کہ میں کس مزاج کی عورت ہوں کیا میں اس نکاح کو جو نکاح نہیں ایک قسم کا فریب اور مکر ہے کچھ وقعت دے سکتی ہوں اور اس نالائق انسان کو اپنا شوہر سمجھ سکتی ہوں آپ کو اور پلیٹیو کو سمجھ لینا چاہئے تھا کہ ایک مستقل مزاج مسلمان عورت کی نگاہ میں جسنے برج کی قید کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی یہ فریب کچھ وقعت نہیں رکھ سکتا میرے ہاتھ میں یہ خنجر موجود ہے اگر توئس کی خواہش ہے تو میں نہایت خوشی سے اس کو ذبح کرنے کے واسطے موجود ہوں۔

میرینا۔ پیاری روز اوقت ہے کہ میں اسوقت اپنی ان آرزوؤں کو تیرے سامنے بیان کردوں جنکے اظہار کا موقعہ نہیں ملتا شائد تجھ کو معلوم نہیں کہ تیرے اس رویہ سے میرے قلب کی کیفیت کیا ہے مینے تجھ کو کس محنت سے کس محبت سے پال پوس کر بڑا کیا کیا اس دن کو کہ تو یہ تکلیفیں اٹھائے اور مصیبتیں بھگتے روز تیری ہر سانس میرے دل پر تلوار اور خنجر کا کام کرتی ہے میری تقدیر میں اولاد نہ تھی میں نے سمجھا گھر بیٹھے خدانے مجھ کو یہ نعمت دی مجھے کیا خبر تھی کہ اس خوشی میں رنج اس مسرت میں صدمہ اور اس ہستی میں گریہ پوشیدہ ہے اس انجام نے میری زندگی برباد کردی دن اور رات اسی ادہیڑبن میں بسر ہو رہے ہیں میں اس معاملہ میں پلیٹیو کی ساتھی نہیں یہ اسکا ظلم ہے مگر میں مجبور ہوں سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں کاش

موت مجھ کو آتی کہ میں تیری یہ تکلیفیں نہ دیکھتی تو خود مر نہ لوئس کو مار سب سے پہلے اس خنجر سے میرا کام تمام کر کہ میری آنکھیں اور کان اس ذلت سے رہائی پائیں جو تیری وجہ سے ہو رہی ہے۔

روزا اور میرینا دونوں کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے روز آگے بڑھی اپنے ماں کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے میرینا نے بچی کو کلیجہ سے لگا لیا دونوں ماں بیٹیاں کھڑی رو رہی تھیں اور لوئس چپکا یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور پلیٹیو اندر داخل ہوا۔ اسنے گھستے ہی ایک زور کا ہاتھ میرینا کے سر پر مارا اور دونوں لپٹی ہوئی ماں بیٹیوں کو الگ کر کے کہنے لگا میرا ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا جب لوئس نے اسوقت تجھ کو بلایا یہ آدھی رات کی طلبی کیا معنی رکھتی ہے یہاں پہنچا تو ساری کیفیت سُنی اب مجھے معلوم ہو گیا کہ روز واجب القتل ہے اُس روز مسلمانوں نے چھٹوا لیا لیکن آج اس گھر کے اندر کسی کی طاقت نہیں کہ میرا شکار مجھ سے رہا کر دا دے۔

یہ کہتے ہی پلیٹیو نے اپنی تلوار میان سے نکالی روز کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا اور کہا۔

لے دیکھ میں آج تیرے اعمال کی تجھ کو کیا سزا دیتا ہوں اب خنجر نکال میں بھی تیری جرأت دیکھوں۔

روز کی آنکھیں نیچی تھیں وہ اور اس کا خنجر دونو خاموش تھے اسنے آہستہ سے کہا۔

خنجر صرف لوئس کی حرکات کا جواب تھا جو باپ کے برابر ہے اور باپ ہے اس کے مقابلہ میں خنجر نہ اُٹھے گا اگر میرے قتل سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل مطمئن ہو سکتا ہے تو بسم اللہ یہ گردن حاضر ہے۔

اس کے ساتھ ہی روز نے اپنی گردن نیچی کر لی اور قتل کیواسطے تیار ہو گئی۔

یہ وہ منظر تھا کہ پلیٹیو تلوار ہاتھ میں لئے وار کے واسطے تیار تھا اسنے تلوار سونت کر ہاتھ اُٹھانا چاہا تھا کہ وار کرے کہ دروازہ دھڑ سے کھلا اور ایک شخص خنجر ہاتھ میں لئے سامنے آیا پلیٹیو کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور اس کو ایسا دھکا دیا کہ لڑکھڑاتا

الگ جا گرپڑا لوئس جوانی کے جوش میں تھا حریف کی شجاعت دیکھ کر بیتاب ہوگیا اور تلوار کا وار اس زور سے کیا کہ اگر حریف ہاتھ پر نہ روکتا تو دو ہو جاتے ہاتھ زخمی ہُوا مگر اس کے ساتھ ہی زخمی نے خنجر پُشت پر ایسا بھونکا کہ پار نکل گیا لوئس کو زمین پر تڑپتا دیکھ کر پلیٹیو اُٹھنا چاہتا تھا کہ زخمی نے رسّی لے کر اس کے دونو ہاتھ باندھ دیئے۔

میر ینا جان کے خوف سے ایک طرف خاموش کھڑی تھی وہ اِدھر بولی نہ اُدھر اب زخمی نے روز کی طرف دیکھا دونو نظریں دوچار ہوئیں مگر زبان سے ایک لفظ نہ نکلا زخمی نے روز کا ہاتھ پکڑا اور دُلہن بنی روز زخمی کے ساتھ باہر چلی گئی +

(۲۹)

جیسا دیس ویسا بھیس دربار یزید کے ممتاز رُکن جنھوں نے اپنے آقا کے ساتھ احکام اسلام کو قدموں سے روندا اور ٹھوکروں سے مسلا صُبح سے شام تک حسین عورتوں کی تاک اور شام سے صُبح تک شراب کے دَور اور زنا میں منہمک ہیں مذہب ان کا بھی اسلام ہے اور خود یزید باپ کی نسبت سے مُسلمان ہونیکا مدعی ہے اس لئے یہ بھی مسلمان ہونے پر نازاں ہے یزید کا خاص محل بیت الاعظم جس کے آثار آج بھی دمشق میں اس کی زناکاری کے ٹوٹے پھوٹے نشان دے رہے ہیں دُلہن کی طرح آراستہ و پیراستہ ہے اراکین دربار جواہر نگار کرسیوں پر بیٹھے ہیں یزید ایک طلائی چوکی پر جلوہ افروز ہے اسکے ہاتھ میں ایک چھڑی ہے وہ کبھی بیٹھتا ہے کبھی اُٹھتا کبھی تھمتا ہے کبھی ٹہلتا اور حرارت اسکی علوت سے اور بیقراری اسکی حالت سے ظاہر ہو رہی ہے خادم نے جام پیش کیا اس کے تیور بگڑ گئے اور جھنجھلا کر کہا۔

کیا خاک شراب پیوں تم جیسے نمک حرام لوگ جمع ہو گئے ہیں جن کو ایک ذرہ میرے آرام و آسائش کا خیال نہیں میں تم کو مالا مال تمہارے عزیزوں کو نہال کر رہا ہوں اسکا نتیجہ یہ ہے کہ تم دوست بن کر دشمن کی طرح مجھ کو اذیت پہنچا رہے ہو کسی کی مجال نہ تھی کہ اس عتاب کے سامنے جواب دیتا سب خاموش تھے تھوڑی دیر یہ سناٹا طاری رہا

اس کے بعد عمیر نے جرأت کی اور کہا۔
خلیفتہ المومنین کے اقبال سے مسلم کے قتل کی خبر آگئی اب ایک حسینؑ کا کانٹا ہے وہ بھی نکلا نمک حلال خادم اپنے آقا پر خون نثار کرنے کو ہر وقت تیار ہیں۔
یزید۔ بیہودہ بک بک کر و سب جھگڑوں کو بھول کر سعدہ اور اس کے باپ کا فرار ہونا تم نمک حراموں کے دامن پر سخت دھبہ ہے اور اگر اسکو حاضر نہ کروگے تو تم سب کو تہ تیغ کرونگا۔
عمیر۔ ابن حارث اسی تلاش میں گیا ہوا ہے آج چوتھا روز ہے اس کو آنا چاہئے تھا۔
یزید۔ فضول گفتگو مت کرو غروب آفتاب سے پہلے حاضری کا اقرار کیا تھا تجھے نہیں معلوم آج کا دن کس طرح اس کے انتظار میں میں نے بسر کیا ہے۔
ابن حارث اس جملے کے ختم ہوتے ہی دربار میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوا ایک ضعیف العمر انسان پا بہ جولاں اور ایک حسین لڑکی ساتھ تھی اس نے زمین چوم کر عرض کیا یہ سعدہ اور اس کا مکار باپ حاضر ہے۔
یزید۔ کیوں بے ایمان بڈھے تو نے وعدہ کیا تھا کہ سعدہ قصر شاہی میں داخل کر دی جائیگی بجائے ایفاء وعدہ کے تو اس کو لے کر فرار ہوا۔
بڈھا۔ ایک عورت کی عصمت زانی بادشاہ مسلمانوں میں کچھ وقعت رکھتی ہے یہ نا ممکن تھا کہ میری بیٹی کی آبرو میری زندگی میں تیرے ہاتھوں برباد ہوتی شیطان تجھ پر سوار ہے اور تو وہ کر رہا ہے کہ تیرے نام سے آسمان اور زمین تھرا رہے ہیں تو مسلمان ہو کر یہ چاہتا ہے کہ رعیت اپنی بہو بیٹیاں زنا کے واسطے تیری خدمت میں پیش کرے۔
یزید۔ قاضی عمیر اس گستاخ کمینہ کے واسطے شرع کا کیا فتویٰ ہے۔
عمیر۔ قتل۔
یزید نے گردن کا اشارہ کیا اور بڈھے باپ کی گردن جلاد کے پہلے ہی وار میں سعدہ کے سامنے زمین پر تڑپنے لگی اب یزید مسکرایا اور کہا ہاں اس لڑکی کو خوابگاہ میں

داخل کرو اور اب کہو کیا ہوا مسلمؓ قتل ہو گیا۔"

عمیر۔ جی ہاں۔

یزید۔ اور حسینؓ۔

عمیر۔ کوشش ہو رہی ہے کوفہ پہنچنے کی دیر ہے۔

یزید۔ جلدی کرو اور عبداللہ کو لکھدو کہ حسینؓ کا سر ہماری خدمت میں بھیجدے۔

(۳۰)

مَیں آج تم کو بہت ہی مغموم اور مضمحل دیکھ رہی ہوں تم مجھے بتادو کہ کیا وجہ ہے۔

عبید۔ کیا بتاؤں تم بھی سُن کر پریشان ہو گی اسوقت کچھ اور باتیں کرو کہ آج تمہارے والد ماجد میرے ہاتھ سے بچ ہی گئے ورنہ ان کو اپنی کرتوتوں کا مزہ آجاتا کیسا ضدّی شخص ہے۔

روز۔ لیکن تم کو مناسب نہیں کہ تم میرے سامنے ان کی اس طرح تذلیل کرو۔

عبید۔ کیا تم کو اب بھی ان کو بُرا کہنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

روز۔ اب کیا اور جب کیا وہ جیسے میرے باپ جب تھے ویسے ہی اب ہیں۔

عبید۔ اچھّا اب تو معاف کرو آیندہ ایسی غلطی نہ ہو گی۔

روز۔ ہاں بتاؤ تو سہی آج اسقدر افسردہ کیوں ہو اور ہاں تم نے ابتک اُس روز کی غیر حاضری کا کوئی عُذر نہ بتایا مجھ کو صبح سے وہیں کھڑے کھڑے شام ہو گئی یہانتک کہ والد صاحب قبلہ تشریف لے آئے۔

عبید۔ اس روز مکّار ابن زیاد نے ظالم یزید کے حکم سے ہمارے سفیر مسلم بن عقیل کو شہید کرنے کی کوشش کی دن بھر اسی چکّر میں رہا مگر مَیں خود وہاں تھا اور میرا دل تمہارے پاس ایک لمحہ کو بھی مَیں تمہاری تکلیف انتظار سے غافل نہ ہُوا اگر یہ ضرورت نہ ہوتی تو اور کوئی قوت ایسی نہ تھی جو مجھ کو یہاں پہنچنے سے روک دیتی (سوا موت کے)

روز۔ مجھے خوشی ہوئی کہ میرا محسن ایک ایسا شخص ہے جو اپنے مذہب کو اُتنا ہی عزیز رکھتا ہے جسقدر میں اپنے مذہب کو۔

عبید۔ مگر اُس روز کی تمہاری گفتگو اور برتاؤ سے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ تم بھی مسلمان ہو'

روز۔ تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ تم کو مجھ سے نہیں میرے اسلام سے تعلق ہے۔

عبید۔ نہیں یہ نہیں بلکہ یہ میری خوش نصیبی ہوئی اگر تم بھی اسلام جیسے سیدھے اور سچے مذہب کی قدر دان ہوئیں۔

روز۔ اور اب چونکہ میں اسلام کی قدر دان نہیں ہوں یہ تمہاری بدنصیبی ہے؟

عبید۔ نہیں نتیجہ یہ نہیں نکل سکتا۔ خیر۔ جانے دو۔

روز۔ کیوں جانے دوں۔

عبید مُسکرا کر خاموش ہو گیا۔

کھلے ہوئے میدان اور صاف ہوائیں صبح کے وقت دامن کوہ کے قریب عبید اور روز آہستہ آہستہ ٹہل اور اس طرح باتیں کر رہے ہیں متواتر تکالیف نے گو روز کا روشن چہرہ مضمحل کر دیا ہے لیکن اب بھی حُسن اِس کی صورت پر خود قربان ہو رہا ہے اس کے لباس میں کچھ فرق ضرور ہے مگر اس حالت میں بھی ملاحت اِس کے قدموں میں لوٹ رہی ہے کپڑے سر سے پیر تک عیسائیوں کے ہیں مگر کاسنی شریم (دوپٹہ) قیامت برپا کر رہا ہے عبید اس چکور کی طرح جو چاند پر دُور سے قربان ہوتی ہے نظروں ہی نظروں میں چاند سے چہرہ پر فدا ہو رہا ہے قصد کرتا ہے کہ سیاہ چمکدار گھونگر والے بالوں کو جو ہوا کی کثرت سے پریشان ہو گئے ہیں درست کروں مگر ہمت نہیں پڑتی ہاتھ بڑھاتا ہے مگر رُعب حُسن اجازت نہیں دیتا آنکھوں میں قوت اور صورت میں خوشامد کی ایک موج آتی ہے اور گذر جاتی ہے۔

روز۔ ہاں تو مسلم بن عقیل کے برخلاف ابن زیاد اگر آمادہ ہُوا ہے تو کیا مُسلمانوں میں ایک بھی

اِس قابل نہ رہا کہ اِس مردود کو قتل کر دیتا مَیں عورت ہوں اور یہ کہنا مشکل ہے کہ میرا مذہب کیا ہے لیکن ابن زیاد کیا یزید کا سر اُڑا نے کو موجود ہوں۔

عبید۔ افسوس تو اسی کا ہے کہ اس مکار کا داؤ کوفیوں پر چل گیا اور بزدل حکومت کے اثر اور طاقت سے اسقدر گھبرا گئے کہ ایک متنفس نے ساتھ نہ دیا اور مسلم تن تنہا شہید کر دیئے گئے

روز۔ کیا شہید کر دیئے گئے۔

عبید۔ ہاں اور ان کے دو معصوم بچوں کا پتہ نہیں کہ کہاں ہیں۔

روز۔ افسوس افسوس ستم غضب تم پر تمہاری قوم پر عبید شرم شرم تم زندہ رہو اور اُس رسولؐ کے خاندان پر جسکا کلمہ پڑھتے ہو یہ آفت آجائے۔ مَیں اگر خدا کو منظور ہے تو مسلم کے خون کا عوض یزید سے لونگی اور تم اگر سچے مسلمان ہو تو امام کے قدموں پر اپنی جان قربان کر دو اور یقین رکھو کہ تمہاری قربانیاں اُن ارمانوں کو جو آج ہمارے دلوں میں موت کے بعد۔

(۱۳)

دُنیا اس سے زیادہ خوفناک منظر مشکل سے دیکھے گی جو آج کوفہ کی سرزمین دیکھتی ہے مسلمان جس مقدس نام کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں جسکی شفاعت کو مغفرت کا سبب سمجھتے ہیں اس کی رحلت کے پچاس سال بعد اس کے پیاروں کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں کہ آسمان کانپتا ہے اور زمین تھراتی ہے مسلم بن عقیل نے آخر وقت اپنے بے بس اور بیکس بچوں کو مکہ کی سڑک پر چھوڑا اور کہا اگر تقدیر امام کی خدمت میں پہنچا دے تو بد نصیب باپ کا حال جسقدر کہہ سکتے ہو کہہ دینا معصوم ہستیاں ننھے ننھے قدموں سے بھاگم بھاگ چلیں مگر ساری رات رستہ طے کیا مگر تقدیر بچوں کی کوشش پہ ہنس رہی تھی صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ مسلم کے بھولے مسافر رستہ بھول گئے اور ٹھوکتے ٹپکاتے جہاں سے چلے وہیں موجود ہیں کوفیوں کی بیوفائی سے آگاہ ابن زیاد کی تجویز سے باخبر اور انعاموں کے اعلان سے آشنا تھے جنگل شہر کی آبادی سے قریب تھا آفتاب نے اپنے قدم سُرعت سے بڑھائے لوگوں کی آمد ورفت شروع ہوئی

اجنبی بچوں پر جن کی پیاری پیاری صورتیں گرد و غبار سے اٹی اور پھٹے پرانے کپڑے اور خون آلود پاؤں غریب الوطنی کا ثبوت تھے آنے جانے والوں کی نگاہیں پڑنے لگیں ابھی دن زیادہ نہ چڑھا تھا کہ دونو بھائی جان کے خوف سے دریا کے کنارے پر ایک درخت کے کھوکھلے تنے میں چھپ گئے تاکہ کوئی پہچان کر پکڑ نہ لے درخت پانی پر چھایا ہوا تھا ایک عورت گھڑا بھرنے آئی دیکھتی ہے تو مدھم آفتاب دریا کی لہروں میں دو صورتیں پیش کر رہا ہے اوپر نگاہ اٹھا کر دیکھتی ہے تو دو معصوم بچے ایک دوسرے سے لپٹے چھپے بیٹھے ہیں عورت تھی دل کٹ گیا پوچھا کون ہو۔

بچے اتنا سنتے ہی سہم ہو گئے مسلم کی شہادت اور بچوں کی کیفیت بچہ بچہ کو معلوم تھی کہنے لگی کیا مسلم کے بچے ہو خاندان رسالت کے لال جھوٹ نہ بول سکتے تھے گردنیں ہلائیں کہ ہاں عورت نے نیچے اتارا اور دونو کو لے کر اپنے آقا کے پاس آئی۔

گھر کی مالک ایک مخلص مسلمان عورت تھی دونو بچوں کو کلیجہ سے لگایا کھانا کھلایا پانی پلایا اور کہا کلیجہ کے ٹکڑو ان ننھے ننھے قدموں پر جن کو کانٹوں نے لہولہان کر دیا قربان ہو جاؤں میری تقدیر ایسی کہاں اس گھر کے نصیب جاگ گئے کہ تم آئے دل اور جان دونوں تم پر قربان ہو جائیں تو زہے نصیب۔

دن بھر مہمان نواز عورت بن باپ کے بچوں پر پروانہ وار نثار ہوتی رہی یہانتک کہ رات نے بن ماں کے بچوں کو اپنے آغوش میں لیا عورت کا لڑکا حارث دولت کا عاشق اور عزت کا دلدادہ ابن زیاد کا مرید اور یزید کا ہوا خواہ تھا اور کئی دفعہ کہہ چکا تھا کہ اس سلسلہ میں کوئی کام ایسا ہو جائے کہ دربار یزید تک رسائی ہو کر مالا مال ہو جاؤں اب اسکے آنیکا وقت تھا ماں ڈری کہ لڑکا اہلبیت کا دشمن اور ظالموں کا دوست ہے ایسا نہ ہو لے وارث بچوں کو اذیت پہنچائے شام ہی سے کوٹھری کھول بچھونے بچھا کھانے کھلا اطمینان سے سلا دروازہ بند کر قفل لگا دیا۔

چھ اور آٹھ برس کے بدنصیب بچوں کی ماں اسوقت سرزمین کوفہ کی ایک کوٹھری تھی

جن نے تھکے ہارے معصوموں کو لوری دے کر سُلایا آج دوسری رات تھی کہ بن ماں کے بچّے باپ کی شفقت سے محروم لیٹ کر سوئے حارث گھر میں گیا تو چیختا پیٹتا بگڑتا بگڑاتا اور یہ کہتا ہُوا۔

صُبح سے شام ہوگئی دن بھر مارا مارا پھرا کونہ کونہ اور چپّہ ... ڈالا یہ گرمی کا پہاڑ سا دن تھا میرے سر پر گزرا مگر بچّوں کا کہیں پتہ نہیں۔

ماں۔ کیسے بچّے کس کے بچّے۔

حارث۔ وہی مسلمؑ کے بچّے ایک ہزار درم کا انعام ہے نہ معلوم کس خوش قسمت کو ملیگا ہماری تقدیر ایسی کہاں۔

ماں۔ اے بیٹا ایسا روپیہ کس کام کا بیگناہ بچّے خاندان رسولؐ کے بچّے حارث دُنیا سدا نہ رہیگی یہ جان ایک روز جانی ہے کبھی خدا اور اس کے رسولؐ کو بھی مُنہ دکھانا ہے۔

حارث۔ ایسی فضول باتیں مت کر خدا اور اس کے رسولؐ کے واسطے بھوکا مروں اور بھیک مانگوں۔

ماں۔ یہ بھوک اور بھیک اس عزّت اور دولت سے بہت بہتر ہے خدا سے ڈر اور مرنے کو مرنا سمجھ۔

ماں اسکے بعد خاموش ہوگئی شقی القلب حارث لیٹا ہُوا اپنے شکار کی دُھن میں غرق تھا کروٹیں لیتا تھا مگر نیند کسی طرح نہ آتی تھی آدھی رات کے قریب اسی طرح گزر گئی بدنصیب بچّے تھکے ہارے لیٹتے ہی لیٹ کر سوگئے تھے اسوقت چھوٹے کی آنکھ کھُلی اندھیرا گھُپ تھا اور باپ کی جُدائی ننھے سے دل پر نشتر کا کام کر رہی تھی ڈر کے مارے چیخ اُٹھا اور باپ کو آوازیں دینے لگا بڑے کی بھی آنکھ کھُلی اور یہ وہ گھڑی کہ ایک آٹھ برس کا بچہ چھوٹے بھائی کے واسطے باپ اور ماں دونو کا کام کر رہا تھا اسنے گلے سے لگایا اور کہا "سو جا بھائی سو جا"

چھوٹے کی چیخ اور بڑے کی تسکین حارث چونکا ہُوا دروازہ کے پاس آیا تو قفل تھا کنجی مِلی

کھولا چراغ لیکر اندر پہنچا تو دونو بچے لیٹے ہوئے پڑے تھے اُٹھایا اور پوچھا کون ہو۔

بچے جانتے تھے کہ یہ ہماری پناہ کا گھر اور گھر والے ہمارے دوست ہیں بڑے نے کہا حضرت مسلم کے بچے بالغ باغ ہو گیا جس کی آرزو میں نیند اور بھوک دونو اُڑ گئی تھیں وہ خدا نے گھر بیٹھے اِس طرح پوری کر دی خوشی کے مارے اُچھل پڑا دونو کے ہاتھ پکڑ باہر لایا اور کہنے لگا۔

دریا کا کنارہ جنگل کا درخت پہاڑ کے پتھر کوئی چیز تمہاری تلاش میں نہ چھوڑی اور تم میرے ہی گھر میں میری چھاتی پر مونگ دل رہے ہو ٹانگیں شل اور بدن چکنا چور ہو گیا اور تم مزے سے یہاں آرام کر رہے ہو میں تمہارے فکر میں رات بھر بچھونوں پہ کروٹیں لوں اور تم میرے گھر میں اطمینان سے سوؤ یہ کہکر حارث نے رات کے سناٹے میں دو دو تھپڑ اس زور سے پھول کے رخساروں پر لگائے کہ بچے بلبلا گئے ہوا نے تھپڑوں کی آواز سنی ماما اور بیوی نے وہ منظر دیکھا دونو تڑپ اُٹھیں بدنصیب ماسنگدل لڑکے کے پاس پہنچی اور کہا۔

معصوم مہمان خاندان رسالت کے چراغ ہیں انکو بیکس نہ سمجھ یہ آج بے وارثے سہی مگر کل جنت کے مالک یہ ہی ہونگے یہ ماں اور باپ دونو کی محبت سے محروم ہیں ان کے سر پر کوئی عزیز اور انکے ساتھ کوئی حمایتی نہیں مظلوم ہیں معصوم ہیں بے قصور ہیں بیگناہ ہیں انہوں نے دُنیا کا کچھ نہیں دیکھا بیعت کو نہیں سمجھتے ان کو انکی بدنصیبی تجھ جیسے جفاکار کے قبضہ میں لے آئی غور سے دیکھ ان آنکھوں میں آنسو نہیں قہر خدا ہے اور وہ قہر چشم زدن میں تیرا ناس کر دیگا حارث رحم کر موت اٹل اور حساب برحق سمجھ اسوقت کو غنیمت سمجھ ان ہاتھوں کو محبت سے پکڑ ان چہروں کو پیار سے چمکار ان بکھڑوں کی لپٹ کر بلائیں لے یہ ہاتھ منزل مقصود تک یہ چہرے خدا کی رضامندی تک اور یہ مکھڑے جنت الفردوس تک پہنچا دینگے دیکھ کس بیکسی سے سمجھ کس حسرت سے اور غور کر کس منت سے یہ تیری [illegible] دیکھ رہے ہیں وقت ان کو دغا دے چکا یہ پہلے ہی مُردہ ہیں مسلم جیسا باپ ان کے سر سے اُٹھ [illegible] امام جیسا چچا انکی آنکھ سے اوجھل ہے بھولے

بھٹکتے آگئے اور بھوک کے پیاسے پڑے ہیں ان کے پاؤں لہولہان ہیں انکے چہرے گردآلود ہیں ان کمزوروں کو جو بھوک کے مارے اور غم کے ستائے ہیں تجھ طاقتور سے جو جوانی کے زور میں چکنا چور رہے بچانیوالا اسوقت بظاہر کوئی نہیں مگر بہت جلد وہ وقت آئیگا کہ یہ شہ زور جسم کمزور اور طاقتور ہاتھ بیکار ہو جائینگے اب بھی سمجھ اور نادم ہو ان زہیر دلوں کی دعا لے ان بے بس ہستیوں کو کلیجہ سے لگالے حارث دین اور دنیا یہ دونوں کے بادشاہ ہیں ان کا وسیلہ زبردست ان کا گنجینہ عظیم الشان اور ان کا خزینہ لازوال ہے۔

ماں کی تقریر نے بدبخت حارث کا غصہ اور بھڑکا دیا اس نے ایک رسّی سے دونوں بچوں کے ہاتھ باندھے اور در سے لپیٹ دیا۔

نیند خوشی میں کہاں آئی باقی رات نہال نہال گذاری گھر میں پانچ آدمی حارث اس کی ماں اور ماما اور دونو گرفتار بچے حارث اپنی کامیابی سے ماں اور ماما اپنی تقدیر سے بچے اپنی گرفتاری سے پانچوں جاگ رہے تھے ایک نے اچھل اچھل کر دو نے تڑپ تڑپ کر اور دو نے بندھے بندھے رات کو اس حد تک پہنچایا کہ شہادت توحید و رسالت کی صدا ہوا میں گونجی دونو عورتیں سردار عالم کا نام سنتے ہی بلبلا اٹھیں اور کلمۂ توحید پڑھ کر حارث سے کہا۔

" اس پیام کو سن اس نام کی قدر کر او بدنصیب جسکے سامنے پتھر اور درخت پہاڑ اور دریا عاجزی سے جھک گئے اس سے قریب ہو کر کیا لیگا جسنے ایک ادنے اشارے سے دنیا کے بیڑے پار کر دیئے اس سے برگشتہ نہ ہو جسنے ایک چشم زدن میں لوہے کو پارس بنا دیا اس سے نہ اکڑ کان لگا کر سن مؤذن ان ہی بچوں کے جو آج تیرا شکار ہیں گیت گا رہا ہے "

حارث نے سوچا کہ اگر دونو زندہ بچے لیجاتا ہوں تو نہ معلوم کیا افتاد پڑے انکے سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لیجاؤں مسلمانوں نے جسوقت نعرۂ تکبیر بلند کیا اسوقت حارث دونو بچوں کی مشکیں باندھ کر کنارہ دریا پر لیگیا ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی ہنکاتا چلا اور دریا پر پہنچ کر کہا تم دونو الگ الگ کھڑے ہو جاؤ کہ میں تمہاری گردنیں کاٹوں۔

حارث کی ماما بچوں کے پاس آئی ان کے قدم چومے اور کہا۔

"وہ خدا جو دلوں کے حال جانتا ہے اس کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ میں تم کو دھوکا دے کر شہادت کے واسطے نہ لائی تھی مسلم کے بچوں تمہاری بیکسی پر قربان ہو جاؤں میں بیگناہ ہوں کیا کروں بے بس ہوں میرے پیارو میری تقدیر میں یہ گناہ لکھا تھا کہ درخت سے نکال کر اس ظالم کے پنجہ میں گرفتار کروا دوں"

اس کے بعد حارث کی ماں نے دونوں بچوں کو کلیجہ سے لگایا اور کہا۔

"سلطنت اُخروی کے شہزادوں یہ خبر نہ تھی کہ میری محبّت الیسی عداوت ثابت ہوگی اور مہمان نوازی یہ ستم ڈھائیگی نثار ہو جاؤں ان بھولی بھولی صورتوں پر گواہ رہنا کہ میں بے قصور ہوں علم نہ تھا کہ پیٹ سے وہ سانپ جن رہی ہوں جو کعبۃ اللہ کو ڈھائیگا اور چراغ مدینہ کو بُجھائیگا ماں کی طبیعت اسوقت بگڑ گئی اُسنے پلٹ کر بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور کہا جب تک یہ سر میرے جسم پر موجود ہے مُسلم کے یتیموں کا بال بیکا نہ ہونے دونگی یہ میرے مہمان تھے میرا فرض ہے کہ ان کے دُکھ پر اپنا سُکھ اور ان کی جان پر اپنی جان قربان کر دوں"۔

ماں نے یہ کہا اور حارث سے لپٹ کر تلوار اس کے ہاتھ سے چھیننے لگی اس چھینا جھپٹی میں ماما بھی شریک ہوئی مگر حب جاہ کا بھوت حارث کے سر پر سوار تھا دونوں عورتیں زخمی ہو کر گریں حارث کی آنکھوں سے آگ برس رہی تھی اسنے دونوں بچوں کو پہلے اچھی طرح مار کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا اور کہا "کہو پہلے کس کی گردن اُڑاؤں"

دونوں بچے سامنے کھڑے اسکا چہرہ بیگناہ نظروں سے دیکھ رہے تھے بڑے نے کہا "پہلے مجھ کو قتل کر دو کہ میں چھوٹے کی موت نہ دیکھوں" چھوٹے نے کہا "پہلے مجھ کو"

حارث نے دونوں کو برابر کھڑا کیا آفتاب نکل رہا تھا اور تلوار کی دھار چمک چمک کے بچوں کے کلیجے دھلا رہی تھی کہ سنگدل نے ایک ہی وار میں دونوں بچوں کو ذبح کر دیا۔

(۳۲)

حارث ملعون کنارہ فرات پر بیٹھا شراب پی رہا اور اس طرح دل ہی دل میں باتیں کر رہا ہے۔

یقیناً ابن زیاد نے میرے ساتھ بے ایمانی کی ان بچّوں کے قتل کا کیسا متمنّی تھا شہر بھر میں ڈھنڈورا پٹوایا ایک ایک سے گفتگو کی دُنیا بھر کو لالچ دلوایا انعام مقرر کئے بیقرار تھا مضطرب تھا خود بے ایمان نے مجھے یہ لفظ کہے ہیں کہ جبتک مُسلم کے بچّوں کا سر سامنے نہ آئیگا کھانا پینا سب حرام ہے تم سینکڑوں میں سے ایک تنا نہیں کہ میری اس آگ کو بجھا دے اس کانٹے کو نکال دے میں نے اس بدبخت بیوفا جھوٹے مکّار کیواسطے اپنی عاقبت برباد کی ماں کو مارا ماما کو مارا معصوم بچّوں کو قتل کیا کیسی حسرت سے آخر وقت دونوں نے میری صورت دیکھی ہے کیسے ڈرے ہوئے سہمے ہوئے آپس میں لپٹے ہوئے تھے میرا دل نہ پسیجا اور محض اس شقی کے خوش کرنے کو میں نے بچّوں کی گردنیں تن سے اُتاریں لیکن اس بے ایمانی کو دیکھو کہ باغ باغ لیکر گیا اور کہا کہ انعام دلوائیے اور مالامال کیجئے یہ دونو سر حاضر ہیں تو کیا طوطے کی طرح دیدے بدل گیا اور کہتا ہے تجھ سے یہ کس کمبخت نے کہا تھا کہ ان معصوم بچّوں کو قتل کر میں زندہ گرفتار کرنا چاہتا تھا کہ یزید کے دربار میں بھیجدوں یہ منشا نہ تھا کہ ان کو قتل کردوں اب میں مجبور ہوں یزید کو اطلاع دیتا ہوں وہاں سے تیرے واسطے جو حکم آئے ہائے میری تقدیر کیا مٹی پلید ہوئی ماں میری ماما میری گھر بار سب برباد ہوا وہ انعام اور اعزاز تو درکنار جان کے لالے پڑ گئے میرے قتل کا حکم عنقریب ہوا چاہتا ہے میں مکار سے اچھی طرح واقف ہوں۔ مقصد صرف یہی ہے کہ میں یزید تک نہ پہنچ سکوں کہاں بھاگوں کدھر جاؤں۔ رات سر پر آرہی ہے کوئی پناہ کی جگہ ورنہ بچانیوالا انسان نہیں کہ اس ظالم کو قائل کرے اور میرے احسانات گنوائے میں نے وہ کام کئے ہیں کہ عبداللہ اپنی حکومت بھی مجھے دیتا تو میری قدر پوری نہ ہوتی نہ یہ کہ میری جان کے درپے ہو جاتا کیسی قیامت کی گھڑی اور

مصیبت کا سامنا ہے میں نے اس دُنیا کے کارن اس زندگی کے واسطے کیا غضب توڑا یہ چاروں خون نامۂ اعمال میں کیسے لکھے گئے۔

حارث اسی طرح اپنے دل میں باتیں کر رہا تھا اِدھر ندامت رہ رہ کر اس کے کلیجہ پر چھُریاں چلا رہی تھی اُدھر جان کا خوف تھم تھم کر ہوش اُڑا رہا تھا موسم گرم تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ یہ بادِ سموم نہیں دوزخ کی لپٹیں ہیں جو جیتے جی میرا بدن بھلسا رہی ہیں ہوا درخت پانی زمین آسمان ہر سمت سے لعنت کے نعرے اور مذمت کی بوچھاڑ اس کے کان میں آرہی تھی وہ دفعتہً سنبھلا اور کہنے لگا۔

"کچھ بھی ہو عبداللہ ابن زیاد پھر بھی انسان ہے حیوان نہیں کہ میرے احسان فراموش کردے ایسا بے ایمان نہیں کہ مجھ جیسے باوفا کی جان کا دشمن ہوجائے یہ غصّہ اور نفرت یقیناً کوئی مصلحت تھی میں اسکے پاس جاؤں اور دیکھوں کہ اب کیا رنگ ہے۔"

یہ قصد مصمم کرکے حارث اُٹھا کپڑے پہنے ہتھیار لگائے اور گھوڑے پر سوار ہوکر آگے بڑھا ابھی چند ہی قدم چلا تھا کہ سامنے سے ایک گھوڑے سوار سرپٹ آتا دکھائی دیا اسکو دیکھ کر مختلف خیالات حارث کے دل میں آئے کبھی سمجھتا تھا کہ "عبداللہ کا قاصد میری تلاش میں پھر رہا ہے کہ میں اپنی خدمات کا صلہ لوں" کبھی سوچتا تھا کہ "یہ ضرور میرے واسطے کوئی خوشخبری لایا ہے" ساتھ ہی یہ بھی خیال آتا تھا "ممکن ہے کوئی اور ہو مجھ سے متعلق نہ ہو۔"

اب سوار قریب تھا وہ پاس آکر گھوڑے سے اُترا اور حارث سے کہنے لگا۔

"اُن بچّوں کا قاتل جن کو گور و کفن بھی نصیب نہ ہوا حارث نام تو ہی ہے"

حارث سوچ ہی رہا تھا کہ کیا جواب دے کہ سوار کی تلوار اس زور سے ہاتھ پر پڑی کہ کٹ کر الگ گرا ہاتھ کے گرتے ہی سوار فرطِ مسرت سے اُچھل پڑا حارث وار کا قصد کرتا ہی رہا کہ دوسرا ہاتھ بھی زخمی بنا اب سوار نے قصداً ایک ہلکا سا وار ٹانگوں پہ کیا اور حارث لڑکھڑاتا ہوا نیچے گرا۔

آفتاب غروب ہونے میں تھوڑی دیر باقی تھی حارث پڑا تڑپ رہا تھا کہ سوار نے کُتّے کی طرح اس کی ٹانگیں گھسیٹ کر بچوں کے پاس پھینکا اور کہا۔

یاد ہے وہ منظر جب یہ بیگناہ بچے تیرے ظالم ہاتھوں سے شہید ہوئے کیا گذر گئی ہوگی ان معصوم دلوں پر او ظالم قصائی جب ان کی بیگناہی تجھ سے سفارش کر رہی تھی اور رحم تجھ سے ہزاروں کوس دُور تھا دیکھ وہی دنیا ہے وہی دُنیا وہی آسمان ہے وہی زمین مگر تجھ کو اس ذلت کے ساتھ دُنیا رخصت کر رہی ہے اس اذیت کو نعمت اور اس تکلیف کو غنیمت سمجھ موت اس سے بہت زیادہ قیامت بپا کرے گی زمین تجھ کو جگہ نہ دے گی دریا تجھے قبول نہ کرے گا تجھ کو سر آنکھوں پہ جگہ دینے والی کلیجہ میں رکھنے والی سینہ سے لپٹانے والی ہوگی دوزخ کی وہ دھکتی ہوئی آگ ہوگی جو مارے گی اور جلائیگی بلائیگی اور مارے گی۔

دیکھا او بیلتن قدرت کے انتظام اور دُنیا کا بدلا مگر وہ بچوں کو شہید کرنیوالے تیرے طاقتور ہاتھ تھے وہ دو تو تیرے ایک ہاتھ کے بھی نہ تھے مگر تجھے یہ پیکر کو جہنم میں پہنچانیوالے ہاتھ ایک کمزور عورت کے ہیں سوار کے مُنہ پر نقاب تھی یہ کہکر اسنے نقاب اُلٹی تو حارث یہ دیکھکر کہ واقعی عورت ہے جوش میں غضبناک ہوگیا قصد کیا کہ اُٹھے اور بدلا لے مگر عورت نے مُنہ پہ ایک لات ماری اور کہا ایمان کی جس قوت کا مقابلہ تندرست جسم اور صحیح سالم ہاتھ پاؤں نہ کرسکے اسکے سامنے لنگڑے ہاتھ اور لولے پاؤں کیا کرسکتے ہیں۔

(۳۳)

دُھا شا و کلا یہ خوشامد نہیں جی چاہتا ہے کہ ان قدموں کو بوسہ دوں ان ہاتھوں کو آنکھوں سے لگاؤں اس دل کی پرستش کروں اور اس صورت پر قربان ہوجاؤں وزرا جنھوں نے یتیم بچوں کی حمایت کی یہ قدم جو خدا کی راہ میں اُٹھے قدر کے قابل ہیں تو نے عورت ہوکر مردوں کو مات کیا اور کوفہ والوں کو دکھا دیا کہ مسلمان عورتیں مذہب کے

جوش میں اس طرح مردوں پر بازی لے جاتی ہیں۔
روزؔ۔ میں چاہتی تھی کہ جب تک یزید مردود کا سر اس تلوار سے جدا نہ کر لوں یا خود امام عالی مقام پر قربان نہ ہو جاؤں تم سے بات نہ کروں تم اتفاق سے مجھے مل گئے میں حارث ملعون کا سر تمام کوفہ کو دکھاتی لائی ہوں مردوں کا ٹھٹ کا ٹھٹ عورتوں کا غول کا غول میرے ساتھ تھا اور ہر متنفس اس جہنمی پر ملامت بھیج رہا تھا لیکن افسوس ان کے اسلام پر کہ شقی القلب زندہ رہے ان کی زندگی میں معصوم بچے شہید ہو گئے اور ایک سے اتنا نہ ہوا کہ یتیموں کی حمایت کو اُٹھتا اور ظالم کے پنجہ سے چھڑاتا۔"
عبید۔کوفی کمبخت اگر اس قابل ہوتے تو یہ نوبت ہی کیوں آتی ان نمکحراموں پر ابن زیاد کا جادو چل گیا مسلم ان کی آنکھوں کے سامنے اور بچے انکے علم میں شہید ہوئے مگر ان کی رگ حمیت جوش میں نہ آئی روز! مجھے اجازت دے کر ان ہاتھوں کو بوسہ دوں۔
روزؔ نے تیوڑی پر بل ڈال کر عبید کی طرف دیکھا اور کہا سب سے پہلے کام امام کی حفاظت یا اپنی قربانی ہے اس کے بعد کوئی اور خیال ہمارے دل میں آنا چاہئے تم کیسے مسلمان ہو۔
روزؔ کا یہ فقرہ عبید کے جوش محبت کو دھیما نہ کر سکا اس نے روزؔ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا آنکھوں سے لگایا اور سر پر رکھ کر کہا۔
مجھ سے زیادہ خوش نصیب آدمی کون ہوگا جس کو یہ فخر نصیب ہوا۔
روز۔خیر یہ تو بتاؤ امام حسینؑ کے متعلق کیا خبریں ہیں میں نے سنا تھا کہ کوفیوں کی التجا پر حضرت مسلم نے آپ کو تشریف آوری کا خط لکھدیا تھا یہ کہاں تک صحیح ہے۔
عبید۔ یہ صحیح ہے اور تعجب نہیں کہ وہ صبح و شام یہاں پہنچ جائیں۔
روز۔ تو کسی طرح ان کو روکنا چاہئے کہ وہ یہاں تشریف نہ لائیں۔
عبید۔کوششیں بہت ہو چکیں مگر یہانتک دو ایک جلیل القدر صحابہ نے اس قصد کی

مخالفت کی مگر امام عالی مقام نے توجہ نہ فرمائی اور ان کمبختوں کے دھوکے میں آگئے ہیں علاوہ ازیں اُن کے یہاں پہنچ جانے کے بعد نہ معلوم یہاں کے واقعات کیا صورت اختیار کریں اس لئے یہاں سے جانا بھی مصلحت نہیں۔

روز۔ میں مکہ معظمہ چلی جاتی ہوں اور یہاں کے واقعات عرض کرتی ہوں۔

عبید۔ مگر یہ تو معلوم ہو گیا کہ وہ مکہ معظمہ سے روانہ ہو گئے اور عنقریب یہاں تشریف لائینگے۔

روز۔ اب تمھرام کوفیوں کا کیا خیال ہے۔

عبید۔ خیال کیا ہو گا یہ بدستور ابن زیاد کے ساتھ ہیں۔

روز۔ مگر امام کی تشریف آوری کچھ قیامت خیز نہیں ہے حسینؑ سردارِ عالم کے لخت جگر ہیں ان کی ایک اُنگلی کے اشارہ پر دُنیا بھر کے مُسلمان اُمنڈ آئینگے اور کوفی ضرور ان کے ساتھ ہونگے۔

عبید۔ میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

روز۔ مگر میں یقیناً کہہ سکتی ہوں۔

عبید۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

روز۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ مگر میرے ذہن میں ایک اور بات آتی ہے اس سے پہلے کہ امام یہاں تشریف لائیں ہم اس ابن زیاد کا کام کیوں نہ تمام کر دیں۔

عبید۔ بہت اچھی تجویز ہے۔

روز۔ تم نہیں اِس کام کو میں انجام دونگی۔

عبید۔ نہیں پہلے میں کوشش کرتا ہوں۔

اِس بحث پر دونو دیر تک گفتگو کرتے رہے سامنے سے گرد آتی دکھائی دی اور روز نے کہا اب تمہارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں تم اِدھر چلے جاؤ اور میں اُدھر۔ دونوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور اِدھر اُدھر چلے گئے۔

(۳۴)

وہی ذی الحجہ کی تیسری تاریخ اور ۶۰ہجری ہے یعنی وہ کمبخت روز جسنے حضرت مسلمؓ کے درخشندہ چہرے کو خون میں ملایا آفتاب ابھی طلوع نہیں ہُوا امام عالی مقام کا مختصر قافلہ کوچ کیواسطے تیار ہے نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد مسلمان جوق درجوق خدمت اقدس میں حاضر ہو رہے ہیں اور اپنے رسولؐ کے لخت جگر کو الوداع کر رہے ہیں ادھر آفتاب نے اپنا جگمگاتا چہرہ دُنیا کو دکھایا اُدھر سید ہمامؑ نے باواز بلند سلام علیک کہہ کر کوچ کیا۔

یہ مختصر گروہ جو امام کے اہل وعیال لونڈی غلام اور رفیق دوست سب مل ملا کر بیاسی آدمی تھے کوفہ کی سمت چلا جا رہا تھا جب منزل ثعلبہ پر پہنچے تو قیام کیا یہاں چاروں طرف سے لوگ آئے کوفیوں کی بیوفائی حضرت مسلمؓ اور ان کے بچوں کا انجام حرف بحرف سُنایا اس خبر کے سُنتے ہی امام حسینؑ سخت مضطرب ہو گئے بھائی اور بھتیجوں کی دردانگیز شہادت سے کلیجہ پکڑ کر رہ گئے اس سفر میں حضرت مسلمؓ کی ایک لڑکی ساتھ تھی فرط محبت میں اس کو بُلایا اور سینہ سے لپٹا کر اسقدر روئے کہ سب متعجب ہو گئے بچی نے یہ کیفیت دیکھ کر عرض کیا یا ابن رسولؐ اللہ آج خلاف عادت یہ گریہ کیا معنی رکھتا ہے یتیم بچوں کی طرح آپ بار بار میرے سر پر کیوں ہاتھ پھیر رہے ہیں کیا میرے باپ کی خبر موت آئی اب امام عالیمقام سے ضبط نہ ہوسکا اور فرمایا ہاں ایک بچی کیا تمام قافلہ سناٹے میں رہ گیا بعض کی رائے ہوئی کہ واپس چلئے لیکن زیادہ اس طرف مائل تھے کہ جب تک حضرت مسلمؓ کے خون کا بدلہ نہ لینگے واپس نہ جائینگے مجبوراً امامؑ نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا اور اسکے سوا چارہ نہ تھا ورنہ حضرت مسلمؓ کے قریبی عزیز یقیناً بدظن ہوتے۔

اسوقت وہ لوگ جو کوفہ جانیکے مخالف تھے اپنی رائے پر مصر ہوئے اور امام کا قصد متزلزل کر دیا مگر یہ وہ نازک وقت تھا کہ حضرت مسلمؓ کے عزیزوں نے عرض کیا کہ آپ واپس تشریف لیجائیے ہم اپنا قصد پورا کرینگے یہ ظاہر ہے کہ یزید کی طاقت کے مقابلہ میں ہم کوئی وقعت نہیں رکھتے

مگر یقین دلاتے ہیں کہ بیگناہ مسلم کی شہادت بہت کچھ رنگ لائیگی اور ہم سب قربان ہونگے۔
اسوقت امام عالی مقام نے تامل کے ساتھ غور فرمایا اور کہا۔

لاخیر فی الحیوٰۃ بعدکم لاخیر فی الحیوٰۃ بعدکم

تمہارے بعد زندگی کا کیا لطف اتنا فرما کر سید ہمام نے کوچ کا حکم دیا اور سیدوں کا یہ مختصر قافلہ کوفہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

(۳۵)

جس طرح تیرے حسن کی دور دور دھاک بیٹھی ہوئی ہے جس طرح خدا نے تجھ کو بےمثل صورت عطا فرمائی ہے جس طرح تو آج شہر کی جان اور ملک کا مول ہے اسی طرح تو اپنے اس حسن کی اس صورت کی اس نعمت کی اس دولت کی قدر کر اور اپنے واسطے وہ انتخاب کر جسکا ثانی اسجگہ کیا روئے زمین پر نہ ہو تو نے میرے قتل کا قصد کیا اور پہرہ والوں کی آنکھوں میں خاک ڈال میری خوابگاہ میں پہنچی اگر میرا خدا مجھکو مدد نہ دیتا اگر میرا اقبال میرے ساتھ نہ ہوتا اگر میری آنکھ نہ کھل جاتی تو میری موت میں کوئی کسر نہ رہی تھی میں تیرے جرم کی جو سزا دوں وہ کم اور تیری اس حرکت پر جو سلوک کروں وہ تھوڑا جانتا ہوں کہ دشمن ہے یقین ہے کہ جان لینے آئی مگر مجبور ہوں کہ یہ ظالم آنکھیں لاچار ہوں کہ یہ قاتل چہرہ کچھ نہیں کرنے دیتا تیرا قصور معاف کرتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ عمر کا بقیہ حصہ اس طرح بسر کرے گی کہ کوفہ کی حاکم ہوگی سلطنت کی مالک ہوگی میری میری جان و مال کی میرے دین و ایمان کی پوری مختار اور قطعی مالک۔

روز۔ میں تیرے قبضہ میں ضرور ہوں اور آفت نے مجھ کو مصیبت میں بیشک پھنسادیا میں اپنی کوشش میں ناکام اور قصد میں کامیاب نہ ہوئی لیکن مطمئن رہ کر تجھ جیسے نمکحرام کی طرف موت کے بعد بھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھونگی۔

عبداللہ۔ اس موہنی صورت پر یہ پتھر دل یہ کڑوی باتیں اور زہر آلود جواب مجھے شہد سے زیادہ میں اس صورت پر قربان ہونگا اس صورت کو سجدہ کرونگا سمجھ لے اچھی طرح کہ جس طرح مجھے

زیادہ طاقتور مجھ سے زیادہ بااختیار مجھ سے زیادہ حسین اور مجھ سے زیادہ متمول آدمی تجھ کو میسّر نہیں آسکتا اسی طرح مجھ سے بڑھ کر صادق مجھ سے بڑھ کر وفادار اور مجھ سے بڑھ کر قدردان بھی تجھ کو روئے زمین پر ثابت نہ ہوگا۔

روز۔ خاموش ہو جا کمبخت کمینے اور ایسی بات زبان سے نہ کہہ کہ دُنیا تیرا مضحکہ اُڑائے تو نے اپنی نالائقی کا تیری ہستی نے اپنی بیوفائی کا کافی و شافی ثبوت دیدیا او نمکحرام تو نے چند روزہ زندگی کیواسطے عارضی اعزاز اور فانی امتیاز کے کارن خدا سے اسکے رسولؐ سے اسکے احکام سے دغا کی تو نے مذہب بیچ کر ایمان کھو کر یہ عزت پائی یہ حکومت مول لی تجھ سے زیادہ ذلیل تجھ سے زیادہ بیوفا تجھ سے زیادہ بے ایمان کون ہوگا جب تو اُس کا نہ ہُوا جس نے تجھ کو سب کچھ دیا تو اس کا کیا ہوگا جو فانی ہے اور جس کو خود بقا نہیں۔

عبداللہ۔ نہیں مَیں یقین دلاتا ہوں وعدہ کرتا ہوں قسم کھاتا ہوں تحریر دیتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں یہ پاؤں دھو دھو کر پیونگا۔

روز۔ بس خاموش ہو جا زخم پر نمک نہ چھڑک تو تیرا یقین تیرا وعدہ تیری قسم تیری تحریر سب جھوٹے او ناشاد کمینے جس خدا کو برحق سمجھا اور سمجھتا ہے اسکی عدول حکمی جس رسولؐ کو صادق کہا اور کہتا ہے اس کے بچہ کی جان کا دشمن ابن زیاد زیادہ گفتگو نہ کر خوش نصیب تھا کہ بچ گیا اسی کو غنیمت سمجھ اور بھی زیادہ خوش نصیب ہوتا اگر قتل ہو جاتا مگر تقدیر تیرے اعمالنامہ کو پیٹ بھر کر برباد کرے گی تیرے مقدر میں مجھے اندیشہ ہے کہ در در کی لعنت اور گھر گھر کی پھٹکار نہ ہو تو خوش ہے کہ اسوقت کوفہ کی باگ تیرے ہاتھ میں ہے لیکن کبھی غور سے سُن اور توجہ سے دیکھ کہ رعیّت کا بچّہ بچّہ اور خلقت کا ایک ایک مرد تیرے نام سے نفرت کر رہا ہے تو نے کچھ شک نہیں اپنی قوت سے اپنے مکر سے مسلمانوں کی زبانیں بند کر دیں انکے ہاتھ روک دیئے اور انکے پاؤں کاٹ دیئے مگر جس طرح وقت کا ہر لحظہ گذرنیوالا ہے اسی طرح یہ مُسلمان اور تُو بے ایمان دونو گذر جائینگے لیکن اس کے بعد موت اسوقت تک جب تک

خدائے عزوجل کے ظلم سے قیامت اس عالم کو تہ و بالا کرے زندہ دُنیا اور سمجھدار مسلمان تجھ پر لعنت بھیجیں گے اور ان مسلمانوں سے نفرت کرینگے اگر منہ پر آنکھیں ہیں دماغ میں عقل ہے تو پھر سوچ اور نادم ہو غور کر اور توبہ کر کہ جب تو نہ ہوگا اسوقت مسلمان تجھ کو کس طرح یاد کرینگے مسلم بن عقیل کی شہادت معصوم بچوں کا دم واپسیں تیرے دامن پر وہ دھبہ ہے کہ سوا امام کی رضامندی کے کوئی پانی اس کو دھو نہیں سکتا۔

عبداللہ۔ جہانتک میرے امکان میں تھا میں نے عشق کی منزل میں اپنا کوئی قدم ڈگمگانے نہ دیا اب مجھے یقین ہے کہ تیرے سر پر قضا کھیل رہی ہے اور تُو جس سزا کی مستحق ہے اس کا مطالبہ کرتی ہے۔

روز۔ سُبحان اللہ سُبحان اللہ کتنا پائدار عشق اور کس قدر سچی محبت ہے واقعی عشق کے یہی معنی ہیں کہ آدمی رات کو پیدا ہو تو پچھلے پہر سے قبل اس کی منزلیں طے ہو جائیں اور طلوع آفتاب سے قبل اگر کامیابی نہ ہو تو محبوب مستوجب سزا سُبحان اللہ۔

عبداللہ۔ بس اتنی چرب زبانی ختم کر اور اچھی طرح سمجھ لے کہ محبت کا دور ختم ہُوا اب سزا کا آغاز ہوتا ہے

روز۔ محبت کے دور میں اسقدر ایسی ثابت قدمی تیرا ہی کام تھا تو نے عرب کی ناک رکھ لی مرحبا۔

عبداللہ۔ او گل اندام دیکھ اب بھی کچھ نہیں گیا ان باتوں میں کیا رکھا ہے عیش کر آرام کر خوش ہو اور خوش ہونے دے۔

روز۔ معاف فرمایئے۔

عبداللہ اس کے بعد آگے بڑھا دونوں ہاتھ روز کی گردن میں ڈالدیئے اور کہنے لگا۔

مَیں جانتا ہوں یہ تمکنت نسوانیت ہے بس اب ناز و انداز ختم کر جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔

روز اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ مُوذی کے پنجہ سے رہائی آسان نہیں امام عالیمقام کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے بہتر یہی ہے کہ کامیابی کی اور تدبیر سوچوں یہ خیال کرتے ہی اس نے عبداللہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا۔

"اگر تو نے مجھ سے بیوفائی کی"

شاید یزید کی موت اور اپنی تخت نشینی بھی ابن زیاد کو اسقدر مسرور نہ کرتی جسقدر روز کے اس فقرہ نے کیا اسکی مُردہ امنگوں میں جان پڑگئی وہ فوراً روز کے قدموں میں گرا اور کہنے لگا۔

"ہرگز نہیں ہرگز نہیں"

وہ اُٹھا دوڑا گیا اور شراب کے شیشے اُٹھا لایا روز کے سامنے رکھے اور کہا اپنے ہاتھ سے ایک پلا کر کلفت دُور اور رنج رفع ہو۔

روز کا وہ انکار اور گریز رفو چکر تھا وہ اسوقت ابن زیاد سے زیادہ اس پر فریفتہ تھی اسکے ہاتھ چومتی تھی شراب پلاتی تھی اور بظاہر خود بھی پی لیتی تھی یہ بھی عجیب منظر تھا کہ وہی روز جواب سے چند لمحہ پہلے باہر کے نوکروں اور پہرہ داروں کی آنکھ بچا کر اس لئے اس مکان میں داخل ہوئی کہ ابن زیاد کا سر تن سے جدا کرے اسوقت اس کے برابر بیٹھی شراب پلا رہی تھی متواتر جام ابن زیاد کے حلق سے اُترے اور نشہ کی یہ کیفیت ہوئی کہ اسکو مطلق ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے بیہوش ہو کر گرا اور بیخبر ہو گیا اب روز اُٹھی اسنے سب سے پہلے اپنی تلوار اُٹھائی خنجر لیا اور چور دروازہ کی راہ سے چلتی ہوئی +

(۳۶)

تجھ سے زیادہ بیوقوف عورت اور ذلیل انسان مینے آجتک نہیں دیکھا تو ایک ایسے باپ کی بیٹی جس کو مٹھی بھر کھجوریں بھی نصیب نہیں محل شاہی میں داخل ہوئی تجھے یاد نہ ہو مگر میری آنکھوں کے سامنے تیرا وہ وقت ہے جب تو یہاں آئی اور تیرے بدن پر ٹھیک کپڑا اور ثابت روانہ تھی خوش قسمتی سے تو مجھ تک پہنچی رحم سلطانی تیرا شفیع ہوا اور تو کنیزوں کے زمرہ میں شامل ہوئی بہتر سے بہتر کھانا اچھے سے اچھا کپڑا تجھ کو عطا ہوا اور محبوبہ خاص سمجھی گئی تجھ کو اس پر وہ فخر کرنا مناسب تھا کہ تیری وہ عزت ہوتی جو تیرے خاندان میں کیا تیری سات پشت میں بھی کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی ان نعمتوں کا نتیجہ ان انعاموں کا

بدلا تو نے یہ دیا کر خودکشی کی اور بدنصیب تو نے اپنی جان کھوئی کسی کا کیا گیا تو نے میرا اور خدا کا جن دونوں نے تیرے ساتھ یہ سلوک کیا گیا اچھا شکر ادا کیا ہے یہ خودکشی کیا معنی رکھتی ہے اگر تجھ کو غیرت تھی حیا تھی تو تو نے اُسی روز جب یہاں حاضر ہوئی ہے زہر کھایا ہوتا آج پانچ مہینہ بعد جب دُنیا بھر کے لُطف اُٹھا چکی لذیذ غذائیں کھائیں نفیس کپڑے پہنے تُو نے خودکشی کر کے کیا لیا مینے جسوقت سے یہ خبر سُنی متعجب ہوں ہنستا ہوں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ تو کتنی بیوقوف اور کیسی ناشکری ہے۔

سعدہ۔ میں خدائے واحد کی ایک ادنیٰ شکر گذار کنیز ہوں تجھ جفا کار زانی نے میری عصمت برباد کی میرے باپ کو میری آنکھوں کے سامنے قتل کیا مَیں تیری منکوحہ بیوی نہ زرخرید لونڈی مگر مجبور تھی کہ زہر مجھ کو میسّر نہ آسکا کہ تجھ ظالم فاسق کی محبت سے رہائی پائی جاتی مینے آجتک تیرے لذیذ کھانے حرام سمجھے تیری نفیس پوشاکیں سوا اُسوقت کے جب تیرے سامنے گئی حرام قطعی خیال کیں مَیں اس گناہ کو جو تجھ فاسق کے ساتھ شب در روز ہُوا ایک لمحہ کے واسطے برداشت نہ کر سکی مجبور تھی کہ موت اختیاری نہ تھی میرا بس چلتا تو تجھ بدبخت کو مار کر مرتی۔

یزید۔ تجھ کو معلوم ہے کہ تو کس سے باتیں کر رہی ہے۔

سعدہ۔ ایک نافرمان غلام ایک فاسق انسان اور ایک زانی مسلمان سے۔

یزید۔ تجھے معلوم ہے کہ مَیں کیا اختیار رکھتا ہوں۔

سعدہ۔ اچھی طرح معلوم ہے کہ کچھ نہیں۔

یزید۔ تیری موت میرے اختیار میں ہے۔

سعدہ۔ غلط قطعاً غلط۔

یزید کی آنکھ سے آگ برس رہی تھی اسکا چہرہ غصہ میں سُرخ تھا اسنے اس سعدہ کو جو اپنی عصمت پر قُربان ہو رہی تھی اور دُنیا میں چند ساعت کی مہمان تھی ایک ہی پنجہ مارا اور کہا

تو دُنیا سے رخصت ہو رہی ہے اور اس بُری طرح کہ خدا دشمن کو بھی نہ لیجائے۔

سعدہ۔ تجھ کو بھی رخصت ہونا ہے میری اذیّت اور ذلت میں اگر خدا کو منظور ہے تو شاید راحت اور عزت پوشیدہ ہو لیکن شقی ازلی تیری رخصت وہ ہو گی جس کے بعد ذلّت کا خاتمہ ہو گا اذیت کی انتہا۔

سعدہ کی حالت لمحہ بہ لمحہ خراب ہو رہی تھی وہ چند مہینے بالجبر یزید کے محل میں رہی اور ہمیشہ خواہشمند رہی کہ زہر کھا کر زندگی کو وداع کہے آج وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوئی زہر پورا اثر کر چکا تھا زبان بند ہو گئی آنکھیں پھر گئیں یزید دانت ہی پیستا رہا اور اس کی روح نے عالم بالا کو پرواز کیا۔

(۳۷)

امام عالی مقام کی تشریف آوری کی خبریں کوفہ اور گردونواح میں مشہور ہو چکیں مگر ابن زیاد کا رُعب اسقدر چھا چکا ہے کہ ہر مسلمان خاموش ہے اور کسی کی اتنی ہمّت نہیں کہ گھر میں امام کی تشریف آوری کا ذکر ہی کر سکے ایک ہزار سوار جن کا سپہ سالار حر بن یزید ریاحی ہے گرفتاری کے واسطے آگے بڑھے۔

کوفہ ذو منزل دُور تھا کہ مقام سرات پر لشکر عبداللہ کی مڈبھیڑ سادات کے قافلے سے ہوئی یہ وہ وقت تھا کہ حر امام عالی مقام کو گرفتار کرتا اور ابن زیاد کے حکم کی تعمیل کر کے ترقی اعزاز کا خواہشمند ہوتا مگر اس کے دل نے صدا دی کہ دُنیا ہمیشہ رہنے کا مقام نہیں سیّد مظلوم بیگناہ ہے اور یہ وہ مبارک ہستی ہے جسکے اونٰے اشارہ سے راحت ابدی میسّر ہو گی لعنت میرے مقصد پر مجھ پر میرے خیال پر اگر اسوقت امام کا ساتھ نہ دوں یہ آزمائش کا موقعہ اور امتحان کا وقت ہے اور یہ مُنہ ایک روز شفیع محشر کو بھی دکھانا ہے جنت مُفت میں مل رہی ہے چوکا تو مجھ سے زیادہ بد نصیب کون ہو گا یہ فیصلہ کرنیکے بعد حُر خدمت امام میں حاضر ہُوا لشکر نے سمجھا بیعت یزید کیواسطے

جاتا ہے اور چلتے وقت ابن زیاد نے بھی یہ ہی فہمائش کر دی تھی کہ پہلے بیعت یزید پیش کرنا اگر کرلیں تو فبہا ورنہ گرفتار کرنا اور حاضر کرنا امام ہمام کو خبر ہوئی تو خندہ پیشانی باہر تشریف لائے اور حُر سے ملے۔

حُر نے دست بستہ یہ عرض کی کٹ جائیں یہ ہاتھ اور ٹوٹ جائیں یہ پاؤں اگر جگر گوشۂ رسولؐ کے واسطے ذرہ بھر بھی حرکت کریں مولا حاکم کے حکم سے مجبور تھا حاضر ہو گیا دُنیا کا میدان وسیع اور خدا کا مُلک پڑا ہے دشمن بر سرِ پیکار اور ظالم وحشی خونخوار ہے جدھر مُنہ اُٹھے تشریف لیجائیے قیام مصلحت اور توقف مناسب نہیں۔

حُر کی یہ تجویز سیدّ مظلوم کی سمجھ میں آگئی اور یہ خاندان رسالت کا یہ چھوٹا سا قافلہ راتوں رات ایک طرف چل کھڑا ہُوا قمری مہینہ کی ابتدائی راتیں تھیں جنگل اندھیرا گھُپ رستہ نامعلوم کئی دفعہ جانے کا قصد کیا رات بھر چلے دن بھر چلے مگر جب دیکھا اسی گرد و نواح میں موجود اور بچّوں کا ساتھ مجبور یہ ہی مناسب معلوم ہُوا کہ دشت کربلا میں قیام کردں الحکم للہ رضینا برضاء اللہ۔

ابن زیاد کی ڈاک امام ہمامؑ کے برابر لگی ہوئی تھی اور رتی رتی حال معلوم کر رہا تھا حُر کی مفصل کیفیت تو اُسے معلوم نہ ہو سکی اور نہ یہ پتہ چلا کہ قاصد جس کو قاتل بنا کر بھیجا تھا غلام ہو گیا ہاں اتنا سُن لیا کہ بیعت یزید سے امام کو بدستور انکار ہے اسوقت اسنے ایک دوسرا قاصد خدمت اقدس میں روانہ کیا اور کہلا بھیجا رسالتؐ کی آن اور نبوّت کی بُو دماغ سے نکال دیجئے اگر جان بچانی ہے تو بیعت پر سبقت کیجئے ورنہ سمجھ لیجئے کہ جان اور مال عزت اور آبرو سب برباد ہوگی عورتوں کی ناموس اور بچوں کی جانیں سب خاک میں ملا دونگا۔

قاصد پہنچا اور ابن زیاد کے الفاظ دوہرا کر جواب کا طالب ہُوا اور یہ بھی کہدیا کہ تامل اور غور کا وقت نہیں جو کچھ کہنا ہے تڑ بڑ کہد یجئے یا اِدھر یا اُدھر۔

قاصد کے الفاظ اِسقدر سخت اور ابن زیاد کا پیام ایسا نامعقول تھا کہ امام علیہ السلام

کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہوگیا اور آج ان کو معلوم ہُوا کہ مسلمانوں میں ایسے بے ایمان بھی موجود ہیں کہ جس نام پر قربان ہونا ان کے لئے باعث فخر ہے اس کی اس طرح توہین بھی کرسکتے ہیں چند لمحہ خاموش رہے اور اس کے بعد قاصد سے فرمایا "مالدٰعندی جواب" میرے پاس اِس کا کوئی جواب نہیں ؛

(۳۸)

تُم نمک حراموں میں سے ہر شخص گردن زدنی ہے۔ عورت ذات تمہاری آنکھوں میں خاک جھونک کر نکل جائے اور تُم بے غیرت زندہ رہو تم نے اپنی طرف سے میرے مارنے میں کسر نہ چھوڑی وہ اندر داخل ہوئی وار کرنیوالی تھی کہ اتفاق سے میری آنکھ کھُل گئی آوازیں دیں چیخا چلّایا لیکن تم کو ایسا سانپ سونگھ گیا کہ مطلق خبر نہ ہوئی اگر اسوقت میرے اوسان کام نہ کرتے تو یقیناً میں کبھی کا مرچکا ہوتا تکیہ نے اسوقت سپر کا کام دیا اور میری جان بچی یہ کچھ ہنگامہ ہُوا مگر شاباش تمہاری نمک حرامی پر کہ ٹس سے مس نہ ہوئے اس شراب کمبخت نے مجھے تباہ کیا کہ میں بیہوش ہُوا اور وہ چلدی اگر تین روز کے اندر تم اس کو ڈھونڈھ کر نہ لائے تو سب کی گردن اُڑا دونگا اس کی شناخت آسان اور اس کا پتہ سہل صورت میں بےمثل ایک چاند ہے چمکتا ہُوا ایک پھُول ہے مہکتا ہُوا بظاہر لباس عیسائی تھا مگر مجھے یقین ہے یقین کامل کہ وہ مُسلمان ضرور مُسلمان تعصب اس کو لایا حُبّ رسولؐ نے اس کی ہمت بڑھائی اور شوق جنت نے اس سے وار کروایا۔

مُلازم۔ کچھ شک نہیں ہماری آنکھوں پر پردے پڑگئے وہ شعبدہ باز تھی جادوگر تھی کہ ہم کو مُردہ بنادیا ہم آج تین روز سے خود اس کی تلاش میں چاروں طرف سرگرداں پھر رہے ہیں کوفہ اور بصرہ کیا دُور دُور دیکھ آئے اس ظالم کا پتہ نہیں چلتا اگر مُسلمان ہوتی تو کوفہ میں موجود ہوتی ایک ایک گلی چھانی ایک ایک گھر ڈھونڈا مگر کہیں پتہ نہیں چلتا صرف اتنا سُراغ ملا کہ وہ مسلمان نہیں عیسائی ہے اور پلیٹیو کی لڑکی ہے۔

عبداللہ۔ اس کا عیسائی ہونا قیاس میں نہیں آتا اپنی جان پر کھیل کر یہاں پہنچنا عیسائی سے واسطہ کیا مگر تم کو پتہ چلا تو تم پلیٹیو تک کیوں نہ گئے۔

ملازم۔ گئے کیوں نہیں دونو میاں بیوی پلیٹیو اور میرینا حاضر ہیں مگر ہم کو کچھ نہیں بتاتے اور یہ کہتے ہیں کہ عبداللہ کے سامنے بیان کرینگے۔

عبداللہ۔ کہاں ہیں؟

ملازم۔ گرفتار ہیں۔

عبداللہ۔ حاضر کرو۔

پلیٹیو اور اس کی بیوی میرینا دونو حاضر کئے گئے پلیٹیو نے جھک کر زمین چومی اور ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑا ہو گیا۔

عبداللہ۔ ہم نے تمہارے ساتھ جو کچھ سلوک کیا اس کا یہ ہی معاوضہ ہونا چاہئے تھا کہ تمہاری لڑکی ہماری جان کی خواہاں ہو۔

پلیٹیو۔ کیسی لڑکی کس کی لڑکی وہ ایک نہایت نافرمان اور ناہنجار عورت ہے ہم نے اس کی پرورش کی پالا پوسا اور جب وہ جوان ہوئی تو ہم سے فرنٹ ہو گئی۔

عبداللہ۔ مگر وہ ہے کہاں؟

پلیٹیو۔ ہم کو مطلق خبر نہیں ہمارے پاس سے فرار ہوئے مدتیں ہو گئیں۔

عبداللہ۔ اگر وہ ہاتھ آجائے تو تم میرا نکاح اس سے کر سکتے ہو۔

نہایت خوشی سے۔

عبداللہ نے نوکر کو اشارہ کیا گرفتار میاں بیوی کی مشکیں کھول دی گئیں۔

میرینا اسوقت تک خاموش تھی اب وہ آگے بڑھی اور عبداللہ سے کہا۔

ہم پرانے نمک حلال اور آپ ہمارے قدیمی محسن ہیں ہم کو اس کا علم ہوتا تو اسکو نہایت خوشی سے خدمت میں پیش کرتے ہمارے واسطے یہ نذر قابل فخر ہوتی ہم کیا کریں وہ کمبخت

ہم کو دھوکا دے گئی۔

عبداللہ۔ مگر یہ تو بتاؤ جب وہ عیسائی ہے تو اس کو مجھ سے ایسی عداوت کیوں پیدا ہوئی۔

پلیٹیو۔ اس کی وجہ ہے مجھے بیان کرنے میں عذر نہیں اگر اجازت ہو۔

عبداللہ۔ ضرور کہو۔

پلیٹیو۔ بات اصل یہ ہے کہ وہ بظاہر عیسائی ہے اس لئے کہ اس نے عیسائیوں میں پرورش پائی مگر درحقیقت وہ مسلمان ہے اور اگر میرا خیال غلط نہ ہو تو میں کہوں گا کہ وہ ایک مسلمان جوان عبید کے دام محبت میں گرفتار ہے ہم نے اپنے عقائد کے بموجب جب اس کا اسلام معلوم ہوا تو چاہا کہ بریلیو کریں اور اس کو قربان کر دیں۔ یہ تمام تیاری ہو چکی تھی اور بریلیو کا سامان بالکل مکمل تھا کہ عبید تیغ برہنہ ہاتھ میں لئے پہنچا اور ہمارے مذہبی معاملہ میں ہارج ہوا ہم چونکہ محکوم ہیں اس لئے خاموش ہو گئے۔

اس روز سے وہ کمبخت بالکل آزاد اور عبید کے ساتھ ہے سردار! عبید نے ہم پہ جو ستم توڑا ہمارے ہی کلیجہ جانتے ہیں چونکہ وہ مسلمان ہے ہماری ہمت نہیں پڑتی کہ اس سے بدلا لینے کا خیال بھی دل میں لاسکیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ اس نے ہماری زندگیاں تاراج برباد کر دیں۔

عبداللہ۔ ایک شخص نے جو فرضی جھوٹا اور مکار تھا تم کو اسقدر اذیت دی جب تک اس کے پاس کوئی تحریری حکم ہمارا نہ تھا تم پر تعمیل فرض نہ تھی اگر تم ایسے شخص کو قتل بھی کر دیتے تو باز پرس نہ ہوتی اس بے ایمان کا نام میرے کان تک پہلے بھی پہنچا ہے اور میں اس کے فکر میں ہوں خیر تم گھبراؤ نہیں بہت جلد میں اس کو ان بدمعاشیوں کا مزہ چکھاؤں گا اور مرجینا کو تم سے ملا دوں گا۔

پلیٹیو اس کے بعد خاموش تھا لیکن عبداللہ کے اس فقرہ نے کہ بہت جلد ملوا دونگا مرجینا کے زخم ہرے کر دیئے اس کی آنکھ میں آنسو آ گئے اور اس نے رو کر کہا۔

ہماری تقدیر ایسی کہاں کہ ہم اس کی دوبارہ صورت دیکھیں سردار میں نے بڑی بڑی مصیبتیں اُٹھا کر اس کو پالا مگر مجھے خبر نہ تھی کہ یہ اس طرح مجھ سے فرنٹ ہو جائیگی اور ایک سوکہ باز کے چنگلوں میں گرفتار ہو کر ہمارے تمام حقوق دل سے بھلا دے گی۔

عبداللہ۔ تم رو دمت صبر کرو اور خاطر جمع رکھو کہ عنقریب عبید کا سر تمہارے قدموں میں تڑپتا ہوگا اور تمہاری بچی تمہارے سینہ سے لپٹی ہوگی ۔

(۳۹)

میرا اصل منشا یہ تھا کہ کسی طرح میں اس امانت سے سبکدوش ہوتی جو میرے پاس ایک ایسی عورت کی تھی جواب دنیا میں موجود نہیں لیکن جب وہ لڑکی مرچکی تو امانت کا بھی ختم ہوا تم دونو میاں بیوی اس کی موت کے شاہد ہو کہ تمہارے سامنے اس کا دم نکلا اور تم دونو نے اس کو دفن کیا اب میری غرض اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ تم ایک مسلمان بھائی کی حیثیت سے میرے پاس رہو اور جو نعمتیں خدا نے اپنے فضل سے مجھ کو عطا کیں ان میں شریک رہو بیفکری سے کھاؤ اطمینان سے پہنو خوش وخرم رہو لیکن میں شروع سے دیکھ رہی ہوں کہ تمہاری بیوی یہاں خوش نہیں ان کو ایک ایک لمحہ ایک ایک سال ہے ایسی حالت میں مجھ کو تم پر جبر کا کوئی حق واختیار نہیں اگر تمہاری یہ ہی خواہش ہے تو بسم اللہ میں منع نہیں کرتی۔

خالد کی بیوی۔ بیوی! تمہارے احسانات کا ہم کیا شکریہ ادا کریں تم نے ہم مُردوں کو زندہ کر دیا لیکن میں اپنے دل کا کیا علاج کروں برسوں گذر گئے مگر کلثوم ابتک اسی طرح میری آنکھ کے سامنے ہے اس کی تصویر ہر وقت پیشِ نظر ہے زیادہ نہیں صرف ایک دفعہ اس کی قبر کو بوسہ دے لوں مجھ کو ایک ہفتہ کی اجازت دیجئے ایک ہفتہ کے اندر ہی اندر ہم دونو خدمت میں حاضر ہو جائیں گے بھلا بیوی ہم اس در کو چھوڑ کر کہاں جائینگے۔

خالد۔ میں ایک ہفتہ کیا ایک روز کے واسطے بھی نہیں چل سکتا میری سمجھ میں یہ گھبراہٹ

مطلق نہیں آئی کہ کیوں اسقدر اضطراب ہے۔
گھروالی۔ میں اجازت دینے والی کون آپ لوگ میرے مہمان ہیں نوکر نہیں مجھ کو کوئی حق نہیں کہ زبردستی آپ کو روکوں۔
خالد کی بیوی۔ بحث صرف اسقدر ہے کہ ہمارے زاد راہ کا بھی کچھ انتظام ہوجائے۔
گھروالی۔ اس کا بھی خدا مالک ہے۔
خالد۔ میری عرض پر بھی تو توجہ فرمائیے اس کی قسمت کا پھیر ہے جو اس کو لیجا کر در در کی بھیک منگوائیگا۔
گھروالی۔ پہلے آپ دونو آپس میں تو فیصلہ کیجئے۔
خالد کی بیوی۔ میرا روکنا ایک ایسا ظلم ہوگا جس کی سزا قیامت کے روز ان کو ملے گی میرا دل بھڑک رہا ہے مجھ کو بچی کی قبر دیکھے کتنا عرصہ ہوگیا آخر انسان ہوں زیادہ نہیں صرف ایک ہفتہ کے واسطے کہہ رہی ہوں۔
گھروالی۔ اگر تمہاری بیوی اسقدر مصر ہیں تو مناسب یہ ہے کہ تم ان کو ایک ہفتہ کی اجازت دیدو آخر ماں ہیں طبیعت بیچین ہوگی فاتحہ پڑھ کر چلی آئینگی۔
خالد۔ مجھے آپ کے ارشاد کی تعمیل سے عذر نہیں مگر تنہا سفر میں بہت دقتیں ہونگی میں اندھا اس قابل نہیں کہ ساتھ جا سکوں مجھے جو لطف رات دن کے رونے اور اسکی یاد میں ہے وہ قبر پر میسر نہیں آسکتا آج چوتھا روز ہے میں نے اس کو خواب میں دیکھا خاصی بڑی ہوگئی ہے میرے پاس کھڑی ہے اور کہتی ہے گھبراؤ نہیں میں عنقریب تم سے آملونگی۔
خالد کی بیوی۔ یہ محض تمہارا خیال ہی خیال ہے مُردے بھی کہیں زندہ ہوئے ہیں۔
خالد۔ کیا عقلمند عورت ہے میں کہہ رہا ہوں کہ وہ مجھ سے آکر ملے گی ہاں یہ ضرور ہے کہ میں جاکر ضرور ملوں گا خداوند کریم اپنے حبیب کے طفیل سے مجھ کو موت کے بعد ایک دفعہ

اس کی صورت دکھا دے گا۔
خالد کی بیوی۔ تو اس میں کیا قباحت ہے کہ میں ایک دفعہ اس کی قبر پر ہو آؤں دیکھ لوں کہ کہیں مرمت وغیرہ کی تو ضرورت نہیں۔
خالد۔ اگر مرمت کی ضرورت ہوئی تو دام ہیں؟
خالد کی بیوی۔ میرے پاس نہیں ہیں تو نہ سہی مسلمان بچّی کی قبر برباد نہ ہوگی کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ بنوا دے گا۔
خالد۔ میری عقل کام نہیں کرتی کہ یہ کیا خبط ہے ایسی گھبراہٹ وجہ کیا رکھتی ہے۔
خالد کی بیوی۔ کسی اولاد والی ماں کے دل سے پوچھو۔
خالد۔ خیر میں خود چلوں گا اور اگر تقدیر میں ہے تو ایک دفعہ کعبۃ اللہ کی زیارت کرونگا ذیقعد میں چلیں گے۔

۱۸۸۰ء　　　(۴۰)

مگر تم اس بات کا پتہ مطلق یہ نہیں بتاتے کہ وہ بچّی تمہارے ہاتھ آئی کہاں سے تمہاری پرورش کا حق کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا مگر یہ معمہ سمجھ میں نہ آیا کہ باوجود تمہاری صحبت کے اس کے خیالات اسلام کی طرف کس طرح مائل ہوئے۔
پلیٹیو۔ ایہاالامیر میں خود اسی چکّر میں ہوں وہ میرے پاس جب آئی ہے اسکی عمر قریباً دو ڈھائی سال کی ہوگی بھلا اس عمر کا بچّہ مذہب کو کیا سمجھ سکتا ہے اس نے عیسائی باپ اور عیسائی ماں کی آغوش میں آنکھ کھولی ہم نے کبھی اس کو یہ موقعہ ہی نہ دیا کہ وہ اسلام کے متعلق کچھ معلوم کر سکے ہم خود حیران ہیں۔
عبداللہ۔ مگر میرے سوال کا جواب پھر بھی نہیں ہوتا میں دریافت کرتا ہوں کہ وہ تمہارے پاس آئی کہاں سے اور دو سال تک یعنی تمہارے پاس آنے سے پہلے کہاں تھی۔
پلیٹیو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

عبداللہ۔ آخر کیا ڈر تمہاری زبان بند کرتا ہے میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری لڑکی تم سے ملوا دونگا اور تم اس کا نکاح مجھ سے کر دوگے اور میری کوشش کو کامیاب بنانے میں مدد دوگے ؟

پلیٹیو۔ میں اس کا جواب کیا دوں۔

عبداللہ۔ تم کو دینا پڑے گا۔

اب پلیٹیو نے مفصل کیفیت بیان کی کہ میں اس کو کنوئیں سے نکال کر لایا تھا۔

یہ سرگذشت سن کر عبداللہ دنگ رہ گیا اور اسنے فوراً بشیر ابن سعد سے بلاکر کہا۔

مجھے خیال پڑتا ہے کہ ایک موقعہ پر یہ خبر مشہور ہوئی تھی کہ کسی قبر کے ڈہ جانے کی وجہ سے معلوم ہوا تھا کہ اس کے اندر کوئی لاش یا کفن مطلق نہیں ہے اور فرضی قبر ہے کچھ تم کو خیال ہے کہ وہ کیا معاملہ تھا۔

بشیر۔ ان باتوں کو بہت روز ہوگئے اس کے متعلق تحقیقات بھی ہوئی تھی لیکن کچھ پتہ نہ چلا واقعہ صرف اتنا تھا کہ ایک قبر کے پھٹنے سے معلوم ہوا کہ یہ قبر ہے تو نئی مگر اسمیں میت کا پتہ ہے نہ کفن کا اندر سے بالکل خالی ہے۔

عبداللہ۔ پلیٹیو میرا گمان ہے اور گمان غالب کہ وہ اسی لڑکی کی قبر ہے اور اس کو کسی کنوئیں میں پھینک کر یہ مشہور کر دیا کہ مرگئی۔

پلیٹیو۔ بیشک معاملہ یہی ہے۔

عبداللہ۔ اور اب وہ اپنے عزیزوں میں موجود ہوگی۔

پلیٹیو۔ میری رائے میں وہ عینک کے ساتھ ہے عزیزوں میں نہیں اگر عزیز محبت کے قابل ہوتے تو اس کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتے اور اس کے بعد وہ ان سے ملنا ہرگز گوارا نہ کرے گی میں اس کی طبیعت سے اچھی طرح واقف ہوں کینہ دوز لڑکی ہے

عبداللہ۔ اچھا بشیر تم اس کی ٹوہ لگاؤ کہ اس قبر کے ورثا میں سے کوئی بھی زندہ ہے

(۴۱)

یہ آخری وقت ہے گل اندام روز اجازت دے کہ جو ارمان آجتک پورا نہ ہوسکا اور اب جس کے پورا ہونے کی امید بھی منقطع ہوگی وہ صرف اس طرح پورا ہوجائے کہ ایک دفعہ اس سر کو اپنے سینہ سے لگالوں۔

روز۔ عبید تمہاری خفیف الحرکتی مجھے ہمیشہ ناگوار رہوئی اس مصیبت کے موقعہ اور نازک وقت میں کہ تم کو اپنے ارمانوں کا خیال ہے کیا تمہارا مذہب اسلام اور تمہارا عقیدہ پختہ نہیں صداقت کی موت نہیں زندگی ہے کیا اس سے بہتر موت اور اس سے اچھی زندگی کوئی دوسری ہوسکتی ہے جو تمہارے روبرو ہے یزید مردود کی آنکھوں پہ دنیا کے پردے پڑگئے عبداللہ ملعون شیطان کے بہکانے میں آگیا یہ ہمارے واسطے شرم کا وقت ہے اگر ہم ایسے موقعہ پر اپنے معاملات کو ملحوظ رکھیں ہمارے سامنے وہ زندگی ہے جس میں ہم اور تم کبھی جدا نہ ہونگے اور وہ عزت ہے جس کو کوئی طاقت فنا نہیں کرسکتی عبید گھوڑا بڑھاؤ اور میدان کربلا میں پہنچ کر شہید ہوجاؤ سیدہ کے اس لال پر جو آج ظالموں کا شکار ہے۔

عبید۔ میں ہرگز اس سے انکار نہیں کرتا اور اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ یہ شہادت موت نہیں حیات ابدی ہے لیکن انسان ہوں زبان سے جو کچھ نکلا تقاضائے فطرت تھا۔

روز۔ فطرت کو ختم کردو اور صرف ایک مقصد سامنے رکھو میں ایک بات اور کہتی ہوں مرجانا زیادہ مشکل نہیں زندہ رہنا بشرطیکہ زندگی زندگی ہو مشکل ہے یہ ظاہر ہے کہ ابن زیاد کے پاس اسوقت لشکر ہزاروں کی تعداد میں موجود ہے اور امام ہمام کے پاس صرف بہتّر آدمی ہیں نتیجہ صاف ہے قربان ہونے کے واسطے اسوقت میں اور تم دونو قربان ہوسکتے ہیں اور یہ تمام جمعیت قربان ہوگی لیکن کیا اچھا ہو کہ یہ قربانی کوئی نتیجہ پیدا کرسکے میں ابن زیاد کے قتل اس موقعہ پر سوچ رہی اسلئے چاہتی ہوں کہ ایکدفعہ پھر کوشش کروں

اگر کامیاب ہوئی تو سبحان اللہ ورنہ ناکام ہوئی تو نتیجہ وہی ہوگا جس کے ہم متمنی ہیں۔
عبید۔ مجھے اس رائے سے پورا اتفاق ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ میں اور تم دونو ساتھ ہوں۔
روز۔ پھر تم نے وہی کمزوریات زبان سے نکالی میں بچہ ہوں پکڑی جاؤنگی قید ہوں کہ گھولی جاؤنگی تمہارے ساتھ ہونیکی کیا ضرورت ہے میں تمہاری اعانت کی محتاج نہیں۔
عبید۔ تم میرا مطلب نہ سمجھ سکیں میری غرض صرف یہ ہے کہ تم کو نہیں تمہارے مقصد کو میری وجہ سے تقویت نہ پہنچے۔
روز۔ ہاں یہ درست ہے تمہاری رائے یہ ہے تو چلو دونو چلیں۔
عبید۔ مگر وہ تو اب روانہ ہوگیا ہوگا۔
روز۔ میرے دل کو لگی ہوئی ہے اور ایک ایک لمحہ کا حال معلوم ہے ابھی تک وہ نہیں گیا ہاں عنقریب روانہ ہونے والا ہے۔
عبید۔ میری رائے یہ ہے کہ گھوڑے ہم کو یہیں چھوڑ دینے چاہئیں اور پیدل وہاں چلیں
روز۔ تجویز معقول ہے لیکن کسی کے سپرد کر دینے چاہئیں۔
عبید۔ بہتر یہ ہوگا کہ اب تو ان پہ سوار ہولیں رات کے وقت شہر سے باہر کسی درخت سے باندھ کر اندر داخل ہوں ۰

(۴۲)

عبداللہ ابن زیاد کا یہ اعلان کوفہ، بصرہ، دمشق اور شام چاروں گھونٹ پہنچا کہ آج سے قریباً پندرہ سال قبل جو خبر مشہور ہوئی تھی کہ ایک بچی کی قبر کا پتہ اس طرح چلا ہے کہ اسمیں لاش ہے نہ کفن اب اسکی تحقیقات مکمل ہوگئی اور معلوم ہوا کہ وہ لڑکی زندہ ہے اگر اسکے ورثا خود حاضر ہوکر مفصل کیفیت بیان کر دیں تو ان کا جرم معاف کر دیا جائیگا لیکن اگر سراغ چل گیا تو سخت سزا دیجائیگی اس اعلان کے بعد ایک ماہ کی مہلت دی جاتی ہے کہ قاتل اس مدت کے اندر اندر حاضر ہوکر جرم کا اقبال کرلیں۔

(۴۳)

جب سے تو یہ ادھم مچا رکھی تھی کہ دن رات کا رونا ہر وقت کا تقاضا اور ہر لمحہ کا پیٹنا اب جب میں خود مصمم قصد کر چکا صاحب خانہ سے بھی اجازت لے لی تو چلنے سے انکار ہے مطلب یہ ہے کہ یہاں بھی میں چین سے نہ بیٹھوں ادھر یہاں سب کی نگاہ میں ذلیل ہوں اُدھر خانہ خدا کی حاضری سے محروم ہوں۔

بیوی۔ میں بیمار ہوں اور سفر کے قابل نہیں اس حالت میں کس طرح جا سکتی ہوں یہ کچھ ضروری ہے کہ ہر وقت اسی پر بحث ہو اور تمام دنیا ہمارے جھگڑوں کو سُنے۔

خالد۔ کیوں قباحت کیا ہے تمہارے اصرار سے صاحب خانہ اچھی طرح واقف ہیں اب ان سے اخفا کی کیا ضرورت ہے میں آجتک اس معمہ کو نہ سمجھ سکا خدا کے واسطے یہ کیا کیفیت ہے۔

بیوی۔ مصیبت کیسی اور معمہ کس کا وہی مردوں سے جب پالا پڑ جاتا ہے تو عورتوں کی مٹی ایسی ہی پلید ہوتی ہے مرنے والی مر گئی رونے والے رو چکے اب اسکا ذکر فضول اور تذکرہ بیکار جانا مجھے منظور نہیں بس گفتگو ختم کرو عُمر کا جو حصہ باقی ہے وہ اسی در پر پورا کر دو۔

خالد۔ یہ ہی چکر تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں نے منع کیا گھر والی نے سمجھایا مگر اے نیک خاتون تیری ضد ان کی سمجھ میں خاک نہ آیا اور جب میں اجازت لے چکا تیاری کر لی تو چلنے سے انکار کیوں ہے۔

بیوی۔ لاحول ولاقوۃ وہی مُرغ کی ایک ٹانگ کہہ تو رہی ہوں میری طبیعت درست نہیں درد قولنج کا دورہ اس شدت سے ہوا ہے کہ آجتک کبھی نہ ہُوا تھا میں اپنی ہمت سے چل پھر رہی ہوں ورنہ تکلیف کا یہ حال ہے کہ ایک قدم بھی نہیں اُٹھ سکتا۔

میاں بیوی کی گفتگو اسی طرح ہو رہی تھی خالد چلنے پر مصر تھا بیوی برخلاف کہ گھر والی داخل ہوئی اور کہا شیخ خالد تمہارا قصد آج شام کا ہے میں بھی تمہارے ساتھ ہوں تم نے عبداللہ کا اعلان سُنا ہوگا ایک بچی کی قبر فرضی برآمد ہوئی ہے اور وہ بچی زندہ ہے میرا

اس کے بعد عبداللہ نے گرفتار روز کی گردن میں ہاتھ ڈالے اور کہا۔
"لغویت اپنے دل سے دُور کر اور اگر آرام و عزّت کی زندگی بسر کرنی ہے تو میری التجا منظور کر"۔
پلیٹیو اور میرینا دونوں اسوقت بُلائے گئے روز انکی تعظیم کو جھکی تو پلیٹیو نے کہا۔
بیٹی امیر سے وعدہ کیا ہے کہ تیرا نکاح اس سے کر دونگا سخت سے سخت مصیبتیں تجھ پر پڑیں مگر افسوس اب تک تُو راہ راست پر نہ آئی اب جفاکار عبید کی موت تیرے تمام ارمان ختم کر گئی اور بہتر صورت یہ ہی ہے کہ تو امیر کی ملکہ بن اور زندگی کا لُطف اُٹھا۔
روز خاموش تھی کہ میرینا نے کہا۔
اب تُم دونوں اور کیا چاہتے ہو خموشی رضامندی ہے۔
اب بھی روز خاموش رہی اور اس کی خموشی نے عبداللہ کو کامیابی کا یقین دلا دیا اس نے اپنے ہاتھ سے مشکیں کھولیں اور کہا۔
"یہ موہنی صورت اس کمبخت کے لائق نہیں میرے قابل ہے"۔

(۷۵)

ابن سعد تجھ سے زیادہ جری تجھ سے زیادہ شجاع اور تجھ سے زیادہ بہادر آدمی سوقت تمام لشکر میں کوئی نہیں یہ وقت ہے کہ تو یزید کے نمک کا حق ادا کر اور حسینؑ کو انکار بیعت کا ایسا مزہ چکھا کہ وہ عمر بھر یاد کریں میں تجھ کو اس تمام فوج کا سپہ سالار مقرر کرتا ہوں کربلا پہنچ اور حسینؑ کو اگر وہ زندہ گرفتار ہو جائیں تو زندہ ورنہ اُن کا سر میری خدمت میں لا کر حاضر کر۔
ابن سعد۔ سب سے پہلے میں امیر کی اس قدر دانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اسقدر اہم کام میرے سپرد کیا اس کے بعد یقین دلاتا ہوں کہ حسینؑ کے ساتھ وہ سلوک کروں کہ آیندہ کسی کو سر اُٹھانے کی ہمت نہ رہے۔
عبداللہ۔ تو نے سُنا ہوگا کہ حسینؑ نے خلیفہ کے حکم کی اور میرے نامہ کی کیسی توہین کی۔

ابن سعد۔ مجھے علم نہیں۔
عبداللہ۔ میرا خط زمین پر پھینک دیا اور بیعت سے قطعی انکار کر دیا۔
ابن سعد۔ معلوم ہوتا ہے ابھی نبوّت کی بو دماغ سے نہیں نکلی۔
عبداللہ۔ علیؑ کو امیر معاویہؓ نے اچھا سبق دیدیا تھا اور یہ ہمیشہ کیواسطے کافی تھا امام حسنؑ نے اسی وجہ سے سرِ تسلیم خم کیا مگر ان کے مزاج ابھی درست نہیں ہوئے۔
ابن سعد۔ اب تو وہ کر کہ دُنیا تیرا نام کبھی فراموش نہ کرے شمر اور خولی جیسے جرّی تیرے ساتھ ہیں۔
شمر۔ کل ہی نتیجہ معلوم ہو جائیگا۔
عبداللہ۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں رسالتؐ کا خیال تمہاری ہمّت نہ پست کر دے۔
شمر۔ توبہ توبہ ہم ایسے بیوقوف نہیں۔
ابن سعد۔ ایسے خوش اعتقاد مر چکے۔
خولی۔ کبھی بھول کر بھی ایسا وہم دل میں نہ لائیے۔
عبداللہ۔ دیکھو ابن سعد پہلا کام یہ ہے کہ دشتِ کربلا میں پہنچتے ہی حسینؑ کو معہ اہل و عیال چاروں طرف سے گھیر لو ممکن ہے وہ اسوقت بیعت پر رضامند ہو جائیں لیکن میری رائے میں یہ فتنہ ختم ہی ہو جائے تو اچھا ہے بیعت پر اگر وہ آمادہ ہوں تو بھی ان کے قتل میں تامل نہ کرنا لیکن جب تک وہ انکار کریں تم دُنیا دکھانے کو اصرار کئے جانا یہ میں جانتا ہوں کہ وہ اقرار نہ کرینگے۔
ابن سعد۔ اب آپ رخصت کیجئے دل سینوں میں اور تلواریں میانوں میں مضطرب ہیں اور ہر لمحہ وبال اور سال ہے۔
عبداللہ۔ میں آخر میں صرف اسقدر اور کہتا ہوں کہ تمہارے اعزاز و اکرام میں وہ ترقی ہوگی کہ تم کو کبھی بھول کر بھی اس کا خیال نہ آتا ہو گا اچھا جاؤ رخصت ہو۔

(۴۶)

آج محرم کی ساتویں تاریخ ہے ابن سعد کا بائیس ہزار لشکر گوشہ رسولؐ کے برخلاف اپنے ہتھیار تیز کر رہا ہے ایک تن واحد کے برخلاف عظیم الشان گروہ قسم قسم کی تدابیر اور طرح طرح کے منصوبے سوچ رہا ہے ادھر صرف نفر اور دو بہتر تن ہیں اور اُدھر بیس اور دو پورا بائیس ہزار لشکر ابن سعد نے دشت کربلا میں پہنچ کر بآواز بلند اپنی فوج سے خطاب کیا۔

بہادرو! آج تمہاری ہمت اور جرأت کا امتحان ہے یہ وہ میدان ہے جہاں دلیروں نے کلیجے کے ٹکڑے قربان کر دیئے اور تیوری پر بل نہ آیا برابر کے بھائی خاک میں سلا دیئے اور آنکھ میں میل نہ لائے جانتے ہو دنیا ہمیشہ رہنے والی نہیں مگر یاد رکھو شجاعت اور صداقت فنا ہونے والی چیزیں نہیں تم نہ ہو گے مگر تمہارا نام ہوگا تم مر جاؤ گے لیکن تمہارے کام زندہ رہینگے ہم امیر یزید کے نمک خوار غلام آج اس غرض سے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ امام سے اپنے آقا کی بیعت لیں اور اگر وہ انکار کریں تو اپنے آقا کے نام پر اپنا خون گرائیں اور دنیا کو دکھا جائیں کہ شجاعت کیا معنی رکھتی ہے مجھے معلوم ہے کہ اسوقت حسینؑ کے ساتھ چار پانچ جری موجود ہیں اور یہ دشت کربلا آج بہادروں کی قیامگاہ ہے جن کا ڈنکا روئے زمین پر بج رہا ہے لیکن ہم بائیس ہزار ہیں اور اگر ضرورت ہوئی تو اتنی ہی اس سے دگنی اور تگنی فوج اور آسکتی ہے کیا ہم ایسے گئے گذرے ہیں کہ ان گنتی کے چند آدمیوں سے اپنے آقا کا کلمہ نہ پڑھوا دیں بس تیار ہو جاؤ مبارک اور بہادر ہے وہ شخص جو حسینؑ کا سر تن سے جدا کرے۔

ابن سعد کی تقریر ختم ہوتے ہی لشکر کے بہادروں نے تلواریں میان سے نکال لیں شمر اور خولی دونوں دائیں اور بائیں سے باہر نکلے اور کہا۔

مطمئن رہو ہم حق نمک اس طرح ادا کر دینگے کہ شاید ہمارے بعد بھی ایسے باوفا دنیا میں پیدا نہ ہوں بہتر کیا اگر بہتر ہزار جمعیت بھی ہوتی تو ہم کو پرواہ نہ تھی حسینؑ اور تنہا حسینؑ کا قتل ایک گھڑی کا کھیل ہے ہماری تلواریں مدت کی پیاسی ہیں یہ خون کے چند قطرے ان کو

سیراب نہیں کر سکتے حسینؑ کو اگر بیعت سے انکار ہے تو ہم دیکھو کیا مزہ چکھاتے ہیں۔

وسط لشکر میں سے ایک جری حُر بن زیاد ریاحی تڑپ کر باہر نکلا اور کڑک کر کہا۔ بدبخت ابن سعد زبان بند کر اور وہ بات نہ کہہ کہ دنیا تجھ پر عُمر بھر لعنت بھیجے جس کے قتل کے درپے ہُوا یہ رسول اکرمؐ کے کندھے کا سوار ہے جس کی بربادی کے خواہاں ہُوا ظالموں یہ اہلبیت رسولؐ ہے یزید کا انعام عبداللہ کی خوشی اور یہ فانی زندگی بہت جلد ختم ہونیوالی ہے اصل سابقہ ان ہی سے آکر پڑیگا اور معلوم ہو جائیگا کہ حُبّ دنیا نے کیا ستم ڈھایا امام عالیمقام کے رفیق گو تعداد میں کم ہیں مگر ایک ایک جیسے ہزار ہزار پر بھاری ہوگا میں ابتک تمہارے ساتھ تھا مگر اب عذاب آخرت میرے سامنے ہے اور میں وہ وقت دیکھ رہا ہوں جسکا نام موت ہے موقعہ ہے کہ اب بھی اپنی غلطیوں پر نادم ہو اور چل کر امام عالیمقام کے قدموں میں گرو ابن سعد کس بُتے پر پھول رہا ہے تجھ جیسے بہت سے پیوند زمین ہو چکا میر معاویہ اور حضرت علیؓ جیسے جلیل القدر موت سے نہ بچے یزید پلید کیا بچے گا لو بڑھو اور کھڑے ہو تو مجھ پر وار کرو کہ میں سیدھے قدموں پر قربان ہونے چلا۔

حُر کی شجاعت کا سکہ سب کے دلوں پر بیٹھا ہُوا تھا اتنا کہکر اس صداقت کے پُتلے نے گھوڑے کو ایڑ دی اور سادات کے مختصر گروہ میں پُہنچ کر امام ہمام کے قدموں میں گر اعمر سعد شمر سب دیکھتے کے دیکھتے رہے ایک کی ہمت اتنی نہ ہوئی کہ اُف کرتا سوار ہوا ہو گیا۔

حُر کی علیحدگی نے عمر سعد کی کمر ہمت توڑ دی گو وہ پورا شقی القلب تھا مگر حُر کی بہادری کا لوہا تمام لشکر مانتا تھا اس کو دوسرا فکر یہ ہُوا کہ نہیں حُر کے دیکھا دیکھی دوسرے نہ بگڑ جائیں شمر نے اس موقعہ پر ایک نہایت مؤثر تقریر کی ابن سعد کا دل بڑھایا اور تمام لشکر کو یقین دلا دیا کہ حُر بدنصیب تھا کہ گھر آئی لچھمی کو ہاتھ سے دیا اور ان لوگوں سے ملا جو عنقریب اپنے اعمال کا مزہ چکھیں گے۔

اب عمر سعد ٹھہرا اٹھوا باہر نکلا اور حکم دیا کہ ایک ہزار سوار نہر فرات پر پہرا جمادیں اور

خیال رکھیں کہ پانی کا ایک قطرہ خاندان رسالت میں نہ جانے پائے ◆

(۴۷)

یہ دھوکا اور یہ مکر یہ ستم اور یہ غضب کہ سنگدل بیوفا مجھ سے نکاح کا وعدہ کرکے غائب ہوگئی یہ دوسرا موقعہ ہے کہ میں مکار کے دھوکے میں آیا کیسی میری طرف مائل ہوئی ہے کہ میں بالکل مطمئن ہوگیا اور یہ شبہ ہی نہ رہا کہ عیار چال کریگی اب کیا کروں اگر ایکبے ہاتھ آگئی تو سہی میرا نام عبداللہ کہ ستم شعار کی بوٹیاں چیل کوؤں کو بانٹوں اور ہاتھ آنے کو جائیگی کہاں چیلاؤ نہیں کہ اڑجائیگی سوئی نہیں کہ چھپ جائیگی مگر خیر کافی سزا پاچکی ہے عبید کا قتل مکار کے تمام حوصلے ختم کرگیا اب سوا اس کے کہ خود بھی مرجائے اور کیا کرسکتی ہے یہ بھی میں نے خوب کیا کہ عبید کو ختم کردیا ورنہ اسوقت میرے کلیجہ پر سانپ لوٹتا اب کوئی والی وارث بھی نہ رہا مگر دیکھو ان کمبختوں کو اتنی تاکید کردی تھی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ ایک دفعہ چال کرچکی ہے پھر بھی ایسے غافل ہوئے کہ صاف نکل گئی کیوں خالد ہشیاری اسی کا نام ہے؟

قیس۔ امیر ہم کو مطلق علم نہیں ہوا ہم اب وہ نہیں ہیں کہ دھوکا دیتی اور چلدیتی ضرور کسی اور رستہ سے غائب ہوئی۔

عبداللہ۔ اگر یہ صحیح ہے کہ وہ دروازہ خاص سے نہیں گئی تو یقیناً اس کے ماں باپ اس سازش میں شریک ہیں میں نے ان کے ساتھ کیا اچھا سلوک کیا ان کی مہمان نوازی کی اچھے سے اچھا کھانا اور خاطر مدارات کسی چیز میں کمی نہ کی اپنے خاص قلعہ میں ایک علیحدہ کمرہ انکے رہنے کو دیا اسکا نتیجہ ظالموں نے یہ دیا مگر ان کی طرف بھی تو کوئی دروازہ نہیں ہے۔

قیس۔ ایہا الامیر ان کے ہاں پورا دروازہ موجود ہے وہ گئی اور ادھر ہی سے گئی یہاں ایک دو نہیں اکٹھے ایک درجن سپاہی پہرہ پر موجود تھے اول اس کے معاملات سے واقف اس کی چالاکی سے باخبر دوسرے آجکل لڑائی کا موقعہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم ایک لمحہ کو بھی بیخبر ہوجائیں۔

عبداللہ۔ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ دونو جو اس کی جان کے دشمن ہیں اس کی سازش میں شریک ہوتے اور نکلوا دیتے یہ تو اس سے اسقدر بیزار ہیں کہ بریلیو کی رسم کر رہے تھے یقین نہیں کہ وہ سازش میں شریک ہوں۔

قیس۔ امیر! یہ پرورش کی آگ بہت زبردست ہوتی ہے اسنے کہا ہوگا کہ اگر تم مدد نہیں دیتے تو میں جان کھوتی ہوں مجبور دونو راضی ہو گئے ہونگے۔

عبداللہ۔ میں اس خیال سے متفق نہیں وہ اس کی جان کے دشمن ہیں اور خدا سے چاہتے ہیں کہ کل کی مرتی آج مر جائے نہایت متعصب عیسائی ہیں۔

قیس۔ یہ سب صحیح لیکن اب جبکہ عبید مر چکا ظاہر ہے کہ روز کی تمام توقعات ختم ہو گئیں یقیناً اس کا اسلام ختم ہوا اور وہ ماں باپ کے راستہ پر آکر ان کی عزیز بنتی اور یہاں سے نکلی۔

عبداللہ۔ ہاں یہ بات قرین قیاس ہے کہ عبید کے ساتھ ہی اس نے اسلام کو بھی سلام کیا لیکن وہ اسلام کی اگر شیدا نہ ہوتی تو جان پر کھیل کر میرے قتل کا بیڑا دو دفعہ نہ اُٹھاتی معاملہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہے۔

قیس۔ معاملہ بالکل صاف ہے یہ جو کچھ بھی ہُوا صرف عبید کی سازش تھی روز کو اسلام سے فطرتاً اتنا تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔

عبداللہ۔ اگر یہ صورت ہے تو بلیٹیو اور اس کی بیوی میرینا کو حاضر کرو۔

دونو میاں بیوی سامنے آئے ہر چند عبداللہ نے دریافت کی کوشش کی مگر دونو نے لاعلمی کا اظہار کیا قیس نے ان کی موجودگی میں بھی یہ ہی کہا کہ روز کا غائب ہونا ان ہی کی سازش کا نتیجہ ہے لیکن جب انہوں نے یہ عُذر کیا کہ اگر ہماری سازش ہوتی تو ہم یہاں موجود نہ رہتے تو عبداللہ کو ان کی بیگناہی کا یقین آگیا اور دونو کو چھوڑ دیا۔

(۴۸)

فانی دُنیا کی آنکھیں انسانی زندگی کے بڑے بڑے تماشے اور عجیب عجیب کرشمے شب و روز

خیال رکھیں کہ پانی کا ایک قطرہ خاندان رسالت میں نہ جانے پائے ◆

(۴۷)

یہ دھوکا اور یہ مکر یہ ستم اور یہ غضب کہ سنگدل بیوفا مجھ سے نکاح کا وعدہ کرکے غائب ہوگئی یہ دوسرا موقعہ ہے کہ میں مکار کے دھوکے میں آیا کیسی میری طرف مائل ہوئی ہے کہ میں بالکل مطمئن ہوگیا اور یہ شبہ ہی نہ رہا کہ عیار چال کریگی اب کیا کروں اگر ابکے ہاتھ آگئی تو سہی میرا نام عبداللہ کہ ستم شعار کی بوٹیاں چیل کوّوں کو بانٹوں اور ہاتھ آنے کو جائیگی کہاں چیلاؤ نہیں کہ اُڑ جائیگی سوئی نہیں کہ چھپ جائیگی مگر خیر کافی سزا پاچکی ہے عبید کا قتل مکار کے تمام حوصلے ختم کرگیا اب سوا اس کے کہ خود بھی مرجائے اور کیا کرسکتی ہے یہ بھی میں نے خوب کیا کہ عبید کو ختم کردیا ورنہ اسوقت میرے کلیجہ پر سانپ لوٹتا اب کوئی والی وارث بھی نہ رہا مگر دیکھو ان نکراموں کو اتنی تاکید کردی تھی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ ایک دفعہ چال کرچکی ہے پھر بھی ایسے غافل ہوئے کہ صاف نکل گئی کیوں خالد ہشیاری اسی کا نام ہے؟

قیس۔ امیر ہم کو مطلق علم نہیں ہوا ہم اب وہ نہیں ہیں کہ دھوکا دیتی اور چلدیتی ضرور کسی اور رستہ سے غائب ہوئی۔

عبداللہ۔ اگر یہ صحیح ہے کہ وہ دروازہ خاص سے نہیں گئی تو یقیناً اس کے ماں باپ اس سازش میں شریک ہیں میں نے ان کے ساتھ کیا اچھا سلوک کیا ان کی مہمان نوازی کی اچھے سے اچھا کھانا اور خاطر مدارات کسی چیز میں کمی نہ کی اپنے خاص قلعہ میں ایک علیحدہ کمرہ انکے رہنے کو دیا اسکا نتیجہ ظالموں نے یہ دیا مگر ان کی طرف بھی تو کوئی دروازہ نہیں ہے۔

قیس۔ ایہا الامیر ان کے ہاں پورا دروازہ موجود ہے وہ گئی اور ادھر ہی سے گئی یہاں ایک دو نہیں اکٹھے ایک درجن سپاہی پہرہ پر موجود تھے اول اس کے معاہدات سے واقف اس کی چالاکی سے باخبر دوسرے آجکل لڑائی کا موقعہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم ایک لمحہ کو بھی بیخبر ہوجائیں۔

عبداللہ۔ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ دونو جو اس کی جان کے دشمن ہیں اس کی سازش میں شریک ہوتے اور نکلوا دیتے یہ تو اس سے اسقدر بیزار ہیں کہ بہ بلیو کی رسم کر رہے تھے یقین نہیں کہ وہ سازش میں شریک ہوں۔

قیس۔ امیر! یہ پرورش کی آگ بہت زبردست ہوتی ہے اسنے کہا ہو گا کہ اگر تم مدد نہیں دیتے تو میں جان کھوتی ہوں مجبور دو تو راضی ہو گئے ہونگے۔

عبداللہ۔ میں اس خیال سے متفق نہیں وہ اس کی جان کے دشمن ہیں اور خدا سے چاہتے ہیں کہ کل کی مرتی آج مر جائے نہایت متعصب عیسائی ہیں۔

قیس۔ یہ سب صحیح لیکن اب جبکہ عبید مر چکا ظاہر ہے کہ روز کی تمام توقعات ختم ہو گئیں یقیناً اس کا اسلام ختم ہُوا اور وہ ماں باپ کے راستہ پر آکر ان کی عزیز بنی اور یہاں سے نکلی۔

عبداللہ۔ ہاں یہ بات قرین قیاس ہے کہ عبید کے ساتھ ہی اس نے اسلام کو ہی سلام کیا لیکن وہ اسلام کی اگر شیدا نہ ہوتی تو جان پر کھیل کر میرے قتل کا بیڑا دو دفعہ نہ اُٹھاتی معاملہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہے۔

قیس۔ معاملہ بالکل صاف ہے یہ جو کچھ بھی ہُوا صرف عبید کی سازش تھی روز کو اسلام سے فطرتاً اتنا تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔

عبداللہ۔ اگر یہ صورت ہے تو بلیٹیو اور اس کی بیوی میرینا کو حاضر کرو۔

دونو میاں بیوی سامنے آئے ہر چند عبداللہ نے دریافت کی کوشش کی مگر دونو نے لاعلمی کا اظہار کیا قیس نے ان کی موجودگی میں بھی یہ ہی کہا کہ روز کا غائب ہونا ان ہی کی سازش کا نتیجہ ہے لیکن جب انہوں نے یہ عذر کیا کہ اگر ہماری سازش ہوتی تو ہم یہاں موجود نہ رہتے تو عبداللہ کو ان کی بیگناہی کا یقین آگیا اور دونو کو چھوڑ دیا۔

(۴۸)

فانی دنیا کی آنکھیں انسانی زندگی کے بڑے بڑے تماشے اور عجیب عجیب کرشمے شب و روز

دیکھ رہی ہے لیکن دشت کربلا نے جو منظر تین شبانہ روز محرم ۶۱ھ میں دیکھا اسکے خیال سے آج بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں خلافت کی وہ باگ جسنے صدیق و فاروقؓ جیسے قدموں کو بوسہ دیا یزید کے ہاتھ میں ہے صحیفہ تاریخ کے وہ اوراق جنکے آغوش میں خالد اور ابو عبیدہ جیسے بہادروں کے نام بیخبر سوتے ہیں عبداللہ اور ابن سعد کے کارناموں کو حیرت سے تک رہے ہیں آفتاب عرب جسنے فاطمہؓ کے لال کو رسول ہاشمیؐ کے کندھے پر سوار دیکھا آج میدان کربلا میں بھوکا پیاسا ذبح ہوتے دیکھتا ہے۔

دن کے دس بجے عمر بن سعد کے حکم سے یزیدی لشکر کا قبضہ فرات پر ہو گیا اور مکمل انتظام کر دیا گیا کہ پانی کا ایک قطرہ اسلامی لشکر میں نہ پہنچنے پائے گرمی قیامت خیز تھی معصوم بچے نازک بیبیاں اور سچے انسان پانی کو ترس گئے ہر چند کوشش کی کہ ایک ایک چلو پانی ننھے ننھے بیگناہ حلقوم تر کر دے لیکن ہر سمت پہرہ اور ہر طرف روک ٹوک تھی جھلستے ہوئے لو کے جھکڑ سر پر تھے اور ریت کے جلتے ہوئے ذرے منہ اور آنکھوں میں پہاڑ سا دن اور قیامت رات بہتر ہستیوں پر اسی طرح بیت گیا کہ اہلبیت رسولؐ بھوکے پیاسے اللہ اللہ کرتے رہے۔

چوبیس گھنٹے کی بھوک پیاس نے حسینی لشکر میں ایک آفت ڈھادی شیر خوار بچوں کی زبانیں حلق سے باہر نکل پڑیں اور پھول سی بیبیوں کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے بچے زبانیں دکھا کر ماؤں کے چہرے تک کر بیہوش ہو جاتے تھے مائیں اُرثوں کی صورت دیکھ دیکھ کر سہمی جاتی تھیں ہونٹوں پر پپڑیاں بندھی ہوئی تھیں بات کرنے کی طاقت اور اٹھنے کی ہمت نہ تھی مگر زبان پر اب بھی خدا کا شکر جاری تھا سیدانی کا دودھ اسوقت دنیا کو دکھا رہا تھا کہ ماں کی آغوش کس طرح زندگی کی کسوٹی پر بچوں کو کندن بناتی ہے یہ سب کچھ ہوتا امام ہمام ایک ایک کی صورت دیکھتے تھے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر شکر کرتے تھے یہانتک کہ آٹھویں تاریخ کا آفتاب شفق کی قبر میں غروب ہوا

اور وہ رات سر پر چھائی جب سادات کا یہ مختصر قافلہ دور دراز اور ایک رات کا بھوکا پیاسا نماز مغرب ادا کر رہا تھا۔

مائیں بچوں کو کلیجہ سے چمٹاتی اور تھپک تھپک کر سلاتی تھیں بچے بلکتے بلکتے سو جاتے اور اچھل پڑتے تھے بھوک کی شدت اور پیاس کی مصیبت سے چیختے تھے چلاتے تھے اور ہولبے زبان معصوموں کی گریہ و زاری سیدانیوں کا نالہ بیگناہوں کی فریاد ظالموں کے کان تک پہنچاتی تھی لیکن جواب میں منفقہ قہقہوں کی آواز زخموں پر نمک پاشی کر دیتی تھی رات اسی کرب و اضطراب میں بسر ہوئی اور امام عالی مقام کے بڑے لڑکے حضرت علی اکبر کا پیام توحید صبح صادق کے وقت دشت کربلا کے ذرہ ذرہ نے سنا دورانِ اذان میں جب اسی بیمثل ہستی کا نام آیا جس کی صداقت نے قصر کسریٰ اور کاخ ہرمز کو سرنگوں کر دیا تو جوشِ رقت اور فرطِ محبت میں مظلوم مؤذن پر ایک کیفیت طاری اور آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے یہ وہ وقت تھا کہ ہوا کے جھونکے اور خاک کے ذرے جگر گوشہ حسین کی صدا پر لبیک کہہ رہے تھے مگر یزیدی لشکر نشۂ شراب میں مست کھٹے اڑا رہا تھا۔

پرندوں نے وداعِ شب کا مرثیہ پڑھا آفتاب بے ثباتی دنیا پر کھل کھلایا سید مظلوم نے نماز صبح سے فراغت پا کر قدم آگے بڑھائے اور میدان میں پہنچ کر عمر سعد کو سامنے بلایا ابن سعد خولی اور شمر مقابل آئے اور ہنس کر کہا فرمائیے۔

امام تم لوگوں نے واللہ پانی آج تیسرا روز ہے کہ مجھ پر قطعی حرام کر دیا میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں اور تم دونوں ایک ہی کلمہ کے شریک ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں اس رسول کا نواسہ ہوں جس کی سفارش یوم الحق میں تمہارا بیڑا پار کر دیگی ہم فاقہ کے عادی اور مصائب کے خوگر ہیں ہم نے تکلیفوں میں آنکھ کھولی فاقوں میں بچے اور اسوقت تین دن کے بھوکے پیاسے تمہارے سامنے کھڑے ہیں جان نکل جائے دم فنا ہو جائے مگر زبان تم سے التجا اور ہاتھ اپنے واسطے تمہارے سامنے دراز نہ ہونگے مگر اتنا کہوں گا کہ تمہارا گنہگار میں ہوں

بیعت سے انکار ہینے کیا تکلیف کا سزاوار اور بغاوت کا قصوروار ہیں ہوں معصوم بچے جنکے منہ سے ابھی ماں کا دودھ بھی نہیں چھوٹا بیگناہ اور بیخطا ہیں بھولی بھالی اور سیدھی سادی سیدانیاں پیاس سے بیقرار اور بھوک سے اشکبار ہیں تم ان عفت و عصمت کی بیبیوں اور صبر و رضا کی پتلیوں کو ناموس رسولؐ نہ سمجھو اہلبیت محمدؐ یہ خیال کرو لیکن صرف بیگناہ عورتیں سمجھ کر اپنی سلطنت کی مہمان خیال کر کے تھوڑا سا پانی دیدو پھول والے لال دم توڑ رہے ہیں اور جوان شیر سسک رہے ہیں دریا ہماری آنکھوں کے سامنے لہریں لے رہا ہے اور یہ وہ دریا ہے جس سے چرند اور پرند سب سیراب ہو رہے ہیں لیکن تم جسکی شفاعت کے امیدوار اور جس کی رسالتؐ کے معترف ہو اس کے کلیجے کے ٹکڑے اس دریا سے محروم ہیں۔

عمر سعد۔ بس وہ تمکنت اور غرور جاتا رہا نبوت کی شان ختم ہوئی التجاؤں پہ آن اترے ہم بچے نہیں ہیں کہ تاؤ میں آ جائینگے بچے تڑپ تڑپ کر عورتیں بلک بلک کر اور مرد سسک سسک کر دم توڑ دیں لیکن پانی کا ایک قطرہ اسوقت تک نصیب نہ ہوگا جبتک یزید کی خلافت تسلیم نہ کر دگے اور بیعت نہ ہوگی۔

امام۔ یہ اتمام حجت تھی کہ کل قیامت کے دن جدّ امجد کے حضور میں شرمسار نہ ہوں اور محبوب خدا کا ارشاد یہ نہ ہو کہ حسینؑ نے میری امت کو عذاب الٰہی سے نہ بچایا مطمئن رہو شان اسلامی کے خلاف زبان سے کوئی بات نہ نکلے گی۔

شمر۔ جلد معلوم ہو جائیگا کہ اسلامی کیا دکھاتی ہے یہ تلواریں مدتوں سے خون کی پیاسی ہیں اور اب ان کے سیراب ہونے کا وقت قریب آ پہنچا تم دریائے فرات سے محروم رہوگے اور یہ بہادروں کی تلواریں تمہارے خون سے سیراب ہونگی۔

خولی۔ سنا تھا کہ سادات کے قافلہ میں بڑے بڑے جری موجود ہیں وہ خالد ثانی کدھر گئے وہ ہمشکل رسولؐ کہاں گئے عباسؑ کی جرأت کس خاک میں ملی اور علی اکبرؑ کی تیغ کو کیوں زنگ لگا۔

امام۔ ان کی شجاعت اور جرأت صرف خدا کا حکم ہے ان کی رگوں میں ہاشمی خون دوڑ رہا ہے یاد رکھو یہ شبیر گرفتار مرتے مرتے بھی اپنی تلوار کے جوہر تم کو دکھا جائینگے۔

ابن سعد۔ ابھی یہ غرہ باقی ہے پیاسے مر رہے ہو بھوک سے تڑپ رہے ہو لیکن ابھی شجاعت کا سودا اور جرأت کے خواب دماغوں میں موجود ہیں۔

امام۔ مجھے جو کچھ سمجھانا تھا سمجھا دیا اب تم جانو اور تمہارا کام۔

شمر۔ آپ سمجھانے کی فکر نہ کیجئے۔

ابھی عمر سعد کا فقرہ ختم نہ ہوا تھا کہ سامنے سے گرد اٹھاتی دکھائی دی اور آناً فاناً ایک قاصد غبار سے نکل کر سامنے آیا اور کہا۔

امیر عبداللہ ابن زیاد کی آنکھ سڑک کو لگی ہوئی ہے اسوقت تک حسینؑ کا سر نہیں پہنچا اگر لڑائی طول پکڑ گئی اور موجودہ لشکر کافی نہیں تو یہ پانچہزار منتخب جمعیت کیواسطے اور موجود ہے کل شام تک حسینی لشکر کا قلع قمع ہو جائے +

(۷۹)

صداقت کا پتلا تھا انسانیت کی تصویر تھی حیا کی جان تھا غیرت کی کان تھا اسکے ساتھ اس کی خواہشیں اس کے ساتھ اس کے ارمان سب دفن ہو گئے مگر لٹے بدنصیب تھا قبر بھی نصیب نہ ہوئی مگر نہیں خوش نصیب تھا خدا کے راستہ میں رسولؐ کی راہ میں ظالم کے ہاتھ سے مظلوم کی حمایت میں شہید ہوا منتظر ہوگا راہ دیکھتا ہوگا ارمان بھرا دل حسرت بھری آنکھیں راہ دیکھتی ہونگی۔

ایک جنگل بیابان میں آج روز دیوانہ وار ادھر ادھر پھر رہی ہے دل ہی دل میں باتیں کر رہی ہے کچھ سوچا ٹھہری ٹھٹکی اور پھر کہنے لگی۔

تیری موت کا باعث تیرے قتل کا سبب میں ضرور ہیں میں نے تجھ کو ترغیب دی دھوکا دیا آگے دے کر قتل کروایا پھنسوا کر جان لی شرمندہ ہوں گنہگار ہوں کیسی محسن کش تھی

احسان فراموش ہائے تیرے احسانات کا معاوضہ یہی تھا تُو نے میری جان بچائی مصیبت سے نکالا آفت سے چھُڑایا اس لئے کہ تُو میرے سامنے قتل ہو اور مَیں دیکھوں تیرا سر ابن زیاد کے قدموں میں ہو اور مَیں خاموش رہوں مجھ سے زیادہ ذلیل ہستی مجھ سے بڑھ کر محسن کُش کون ہوگا کوئی نہیں نہیں کوئی نہیں۔

کیا محبّت کا تقاضا احسانات کا معاوضہ اور نیکیوں کا بدلا یہی تھا کہ وہ نہ ہو اور مَیں ہوں وہ نہ رہے اور مَیں رہوں وہ مَر جائے اور مَیں زندہ رہوں میرا کام ہے میرا فرض ہے کہ عبید کے خون کا بدلا عبداللہ سے لوں اور جب تک اس ظالم کو قتل نہ کروں کھانا پینا حرام کردوں دو دفعہ ناکام رہی ابکے کامیاب ہونگی اور اگر ماری گئی تو اس سے اچھی موت کیا ہوگی محسن تھا محبوب تھا۔

مگر ہاں امام ہمام پر کیا گذری خبر نہیں پتہ نہیں علم نہیں سینکڑوں کی جمعیت ہزاروں کا لشکر اور سادات کا مختصر گروہ دقت ہے کہ وہاں پہنچوں یہ جان یہ سر یہ چشم یہ ہستی امام مظلوم پر قربان کردوں اور ابن زیاد بدنہاد سے اسی طرح بدلا لوں کہ اس کی تمام امنگیں پوری آرزوئیں جو امام کی شہادت میں پوشیدہ ہیں خاک میں ملاؤں اور ملیامیٹ کردوں۔

(۵۰)

مَیں زندہ ہوں مگر بے سُود موجود ہوں لیکن بیکار تلوار اور گھوڑا دونو گئے ایک باقی ہے وہ بیکار تاہم جلاد کا ممنون ہوں کہ اس نے تلوار اور گھوڑا لیکر میری جان بخشی اور دوسرا سر کاٹ کر لے گیا۔

عبید ایک دریا کے کنارے لہروں کو دیکھ دیکھ کر مضطرب اور بیقرار ہوتا ہوا آواز بلند اس طرح چیخ چلا رہا ہے کہتے کہتے اس کو کچھ خیال آیا اور آہستہ آہستہ کہنے لگا۔

آنکھیں کہتی ہیں واقعات یقین دلاتے ہیں کہ یہ جبر واکراہ یا ہنسی خوشی پیاری ابن زیاد کے آغوش میں پہنچی مگر دل نہیں مانتا کلیجہ کو نہیں لگتی کہ میرا قاتل اسلام کا دشمن

شوہر ہوا ور روز جائد رکھے مگر کیا کہہ رہا ہوں وہ قابل تحسین اور میں لائق ملامت اس نے مجھ کی قید میں بریلیوں کے موقعہ پر ابن زیاد کے گھر میں کہیں کسی جگہ کسی حالت میں محبت کے اصول ہاتھ سے نہ دیئے میں آج چند روز سے اپنی جان بچا کر اپنا پیچھا چھڑا کر اطمینان سے پھر رہا ہوں مجھے علم نہیں کہ اس پر کیا گذری کیا محبت کا تقاضا یہی تھا کہ اپنی جان چھٹا اس کی پرواتک نہ کروں میں انسان نہیں جانور ہوں محبت کا دعویٰ اسی منہ سے اور بیاہ کے قرار اسی زبان سے کئے تھے چلوں جاؤں اور دیکھوں کہ بدنصیب کس رنگ اور کس حال میں ہے لیکن امام عالی مقام کی کیفیت بھی تو نہیں معلوم یہ ہزار ہا لشکر اور گنتی کے چند مسلمان کیا گذری ہوگی خدا معلوم سنگدلوں نے کیا کیا اذیت پہنچائی ہوگی سب سے پہلے وہاں کی خبر لوں یہاں تک کا حال تو معلوم ہے کہ کربلا پہنچ گئے تھے آگے کی خبر نہیں دُنیائے محبت معترض ہوا ور روزا گر زندہ ہے تو ناخوش مگر پہلے مظلوم کی حمایت اور پھر محبت خیر پہلے بصرہ چلوں تلوار اور گھوڑے کا انتظام کر راتوں رات کربلا پہنچ جاؤں *

(۱۵)

تُم لوگ سمجھتے ہو کہ میں خوش ہوں کھا رہا ہوں پی رہا ہوں ہنس رہا ہوں بول رہا ہوں لیکن مجھ پر جو گذری ہے وہ میں ہی جانتا ہوں یہ خوبصورت طائفے خوش الحان لڑکیاں تازہ شراب ہر چیز میرے واسطے زہر ہے میری بھوک اور نیند سب اُڑ گئی کیا غضب ہے تم ایسے ایسے تنومند میرے پاس موجود ہوا ور ایک کانٹا جو میرے دل میں کھٹک رہا ہے تم لوگوں سے نہیں نکالا جاتا اسوقت تک حسینؑ کا سر میرے پاس نہ پہنچا کہ میرے دل کو اطمینان ہو جاتا۔

عمیر خولی یزید شمر عبداللہ ابن سعد سلطنت کے وہ جری جوانمرد ہیں اسی کوشش میں منہمک ہیں حسینؑ لاکھ تنہا اور بے یار و مددگار ہوں مگر پھر بھی رسولؐ کی اولاد ہیں

مسلمان کچھ نہ کچھ ضرور ان کے ساتھ ہونگے کربلا کے محاصرہ کی خبر آچکی ہے ابن سعد معمولی سپاہی نہیں پورا سپہ سالار ہے اس کے پنجہ سے رہائی آسان نہیں صبح شام فتح کی خبر اور قتل کا مژدہ پہنچنے والا ہے۔

یزید۔ یہ تسکین آج سے نہیں تم مہینوں سے مجھے دے رہے ہو امیر اعلیٰ والد ماجد کی خلافت کا بڑا وقت ان ہی بغاوتوں کے فرو کرنے میں بسر ہوا وہ مشکل ہی سے مطمئن ہوئے ہونگے وہی کیفیت ان لوگوں نے میرے ساتھ شروع کی مگر خاطر جمع رکھو میں معاویہ نہیں ہوں دم میں دم ہے تو ایک حسینؑ نہیں اس خاندان کا بچہ بچہ نہ تیغ کردوں میری خواہش ہے کہ میں اس نسل ہی کو قطعاً منقطع کروں اور سیدوں کا ایک بچہ روئے زمین پر باقی نہ رہے۔

عمیر۔ یہ خواہش عین مصلحت اور دُور اندیشی ہے اعلیٰ حضرت اگر اپنے ہی سامنے ان فتنوں کا قلع قمع کرجاتے تو ہرگز یہ پریشانیاں اسوقت لاحق نہ ہوتیں۔

یزید۔ ہم نے ابن زیاد کو یہ حکم بھیجدیا کہ سادات کا ایک بچہ زندہ نہ رہے۔

عمیر۔ اس کا جواب بھی آگیا اور ابن زیاد کے جواب میں عمر سعد نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی موجود ہے وہ لکھتا ہے کہ تین روز کے اندر اندر حسینؑ کا سر قیدی عورتیں اور گرفتار بچے روانہ خدمت ہوجائیں گے۔

یزید۔ مگر تین روز تو ہو بھی گئے۔

عمیر۔ آج ہی صبح کو تو قاصد حاضر ہوا ہے۔

یزید۔ تو ابھی دو روز اور باقی ہیں۔

عمیر۔ اب آنکھ بند کرکے گذرے۔

یزید۔ تمہارے نزدیک تو اب گذرے مگر مجھے دو روز دو سال سے کم نہیں۔

عمیر۔ بیشک۔

(۵۲)

آج وہ رات ہے جس کی صبح نے گلشن اسلام کے لہلہاتے ہوئے پودے اور کھلتے ہوئے پھول دشت کربلا میں چن چن کر اجاڑے دو دن اور تین رات سے اہلبیت رسول بھوکے پیاسے اللہ اللہ کر رہے ہیں ماؤں کے دودھ سوکھ گئے مردوں کی زبانیں خشک ہو گئیں اور بچوں کی صورتیں کملا گئیں نویں محرم کا چاند امام کے قدموں میں لوٹ کر وداع ہوا اور سپیدۂ صبح نے گردہ سے نماز صبح کی اذان بلند ہوئی عمر سعد آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور شمر سے کہا۔

یہ تو عجب سخت جان لوگ نکلے تین دن اور تین راتیں ہو گئیں مگر نہ معلوم کیا ستم ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے اب آج معاملہ یکسو کرو کب تک ڈیرے ڈالے پڑے رہینگے۔

ادھر عمر سعد یہ کہہ رہا تھا ادھر نماز فجر سے فراغت پاکر امام حسین علیہ السلام عورتوں میں تشریف لیگئے تو دیکھا معصوم بچے تڑپ تڑپ کر بیہوش ہو گئے ہیں عورتوں میں اتنی ہمت نہیں کہ اچھی طرح بات کر سکیں بھانجے اور بھتیجے سرنگوں سامنے کھڑے ہیں مگر نقاہت کا یہ عالم ہے کہ چکر چلے آتے ہیں دفعتہً امام کی نظر ڈیڑھ سال کے بچے علی اصغر پر پڑی یہ بچہ حالت سکرات میں تھا اور زبان منہ سے لٹک رہی تھی یہ وہ دردانگیز منظر تھا کہ سید مظلوم سے ضبط نہ ہو سکا معصوم بچہ کو گود میں اٹھا لیا اور میدان جنگ میں تشریف لاکر عمر سعد سے کہا۔

یہ میرا چھوٹا بچہ جو دو سال کا بھی نہیں ہے اب عالم حیات میں دو چار لمحہ کا مہمان ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا کامل تین دن اور تین راتیں اس پر بھوک پیاسی بسر ہو گئیں اسنے ابھی دنیا میں کسی کو نقصان نہیں پہنچایا اور ایسی سخت سزا کا مستوجب نہیں ہے کہ پانی کے ایک قطرہ کو ترستا ہوا ماں کی گود اور باپ کے گھر سے رخصت ہو تم صاحب اولاد ہو اپنے دل پر ہاتھ رکھو اور زیادہ نہیں صرف اتنا پانی دیدو کہ اس کے خشک ہونٹ تر ہو جائیں میں اس کی ماں سے کہکر لایا ہوں کہ عمر سعد اس کو پانی دیدے گا۔

امام مظلوم کے جواب میں عمر سعد نے ایک زور کا قہقہہ لگا کر کہا عباسؑ کی جرأت

اور علی اکبرؓ کی شجاعت کدھر غارت ہوئی دریا سامنے ہے پانی کیوں نہیں لے لیتے۔
اتنا کہہ کر عمر سعد نے ایک شخص حرملہ بن کامل کو اشارہ کیا اور اس سنگدل نے اس بیخبری کے عالم میں کہ سید الشہداؑ پانی کے طالب تھے تیر کمان میں جوڑ کر نشانہ لگایا بچہ کی بساط ہی کیا تھی تیر حلق چھیدتا ہوا پار نکل گیا اور ایک معصوم چڑیا کی طرح شیر خوار بچہ باپ کی گود میں دو لحظہ تڑپ کر دُنیا سے رخصت ہو گیا۔ لہولہان لال کا مُردہ مظلوم باپ نے عبا کا دامن اُڑھا کر سینہ سے لگا لیا اور اپنے خیمہ میں تشریف لائے۔
بدنصیب ماں جس کے دل میں بچے کے سینکڑوں ارمان بھرے ہوئے تھے اور جسکی آنکھیں آہٹ پر لگی ہوئی تھیں بیتابانہ آگے بڑھی کہ بچہ کو باپ کی گود سے لے مگر وقت نے یہ دکھایا کہ ننھی سی جان خون میں نہایا ہوا ابدی نیند سو رہا ہے۔
آسمان کی طرف امام عالی مقام نے ہاتھ اُٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا عورتوں کو صبر کی تلقین کی اور پھر میدان میں تشریف لا کر عمر سعد سے کہا۔
یہ وہ نازک وقت ہے کہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے مگر مسلمان کا شیوہ صبر و رضا ہے میں اسوقت بھی مشیت پر راضی ہوں لیکن تجھ سے اسوقت دو باتیں کہتا ہوں ایک تو یہ کہ مجھ کو یزید کے پاس بھیجدے بیعت کے متعلق میں خود اس سے گفتگو کروں گا اور بتا دونگا کہ تیری بیعت احکام اسلام کے منافی ہے اور اگر تو اس کو پسند کرے تو مجھ کو اجازت دے کہ جدھر منہ اُٹھے بال بچوں کو لے کر چلا جاؤں وعدہ کرتا ہوں کہ بقیۃ العمر پھر ادھر کا رُخ نہ کرونگا۔
ابن سعد۔ دونوں درخواستیں نامنظور جو کچھ فیصلہ ہونے والا ہے وہ عنقریب ہو جائیگا اب زیادہ لیت و لعل نہ کیجئے اور جری سوار آلِ محمدؐ کے چھانٹ چھانٹ کر بھیجئے کہ ہم موت کے گھاٹ اُتار دیں جس طرح ابھی ایک ماں کی گود ایک لال سے خالی کر دی اسطرح بہت سی گودیں خالی گھر بے چراغ اور عورتیں بے وارثی ہونگی۔

امام۔ یہ جو کچھ تھا محض اتمام حجت تھی کہ قیامت کے روز عذاب اُمت کی شکایت جدا مجد نہ فرمائیں اور حسینؑ کے دامن پر یہ دھبہ نہ رہے کہ نانا کی اُمت کو اچھی طرح نہ سمجھا دیا عمرسعد پھر کہتا ہوں کہ زندگی موت کے آغوش میں لپٹی ہوئی ہے یہ وقت ہمیشہ نہ رہیگا خاندان سادات تیرے مظالم بھگت لیگا وہ نہ رہنگے مگر ان کا صبر باقی رہیگا آج تو باختیار صحیح مگر تیری یہ حالت پایدار نہیں وقت وفادار نہیں دھوکا دینے والی چیز ہے سمجھ اور سوچ دیکھ اور غور کر میں کون ہوں اور یہ میرے ساتھ کس کا قافلہ ہے ابن سعد جو ہونٹ آج پانی کو ترس رہے ہیں ان کو رسول اللہؐ نے بوسہ دیا ہے اور میں جو آج اس میدان میں گرفتار بلا ہوں راکب دوش رسولؐ ہوں پھر غور کر اور سمجھ لے یہ قافلہ معمولی نہیں ناموس رسولؐ ہے۔

عمرسعد۔ خوب سمجھتا اور اچھی طرح جانتا ہوں بس زیادہ فرصت نہیں اگر مقابلہ کی ہمت ہے اور جوہر شجاعت دیکھنے ہیں تو کسی کو بھیجئے ورنہ فوراً تیر اندازی کا حکم دیتا ہوں۔

اسوقت امام عالی مقام نے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور فرمایا معبود حقیقی تو دیکھ رہا ہے کہ میں نے اپنی طرف سے ان لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیا اب میں بری الذمہ ہوں اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تلوار اُٹھاؤں اور ناموس رسولؐ پر جو تیرے ساتھ ہے قربان ہو جاؤں۔

(۵۴)

حصین ابن عبداللہ دریائے فرات پر تیغ آبدار لئے اپنے دستہ کا حوصلہ افزا کلمات سے دل بڑھا رہا ہے اور بآواز بلند کہہ رہا تھا کہ صرف چند لمحہ کی اذیت اور رہ گئی ہے جس شجاعت اور تن دہی سے تم نے اپنا فرض ادا کیا اور دریا کو اپنی مٹھی میں بند کر دشمن کو للکایا اور بلکایا ہے اس کا انعام تم کو وہ کچھ دلواؤں گا کہ مالا مال ہو جاؤ گے ایک کربلا کی محنت عمر بھر کے واسطے راحت کا سامان ہو گی کہ مشرقی کنارہ پر ایک سوار پانی کا مشکیزہ بھرتا دکھائی دیا حصین گھوڑے پر سوار تھا دیکھتے ہی تیر کی طرح چلا اور ہوا کی مانند سر پر پہنچ کر

کہا اگر تو کوئی مسافر یا یہاں کا رہنے والا ہے تو پانی شوق سے بھر لے لیکن تیری صُورت اور حالت بتا رہی ہے کہ تو حسینی قافلہ کا آدمی ہے اور ہماری تمام محنت خاک میں ملا کر مُسلمانوں کو پانی پہنچانا چاہتا ہے۔

شخص مُسلمان ہوں اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مُسلمانوں کا ادنیٰ خدمتگذار شرم کا وقت ہے کہ سیّد مظلوم جو آج دشت کربلا کا مہمان ہے پانی کی صورت کو ترس رہا ہے اور تُم کمینے بیگناہ عورتوں معصوم بچّوں پر وہ ظُلم توڑ رہے ہو کہ آسمان اور زمین اِس کیفیت کو دیکھ دیکھ کر تھرّا رہے ہیں۔

حصین ۔خاموش ہو جا بدبخت ناہنجار اور ایسی گستاخانہ بات زبان سے نکال کہ دم بھر میں تیرا سر زمین میں تڑپتا دکھائی دے۔

شخص ۔اگر یہ سر تن سے علیحدہ ہُوا تو یہ قربانی قابل فخر ہو گی اتنا کہہ کر اِس شخص نے تلوار میان سے نکالی اور چاہتا تھا کہ وار کرے مگر حصین نے سپر ہاتھ میں لے کر گھوڑے کی ٹانگوں پر ایک گُرز اس زور سے مارا کہ بے زبان جانور تڑپ کر گرا اور اس کے گرتے ہی سوار بھی سنبھلا مگر سنبھلتے ہی حصین کا وار سر پر تھا اور اگر سپر کام نہ دیتی تو تعجب نہیں حصین کا دعویٰ سچّا نکلتا اور سوار کی گردن زمین میں دکھائی دیتی اس نے وار روکا اور اچک کر ایک تلوار اس زور سے دی کہ حصین کا سر زخمی ہُوا اور اس کی سر میں چکّر آگئے ابھی حصین سنبھلا نہ تھا کہ سوار نے ایک ہاتھ اور دیا اور اب ظالم کی گردن دھڑ سے علیحدہ تڑپ رہی تھی حصین کا گرنا تھا کہ سوار نے جلدی سے اپنا مشکیزہ پانی سے بھرا اور گھوڑے پر سوار ہُوا۔

ابن سعد یہ تمام کیفیت اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا حصین کے گرتے ہی اس نے اپنا گھوڑا لپکایا اور چاہا جلدی سے پہنچ کر دشمن سے بدلا لے مگر اس کے پہنچنے سے قبل سوار اپنا سر پر مشکیزہ بھر چلتا ہُوا اسوقت ابن سعد نے اس کے سوا کوئی صورت نہ دیکھی

کو دشمن کو چھوڑ دے اور کسی طرح کامیابی کو ناکامی سے بدل دے سوار گھوڑا اُڑائے باغ باغ چلا جا رہا تھا امام عالی مقام کا خیمہ قریب تھا کہ ایک تیر ابن سعد کا مشکیزے میں آکر لگا اور پانی ڈھل ڈھل زمین میں بہہ گیا۔

اس ناکامی نے سوار کی تمام امیدیں منقطع کر دیں پانی کے گرتے ہی اس نے گھوڑے کی باگ روکی اور پھر دریا کا رخ کیا عمر سعد یہ کیفیت دیکھ کر اسی طرف چلا اور اس کے ساتھ دو سوار اور تھے کنار دریا پر پہنچ کر عمر سعد بولا۔ ہمارے سامنے پانی کا لیجانا آسان نہ تھا جن ہزاروں نے آج تین روز سے دریا کو مٹھی میں بند کر لیا ہے وہ ایسے گئے گذرے نہیں کہ تم جیسے ابھر لڑکے کے دھوکے میں آجائیں۔

سوار۔ دریا جس سے آج کائنات کا ہر ذرہ سیراب ہو رہا ہے آلِ محمدؐ پر حرام ہو گیا تم جانتے ہو کہ اس کا جواب تم ایک حقیقی دربار میں ایک زبردست بادشاہ کے روبرو دینا ہے تم کو اپنی شجاعت کا دعوےٰ کرتے شرم نہیں آتی یہ ہزاروں کا لشکر اور گنتی کے چند آدمی مگر یہ وہ ہیں کہ ان میں سے ہر شخص تم پچاس پر بھاری ہے۔

ابن سعد۔ تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ تو اکیلا ہی ہم کو قتل کر دے گا۔ حالانکہ ہم تین ہیں اور تو پچاس سے زیادہ۔

یہ فقرہ ختم ہوا اور اس کے ساتھ ہی عمر سعد کے اشارہ سے ایک سوار کا وار سوار کے سر پر ہوا سوار نے خالی دیا اور آگے بڑھ کر دوسرے سوار کے ایسا ہاتھ دیا کہ دو ٹکڑے ہوئے پہلا سوار آگے بڑھا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ اپنے ہمراہی کا بدلا لے کہ حسینی سوار نے ایک ہاتھ اس کے بھی رسید کیا گو وار کاری نہ تھا مگر اتنا ضرور ہوا کہ سوار زخمی ہو کر نیچے گرا اور کراہنے لگا۔

دونوں کے قتل سے عمر سعد کے ہوش حواس پریشان ہو گئے اور اس کو یقین کامل ہو گیا کہ اس جوان کے ہاتھ سے جان کا سلامت رہنا آسان نہیں مقابلہ عقلمندی نہیں دور اندیشی

یہ ہے کہ اس کو باتوں میں لگاؤ۔

دونو سواروں کا قتل اور عمر سعد کی تنہائی دیکھ کر دس سواروں کا دستہ کمک کو روانہ ہوا عمر سعد کن آنکھوں سے دیکھ رہا تھا سوار سے کہنے لگا۔

میں تو اب بھی صلح کے واسطے رضامند ہوں اگر امام عالی مقام بیعت کے واسطے رضامند ہو جائیں۔

سوار۔ بیعت تجھ جیسے شقی اور یزید جیسے مردود کی ہرگز نہیں۔

عمر سعد۔ تمہارا امام ہمام سے کیا تعلق ہے۔

سوار۔ ادنیٰ غلام اور جان نثار نوکر۔

عمر سعد۔ تمہاری گفتگو مجھ کو شبہ میں ڈالتی ہے یہ انداز مردانہ نہیں ہیں۔

سوار۔ اگر میں عورت ہوں تو تیرے واسطے شرم ہے کہ تیرے ہمراہی ایک عورت کے ہاتھ سے قتل ہو رہے ہیں۔

عمر سعد۔ کیا یہ واقعہ ہے کہ میں ایک عورت سے گفتگو کر رہا ہوں۔

اس کا جواب ایک تلوار کا وار تھا اور اگر ابن سعد خالی نہ دیتا تو یقیناً اپنے دونو ہمراہیوں کے پاس پہنچ جاتا بچا اور وار خالی دے کر سا شتہ تو آیا ہو گا۔۔۔ کے واسطے آ پہنچا تھا عمر سعد نے آواز بلند کہا جانے نہ پائے یہ مرد نہیں عورت ہے زندہ گرفتار کر لو۔

کچھ دیر لڑائی جاری رہی دستہ کے دو آدمی زخمی ہوئے اور روز گرفتار ہو کر عمر سعد کے قبضہ میں پہنچی۔

(۵۴)

یوم عاشورہ کی وہ گھڑی بالآخر آ پہنچی جب آفتاب کی درخشندہ آنکھوں نے دیکھا کہ مظلوم سیدانیاں اور معصوم سید ہر جاندار اور بے جان چیز کو حسرت سے دیکھ رہے ہیں اور کائنات کا کوئی ذرہ یہ طاقت نہیں رکھتا کہ بھوکوں کے پیٹ میں روٹی کا ٹکڑہ اور پیاسوں کے حلق میں

پانی کا قطرہ تک پہنچا دے امام ہمام کی رائے اسوقت یہ ہوئی کہ حجت ختم اور سمجھانا پورا ہوا اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ جدا مجد کی اُمت کی خوشی پوری کروں اور خدا کی راہ میں گلا کٹوا کر دُنیا کو دکھا اور مسلمانوں کو بتا دوں کہ صبر و رضا کے کیا معنی ہیں عمامۂ رسولؐ سر پر رکھا ہتھیار زیب تن کئے اور میدان کا قصد فرمایا۔

فاطمہؓ کے لال پر قربان ہونیوالے گنتی کے چند افراد اور رسولؐ ہاشمی کے ناموس کی لاج رکھنے والی تھوڑی سی عورتیں چیخ اُٹھیں اور کیا آج ہماری آنکھوں کے سامنے یہ ستم ہوتا ہے کہ یہ چاند سی صورت جس کو رسولؐ نے بوسہ دیا جس کی سیدہؑ نے بلائیں لیں خاک میں ملتی ہے ہم کو اپنے مُنہ خدا اور اس کے رسولؐ کو دکھانے ہیں پہلے ہم قربان ہونگے اسکے بعد جب کوئی دیکھنے والا نہ ہو آپ خود شوق سے تشریف لیجائیے بہنیں پچھے ہوئے تھیں بھائی بھتیجے بھانجے التجائیں کرتے تھے اور قدموں پر سر رکھتے تھے عورتوں کو امام عالی مقام نے تسکین دی اور کہا تمہارا مقابلہ کرنا مصلحت نہیں گو عمر سعد و یزید یہ خیال نہ کریں مگر تم ناموس رسولؐ ہو بچوں اور بھائیوں سے فرمایا تم ایک بدنصیب حق پر اپنی عزیز جانیں کیوں قربان کرتے ہو یزید ابن زیاد عمر سعد صرف میرے دشمن ہیں میرے بعد جدھر تمہیں تقدیر لیجائے چلے جانا۔

شمع پر پروانے رفقائے امام کا گریہ اور تیز ہوا اور انہوں نے کہا یہ قیامت تک نہ ہوگا کہ ہم زندہ رہیں اور آپ میدان میں تشریف لیجائیں ایک پیاس اور بھوک کیا اگر اس جسم کے ٹکڑے اُڑ جائیں تو بھی یہ نہ ہوگا کہ آپ ہماری زندگی میں مقابلہ پر تشریف لیجائیں۔

مردوں کی گریہ زاری اور التجاؤں کو ان کی قریبی عزیز عورتوں نے اصرار سے تقویت دی اور اب اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ امام مظلوم کے پیارے میدان میں جانے شروع ہوئے عباسؓ جیسا بھائی آنا فانا شہید ہوا علی اکبرؓ جیسے جوان شیر نے آنکھوں کے سامنے دم توڑا اور جس قدر ہمراہی تھے ایک ایک کر کے کام آ گئے اسوقت سیدالشہداء نے ایک زخمی کو دیکھا و اس کے قریب پہنچ کر پوچھا تو کون ہے بھائی میں نے نہیں پہچانا۔

زخمی - میرا نام عبید ہے ارمان تھا کہ اس چاند سی صورت پر قربان ہوں مگر ارمان پورا نہ ہوا تیرہ آدمی جہنم میں پہنچا کر دو دفعہ عمر سعد ملعون کی صف میں گیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔

امام - تو نے آج مظلوم کی مدد جس طرح اس میدان میں کی کل خدا تیری مدد اسی طرح میدان حشر میں کرے۔

عمر سعد نے دہل بجا کر بآواز بلند کہا۔

کیا آل رسولؐ میں سے اب امام کے سوا اور کوئی باقی نہیں کہ اپنی نافرمانی کا انجام دیکھتا اگر نہیں ہے تو اب ہماری تلواریں امام کے خون کی پیاسی ہیں تاکہ اس برات کا دولہا بھی شریک بزم ہو۔

اسوقت امام عالی مقام عورتوں میں تشریف لائے سب سے پہلے اس بیمار بچے کے پاس گئے جو حالت مرض میں بھوکا پیاسا ان پیہم صدمات کا شکار ہو رہا تھا فرمایا۔

زین العابدین! حسینؑ کی زندگی نانا جان کی اُمت کیواسطے اسوقت ختم ہو کر ایک بہت بڑا سبق چھوڑتی ہے اگر تم زندہ رہو اور دشمن تم کو شہید نہ کریں تو مظلوم باپ کی یہ امانت مُسلمان بھائیوں تک پہنچا دینا اور میرا پیام ان کو سُنا دینا کہ مُسلمانوں میری زندگی تمہارے واسطے درس عبرت اور میری تقلید تمہارے واسطے باعث مغفرت ہوگی یہ دردناک منظر جو اسوقت میری آنکھوں کے سامنے ہے تمہارے واسطے راضی برضائے الٰہی رہنے کا پورا سبق ہے مسلمان ہستیاں جب تک دُنیا زندہ اور قائم ہے پیدا اور فنا ہونگی مگر ضرورت ہے کہ رنج و راحت کے مواقع پر فرزندگی کے لازمی نتائج ہیں مسلمان میری اس حالت کو فراموش نہ کردیں۔

جب خدا اپنی رحمتوں سے ان پر نعمتیں نازل کرے اور وہ انواع و اقسام کے کھانوں اور ٹھنڈے میٹھے پانی سے سیراب ہوں اُسوقت میری اس کیفیت کو بھی یاد کرلیں جو آج میدان کربلا میں مجھ پر گذر رہی ہے میں جن نعمتوں سے محروم ہونے پر اُس کا شکر گزار ہوں

وہ ان چیزوں کے حاصل ہونے پر اس کا شکریہ ادا کرتے رہیں مائیں جس وقت اپنے شیرخوار بچوں کو گود میں لئے کلیجے سے چپٹائیں اسوقت یہ بھی خیال رکھیں کہ میرا معصوم اصغر کس طرح باپ کی گود میں پانی کی توقع پر حرملہ کے تیر سے شہید ہوا ہوگا باپ جب اپنے معصوم بچوں کی خوشیاں دیکھیں اسوقت اتنا سوچیں کہ میرے جوان شیر اکبرؑ نے کس طرح میری آنکھوں کے سامنے دم توڑا ہوگا۔

زین العابدین مظلوم باپ تم سے رخصت ہوتا ہے سیدانیوں کے اس قافلہ کے سردار جو تاراج و برباد ہوگیا سردار اب تم ہو اگر رہو تو اس طرح رہنا کہ خدا کی مرضی تمہارے ساتھ رہے اور جاؤ تو اس طرح جانا کہ خدا کی خوشنودی تمہارے ساتھ جائے۔

یہ کہکر امام نے عورتوں کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا زندگی فانی ہے باقی رہنے والی نہیں اوپر سویر چلدیا یا دیر سب کو اسی ایک طرف رجوع کرنا ہے اسلام کا شیوہ یہ ہے کہ مصیبت کی کڑیاں قند کے گھونٹ ہیں اور ناشکری کی تیوری چہرہ پر نہ آئے اس کے بعد آپ سب سے رخصت ہو کر میدان میں تشریف لائے ۔

(۵۵)

حسین صورت جس کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے کلیجے میں رہنے کے قابل ہے جنگ حسینؑ سے میرے ہاتھ وہ مال غنیمت آیا ہے جس پر مدۃ العمر فخر کرونگا اگر تو خوشی سے منظور کرتی ہے تو فبہا ورنہ مجھ کو یہ حق حاصل ہے کہ بالجبر نکاح کروں اور تجھ کو اپنی کنیز بناؤں تو خوش نصیب ہوئی بیوی بنتی اور جو اعزاز مجھ کو قتل حسینؑ کے بعد میسر ہونیوالا ہے اس میں برابر کی شریک ہوتی لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تیری تقدیر میں عیش نہیں مصیبت ہے آج شام کو میں تجھ سے نکاح کرونگا اور اب تیری خوشی پر منحصر ہے کہ بیوی بن یا لونڈی۔

روزہ۔ کچھ شک نہیں میں اسوقت گرفتار ہوں اور میرے سامنے تو نے آل رسولؐ کے منتخب پھول چھانٹ چھانٹ کر توڑے اور آج اگر رہا ہوتی تو ان پر قربان ہوتی اور تجھ کو

دکھادیتی کہ عورت کا دل کیسے انمول جواہرات کا خزانہ ہوتا ہے تو اپنے لغو خیال دل سے نکال اور یہ وہم و گمان بھی نہ کریں مجھ شقی القلب کی خواہش پوری کرونگی۔

عمرسعد۔ اے ظالم میرا حسرت بھرا دل اس بیدردی سے نہ توڑ میں تیری صورت دیکھتے ہی جنگ اور اصول جنگ سب بھول بسر گیا اب اگر کچھ ہوش ہے تو صرف یہ کہ ہر وقت اس دلفریب صورت کی زیارت کروں۔

روز۔ کیا میں اس گفتگو کا یقین کرلوں۔

عمرسعد۔ حلف سے۔

روز۔ قول دو۔

عمرسعد۔ بسم اللہ۔

عمرسعد نے قول دیا اور کہا اب جلدی اپنی خواہش بیان کرو میں تو تمام جان و مال اس صورت پر قربان اور ہوش و حواس نذر کرچکا۔

روز۔ ابتک جو کچھ ہوگیا وہ ہوگیا اب امام عالی مقام کو چھوڑ دو کہ وہ جدہر جی چاہے تشریف لے جائیں۔

عمرسعد۔ مجھے اپنی طرف سے ایسا کرنے میں عذر نہیں لیکن اکیلا میں اکیلا کیا کرسکتا ہوں۔

روز۔ اچھا تو مجھے رہا کردو۔

عمرسعد۔ سر آنکھوں سے ابھی تھوڑی دیر بعد۔

روز۔ اس برتے پر محبت اور عشق کا دعوی تھا کہ دونو درخواستوں میں سے ایک بھی منظور نہ ہوئی۔

عمرسعد۔ دونو منظور ہیں میں ابھی آتا ہوں ڈھل بچ گیا۔

(۵۶)

امام عالی مقام میدان جنگ میں تشریف لے آئے اور عمرسعد سے کہا یہ عمامہ جو

میرے سر پر اسوقت رکھا ہوا ہے اُس متبرک ہستی کا ہے جسکا کلمہ تم لوگ پڑھ رہے ہو اُس پاک نبیؐ کا ہے جو قیامت کے روز تمہاری شفاعت کرنیوالا ہے اس نیک سچے رسولؐ کا ہے جسکا ڈنکا آج سوئے زمین پر بج رہا ہے تم نے دیکھ لیا کہ خاندان رسالت کے درخشندہ جوہر تمہاری سنگدلی سے خاک و خون میں ملے مگر میری تیوری پر بل نہ آیا اب چند عورتیں اور تھوڑے سے بچے باقی ہیں اب بھی اگر تم اپنی حرکتوں پر نادم اور اعمال پر تائب ہو تو میں اس سیدانی کا بچہ اور اس رسول برحق کا نواسہ ہوں جسنے سخت سے سخت تکلیفوں میں بھی خدا کو فراموش نہ کیا میں خدا کی راہ پر تمہارے قصور معاف کر دوں گا۔

عمر سعد۔ یہ التجائیں بے سود اور درخواستیں بیکار ہیں اور چند سانس زندگی کے پورے کر لیجئے

امام۔ یہ التجائیں وہی اتمام حجت ہے کہ قیامت کے روز جدامجد کے حضور میں تمہارے عذاب کا خون میرے دامن پر نہ ہو۔

عمر سعد تلوار لیکر آگے بڑھا امام عالی مقام نے بھی تن تنہا حملہ کیا تیغ حسینی تلوار نہیں ایک بجلی تھی کہ جدھر گری قیامت برپا کر دی سینکڑوں سر تن سے جدا کئے جس صف کی طرف رخ کیا یزیدی گروہ منتشر ہوا بالآخر عمر سعد نے بآواز بلند کہا۔

"اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ ایک متفقہ حملہ امام پر کرو"

عمر سعد کا یہ فقرہ پورا ہوا اور چاروں طرف سے فاطمہؓ کے چاند کو دشمنوں نے گھیر لیا۔ متواتر تیروں اور تیغوں سے جسم مبارک امام عالی مقام کا چھلنی تھا اس پر بھوک اور پیاس کی شدت اور بھی غضب تھی یہاں تک کہ راکب دوش رسولؐ زمین پر گرا عمر سعد نے فتح کا نعرہ بلند کیا شمر نے آگے بڑھ کر سر مبارک تن سے جدا کیا اور خولی نے نیزہ پر لٹکا کر آواز دی۔

انکار بیعت کا نتیجہ خلقت دیکھ لے یہ وہی سر ہے جو تھوڑی دیر پہلے اپنی شجاعت کے گیت گا رہا تھا۔ فتح کے شادیانے بج گئے اور عمر سعد باغ فدک کی طرف بڑھا۔

فوراً رہا کر دو یہ پھول سے ہاتھ ہرگز اس کے قابل نہیں۔

مہ جبین تروز امام کی رہائی میرے اختیار سے باہر تھی میں خود ابن زیاد کا غلام تھا اسنے جو حکم دیا تعمیل کردی اگر قتل ناروا اور ناسزا ہے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں عبداللہ اور یزید پر ہے میں تو صرف ہاں جی کا نوکر ہوں۔

روز۔ ایک عیسائی عورت کو اس سے کیا بحث کہ روا ہو یا ناروا تم جانو تمہارا کام۔

عمر سعد۔ نہیں یہ درست نہیں کہ تم عیسائی ہو اس سے تمہارا مقصد صرف یہ ہے کہ میرے قبضہ سے نکل جاؤ اور نکاح نہ ہو سکے مطمئن رہو کہ میں ایسا بچہ نہیں ہوں سعید بن جبیر کرو میرا نکاح پڑھاؤ۔

روز۔ جب نکاح بلا رضامندی عورت کے جائز ہے تو پھر نکاح ہی کی کیا ضرورت ہے۔

عمر سعد۔ جب عورت فیلسوف ہو تو پھر اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

روز۔ کچھ وقت عورت کو بھی معاملہ پر غور کرنے کیواسطے ملنا چاہئے یہ ہر مذہب میں ضروری ہے۔

عمر سعد۔ معاملہ ظاہر ہے کہ اس عظیم الشان جنگ کی کامیابی کا سہرا میرے سر ہے اقبال ہمیشہ میرا قدمبوس رہیگا یزید اور ابن زیاد جب تک میں زندہ ہوں میرا کلمہ پڑھینگے اس اعزاز و اکرام کا مستحق میں نہیں میری مہ جبین۔

روز۔ لیکن ضرورت یہ ہے کہ مجھ کو کچھ مہلت ملنی چاہئے۔

عمر سعد۔ میں مہلت کیواسطے موجود ہوں ایک ہفتہ کی اجازت دیتا ہوں لیکن نکاح آج ہی ہوگا ابھی ہوگا اور اسی جگہ ہوگا تاکہ خوشی دوبالا ہو۔ سعید بن جبیر کیا دیر ہے۔

سعید فوراً آیا اس نے خطبۂ نکاح پڑھا اور جب روز کی رضامندی دریافت کی تو اس نے کہا۔

اگر اسلامی نکاح بغیر عورت کی رضامندی کے ممکن ہے تو مجبوری ہے اور اگر عورت کی رضامندی مشروط ہے تو میں ابھی رضامند نہیں ہوں۔

عمر سعد۔ سعید ان حالات میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں۔

سعید نے خطبۂ نکاح ختم کیا ایجاب وقبول عمر سعد نے بھی کر دیا اور روز سے کہا اب تم کو ایک ہفتہ کی مہلت ہے اچھی طرح غور کر لو لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ آج کی فتح اس خوشی سے محروم رہتی۔

روز۔ تم کو یہ حق نہیں ہے کہ تم بالجبر مجھ کو مسلمان کرو۔

عمر سعد۔ مجھ کو تمہارے مذہب سے کوئی واسطہ نہیں اوّل تو مجھے اسی میں شبہ ہے کہ تم عیسائی ہو اور اگر یہ واقعہ ہے کہ تم مسلمان نہیں تو جو مذہب معشوق کا وہی عاشق کا۔

روز۔ تو کیا تم عیسائی ہونے کے واسطے تیار ہو۔

عمر سعد۔ ابھی یہ معمہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ایک عیسائی عورت کو امام سے یہ تعلق ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اپنی جان قربان کرے اور زندگی کو ان کی رہائی کے سامنے ہیچ سمجھے۔

روز۔ شہید کربلا مظلوم تھا اس کی حمایت مذہب سے واسطہ نہیں رکھتی انسانیت کا فرض تھا۔

عمر سعد۔ اگر یہ راز نہیں اور واقعہ ہے تو میں جب جان و ایمان سب کچھ اس صورت پر قربان کر چکا تو مذہب کیا چیز ہے۔

روز۔ یہ راز نہیں واقعہ ہے اور اسی واسطے میں نے مہلت طلب کی ہے۔

(۵۷)

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ مرض جان لے کر میرا پیچھا چھوڑے گا مجھے امید نہ تھی کہ تو ایسی بے وفا صورت ثابت ہوگی اگر صاحب خانہ کی عنایت اور خدا کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو میں کبھی کا مر چکا ہوتا تو نے میری زندگی کی بھی پرواہ نہ کی اس سے زیادہ افسوس کا موقعہ اور کیا ہوگا کہ میں رات بھر پڑا اکیلا تڑپتا ہوں کروٹیں لیتا ہوں درد کے مارے نیند نہیں آتی بخار دم بھر کو ساتھ نہیں چھوڑتا اور تو اول شام سے جو پڑ کر سوتی ہے تو رات بھر ساتی ہے نماز سے واسطہ نہ عبادت سے مطلب۔

بیوی۔ جو کچھ میرے امکان میں تھا بیٹے کرنے میں کسر نہ چھوڑی بیوی [illegible] نے سے تو رہی اگر تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں اپنی آنکھیں تم کو دیدوں اور تمہارا جو [illegible] تو میں اس کے واسطے بھی حاضر ہوں۔

خالد۔ اس لئے کہ تجھے معلوم ہے اور اچھی طرح جانتی ہے کہ یہ تبادلہ ہو ہی نہیں سکتا ایسی بات کہتی ہے مگر تجھ سے زیادہ بیوفا عورت اور نابکار بیوی میرا ایمان ہے کہ دُنیا میں کوئی اور نہ ہوگی۔

گھر والی۔ خالد! خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے تم کو موت کے مُنہ سے بچایا بخار اُتر چکا [illegible] ہی تخفیف ہے اب صرف کمزوری باقی ہے یہ بھی رفتہ رفتہ رفع ہوجائیگی۔

خالد۔ میری مہمان نواز خاتون! کس مُنہ سے آپ کے کرم کا شکریہ ادا کروں آپ نے مجھ کو وہ دکھا دیا جو کم آنکھیں دیکھیں گی افسوس یہ ہے کہ بیوی جو رفیق ہونی چاہئے تھی جان کی دشمن نکلی۔

گھر والی۔ ہاں مجھے تم سے اتفاق ہے کہ انہوں نے اپنے فرض کی ادائیگی میں غفلت کی۔

خالد۔ محترم خاتون! اس نے مجھے زبردستی گھر سے نکالکر میری پیاری کلثوم کو مجھ سے جُدا کیا اب دیکھئے اس کے صدمہ میں روتے روتے میری آنکھیں جاتی رہیں مگر اب بھی یہ اپنی غلطی پر نادم نہیں۔

بیوی۔ میں ایسی گفتگو کبھی پسند نہیں کرتی اور تم اکثر میرے زخموں پر نمک چھڑکتے ہو۔

خالد۔ میں تجھ کو اگر اس سے نصف بھی اذیت دوں جو تیرے ہاتھوں مجھ کو پہنچ رہی ہے تو شائد دم بھر بھی یہاں نہ ٹکے۔

گھر والی۔ اس قسم کی باتوں سے رنجش کے سوا کچھ حاصل نہیں خاموش ہوجاؤ۔

بیوی۔ محترم خاتون! خیال فرمائیے کہ کلثوم جیسی بچی کا فراق آجتک مجھ کو خون کے آنسو رلوا رہا ہے میری زندگی اس کے ساتھ ختم ہوئی گو میں کہنے کو زندہ ہوں مگر ایک لمحہ

اس کی صورت میری آنکھوں کے سامنے سے نہیں ہٹتی ہیں اب کسی قابل نہیں رہی یہ سمجھتے ہیں میں سوئی ہوں اور میں درحقیقت روتی ہوں۔

خالد۔ مجھے اس سے اتفاق ہے کہ کلثوم کی موت نے تیری حالت تباہ کردی اور اس کا صدمہ تجھے مجھ سے کم نہیں مگر دنیا میں زندہ رہنا ہے اور کام کرنے رنج کے معنی یہ تو نہیں کہ آدمی کسی کام ہی کا نہ رہے۔

اس کا جواب گھر بھر میں ایک خاموشی تھی جس نے سلسلۂ گفتگو ختم کر دیا۔

(۵۸)

یہ تو جانے اور یزید جانے مگر میں نے تم کو یہ حکم کبھی نہیں دیا اور نہ ایک مسلمان دے سکتا ہے کہ تو آل رسولؐ کی یہ بے حرمتی کرے اور اس بیدردی سے امام اور رفقاء امام کو ذبح کردے۔

عمر سعد۔ ستم ہے غضب ہے آفت ہے قیامت ہے ابن زیاد تو نے اپنے فقرے سے میری تمام آرزوئیں پامال اور امنگیں ختم کردیں ہیں وہ کیا ہے جو کسی سے ہوا نہ ہوگا میں نے اپنا مذہب اپنا ایمان اپنی آخرت صرف تیری خواہش پر قربان کردی اور اپنا گھر دوزخ میں بنا لیا اس دن کو اور اس وقت کو تو اس طرح مجھ سے بیزار ہو جائے اور کہے کہ امام حسین کے قتل کا حکم میں نے نہیں دیا۔

ابن زیاد۔ میرا منشا ہرگز یہ تھا کہ اہلبیت رسولؐ کا مسلمانوں کے ہاتھوں یہ حشر ہو میری غرض صرف یہ تھی کہ وہ بیعت کرلیں اور اگر ان کو انکار تھا تو جس طرح وہ افراد میں ہمارے سردار تھے اسی طرح انکار میں ہمارے سردار عمر سعد تو نے ستم کیا۔

عمر سعد۔ تو کیا میں کسی انعام اور ترقی کا مستحق نہیں ہوں۔

ابن زیاد۔ تو اگر زندہ رہے تو اسی کو غنیمت سمجھیو۔

عمر سعد۔ کس جرم میں؟

ابن زیاد۔ امیر المومنین کی نافرمانی میرے حکم عدولی اور شرع اسلام کی مخالفت۔

عمر سعد۔ نافرمانی اور حکم عدولی تو سمجھ میں آ گئی مگر یہ مخالفت شرع کیا معنی رکھتی ہے۔

ابن زیاد۔ عمر سعد میرے غصّے کی آگ کو زیادہ نہ بھڑکا اور سمجھ لے کہ امام حسینؑ سے زیادہ سختی کے ساتھ تجھ کو ذبح کروں گا یہ مہ جبین عورت جس کو تو اپنی منکوحہ کہتا ہے اور جس سے تو نے کربلا میں نکاح کیا شقی ازلی میری بیوی ہے اور وہ نہیں اُس کے ہزار گواہ موجود ہیں۔

عمر سعد۔ طاقت میرے جسم میں اور ہمت میرے ساتھ بھی ہے اگر ذبح ہونیکا وقت آ ہی جائیگا تو یہ یقین کر لے کہ دشمن کو خاک میں ملا کر مروں گا روز میری بیوی ہے تیرے عشق کا حال مجھے معلوم ہے اس نے تجھ سے نکاح نہیں کیا تیری شہادت جھوٹی ہے۔

ابن زیاد۔ اس کے ماں اور باپ دونو گواہ موجود ہیں جو مجلس نکاح میں شریک تھے اور جن کی اعانت سے نکاح ہوا۔

پلیٹیو اور میریناحاضر ہوئے اور دونوں نے کہا کہ نکاح ابن زیاد سے ہو چکا اور روز اس کی منکوحہ ہے۔

ابن زیاد۔ اس نے تجھ سے ایک ہفتہ کی مہلت لے لی اور وہ آج اسوقت پوری ہوتی ہے جب یہ عُقدہ کُھل گیا ورنہ دونو تاراج و برباد ہو جاتے۔

عمر سعد۔ حصر اس کی شہادت پر ہے اگر یہ خود کہدے گی کہ تیرا نکاح پہلے ہو چکا ہے تو میں قطع تعلق کے واسطے موجود ہوں لیکن مجھے یقین کامل ہے کہ یہ کسی حال میں غلط نہ کہے گی۔

ابن زیاد۔ مہ جبین روز اب تو ہی اس کا فیصلہ کر اور بتا کس کے نکاح میں ہے اور کون سچا ہے۔

روز۔ دونو جھوٹے ہیں ایک کے نکاح میں بھی نہیں ہوں۔

عمر سعد۔ اب یہ فیصلہ کس طرح ہو؟

ابن زیاد۔ تلوار تیرے ہاتھ میں بھی ہے اور میرے بھی ہم دونوں میں سے ایک کی گردن آرزو کے قدموں پر قربان ہو جائے۔

عمر سعد۔ جس تلوار نے امام حسینؑ جیسے شخص کو معہ رفقا و جان نثاران میدان کربلا میں موت کے گھاٹ اُتار دیا وہ تیری کیا پرواکر سکتی ہے مگر ضرورت ہے کہ یہ عظیم الشان فتح جو ہم کو میسّر ہوئی ہے اس کی خوشی میں ہم دونو شریک رہیں اور رنج دُور ہو جائے۔

ابن زیاد۔ اگر اس کی کوئی تجویز ہو سکے تو مَیں بہ خوشی رضامند ہوں مگر اس کے واسطے غالباً ایک حکم کی ضرورت ہو گی اور وہ ایسا شخص ہو جس کے روبرو مَیں اور تُو دونو سر تسلیم خم کر دیں۔

عمر سعد۔ میرا بھی یہ ہی خیال ہے اور ایسی طاقت صرف امیر المومنین کی ہو سکتی ہے۔

ابن زیاد۔ لاریب! مجھے شاہی فیصلہ منظور۔

عمر سعد۔ مَیں بھی موجود ہوں ÷

(۵۹)

میدان کربلا سے چار کوس کے فاصلہ پر اس سڑک کے کنارے جو بصرے کو جاتی ہے گاؤں میں ایک بُڑھیا عورت زخمی کے سامنے دودھ کا پیالہ لئے کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تم کو دوبارہ زندگی عطا فرمائی یہ کمزوری بھی جلد رفع ہو جائے گی۔

زخمی۔ ہائے یہ صحت اذیت سے اور یہ زندگی موت سے بہتر نہیں مَیں بدنصیب ہوں کہ جنت سے محروم رہ گیا یاران امام قربان ہو گئے اور منزل مقصود پر پہنچے مگر مَیں مرتے مرتے بچا اور شہادتِ امام پر رونے کے واسطے رہ گیا۔

بڑھیا۔ شہدا میں سے صرف ایک بیمار باقی ہے اور اب کوئی اس قابل نہیں کہ مظلوم امام کے خون کا بدلہ سنگدلوں سے لے سکے تم تندرست ہو گئے اور اس قابل کہ اپنی کوشش میں

سرگرم ہو جاؤ لیکن مجھے تمہارے اس خیال سے اتفاق نہیں کہ تم بغیر کافی توانائی کے سفر کر سکو۔

زخمی۔ تم میری محسنہ ضرور ہو اور میرا فرض ہے کہ تمہاری موجودگی اور عدم موجودگی دونو حالتوں میں احسان کا شکر گذار رہوں لیکن جو کیفیت مجھ پر گذر رہی ہے میں بیان نہیں کر سکتا اپنے خیالات ظاہر کر چکا ہوں اور اب مجھ کو ہر لمحہ ایک سال ہے اب آپ سے رخصت ہو جاؤں گا۔

بڑھیا۔ ابھی تو تم میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے کہ گھوڑے پر اچھی طرح بیٹھ سکو کس طرح سفر کرو گے۔

زخمی۔ اس کے خدا پر چھوڑ دو گی اور مجھے اجازت دو۔

بڑھیا۔ کس طرح کیوں اور کیونکر جانے دوں تم جان بوجھ کر موت کے منہ میں جاتے ہو۔

زخمی۔ امام مظلوم اور نامراد روز کے بعد زندگی کا ہر لمحہ قیامت ہے جس قدر جلد ممکن ہو یا قربان ہو جاؤں یا ان سنگدلوں سے بدلہ لوں۔

بڑھیا۔ ابھی تم بدلہ لینے کے قابل تو ہو جاؤ۔

زخمی۔ میں اپنی محسنہ سے ملتجی ہوں کہ اس معاملہ میں مجھ کو میری رائے پر چھوڑ دیا جائے۔

بڑھیا۔ اگر اصرار اس حد تک ہے تو فی امان اللہ۔

زخمی۔ مکرر وسہ کرر مہربانیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

صبح کا سہانا وقت تھا زخمی نے بڑھیا کے ہاتھ چومے دودھ پیا اور روانہ ہو گیا۔

(۲۰)

میں متعجب تھا کہ روز کس قدر مستقل مزاج ہے دنیا بھر کی اذیتیں نہایت خوشی سے اس نے برداشت کیں لیکن مذہب سے علیحدہ ہونا گوارا نہ کیا صرف روز کی ہستی اور اس کے واقعات ہمارے واسطے کافی سبق تھے اب سید الشہدا امام حسینؑ کی شہادت ان کے ہمراہیوں کا صبر و استقلال ثابت کر گیا کہ اسلام سچا مذہب ہے

اور اس کے پیرو حق پر ہیں۔
میرینا۔ میں خود اسی نتیجہ پر پہنچ چکی ہوں مگر تمہارے ڈر کے مارے زبان سے نہ نکالتی تھی۔ رُوز اس قابل ہے کہ اس کے پاؤں دھو دھو کر پیئے چاہئیں اس کو سب کچھ ملا صورت سیرت دولت عزت مگر اس نے اپنی صداقت کے سامنے ہر چیز پر لات ماردی انسانی ہستی مشکل سے ایسی ہوتی ہے تعجب کرتی ہوں کہ قید کی مصیبتوں نے اسکی حالت میں فرق نہ آنے دیا وہ موت کے واسطے ہنسی خوشی تیار ہو گئی لیکن راہِ راست سے نہ ڈگمگائی۔
پلیٹیو۔ افسوس اس داستان کا دردانگیز منظر عبید کی موت ہے اگر وہ زندہ رہتا تو یقیناً رُوز کی قدر کرتا یہ دونوں کے دونوں نفس پرست اور خود غرض ہیں وہ درحقیقت اس قابل تھا کہ اس کی وقعت کی جاتی۔
میرینا۔ ابھی تک اس بدنصیب رُوز کی مصائب کا خاتمہ نہیں ہُوا نہ معلوم اس کی تقدیر میں کیا کیا لکھا ہے اب دیکھئے کیا فیصلہ ہوتا ہے۔
پلیٹیو۔ یہ تو خیر دُنیا کے جھگڑے ہیں یہ بتاؤ کہ اگر مذہب اسلام صادق ہے تو ہم کو مسلمان ہونا چاہیئے۔
میرینا۔ اسلام کی صداقت میں مطلق عذر نہیں واقعہ کربلا ایسا منظر ہے کہ امام کے صبر استقلال کو دیکھ کر ہر ذی ہوش یہ کہے گا کہ جس مذہب کی تعلیم اتنی اچھی اور ایسی سچی ہو اس کے برحق ہونے سے انکار کرنا صریح غلطی ہے۔
پلیٹیو۔ مگر تثلیث کی تعلیم بھی اسلام سے کم نہیں خود خداوند مسیح کا استقلال ہمارے سامنے ہے اس کو پیش نظر رکھ کر امام کی شہادت کو ہم فوقیت نہیں دیسکتے۔
میرینا۔ یہ درست ہے لیکن رُوز ہمیشہ یہ کہتی تھی کہ مسیح کی مقدس زندگی کا اسلام ہم سے زیادہ معترف ہے اس سے ہم کو اسلام کی ایک اور صداقت معلوم ہوئی۔

پلیٹیو۔ ہاں ہاں بحث صرف اسقدر ہے کہ وہ خداوند کو صرف بنی یقین کرتا ہے۔
میرینا۔ ہاں۔
پلیٹیو۔ اگر زندہ سلامت رہی اور اس کی تکالیف و مصائب کا بدلا خوشگوار نکلا تو میں اس کو اسلام کا ایک معجزہ سمجھوں گا۔
میرینا۔ بہت ٹھیک بہت درست۔
پلیٹیو۔ ظاہر آثار تو ہر روز رہا ہے ہر رات سے جو جاری ہے بد نصیب روز کے واسطے زیادہ مصائب کا سامان پیدا کرتا ہے اب اس کی بہتری تو ظاہر معلوم یہ ہی غنیمت سمجھیں گے کہ وہ ایک کے گھر میں اطمینان سے بیٹھ جائے۔
میرینا۔ وہ دونو سے متنفر ہے اور ناممکن ہے کہ ان دشمنانِ اسلام میں سے کسی کی ہو کر رہے۔
پلیٹیو۔ ہونا پڑے گا اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔
میرینا۔ جسنے ابتک عقل کو چکرا رکھا ہے دیکھئے وہ آگے چل کر کیا کرتی ہے۔

(۶۱)

آفتاب غروب ہو چکا تھا جب خانماں برباد سیدانیوں کا لٹا کھٹا قافلہ حدود شام میں داخل ہوا فتح کی خبر یزید کے کان میں پہلے ہی پہنچ چکی تھی شہر بقعہ نور بنا ہوا تھا رات دن کو مات کر رہی تھی شادیانے بج رہے تھے اور دربار یزیدی کا ہر ذرہ شادمانی کے گیت گا رہا تھا جس خبر نے یزید کی اجڑی ہوئی کھیتی کو لہلہا دیا اسی خبر نے مسلمان رعیت کے دل دہلا دیئے مردوں نے جب سُنا عورتوں کو جب معلوم ہوا کہ ابن زیاد اور عمر سعد نے یزید کے حکم سے تین دن کے بھوکے پیاسے سید کا گلا ذبح کیا تو ایک دو نہیں بیسیوں مرد اور عورتیں چکرا کر زمین پر گر پڑیں دفعتاً طبل کی آواز نے یہ خبر مشہور کی کہ بد نصیب سیدانیاں محبوس و گرفتار بے پردہ اور [illegible] اونٹوں پر یزید کے دربار میں

پہنچی ہیں دل تھرا گئے آنکھوں سے آنسو نکل پڑے مرد سڑکوں پر اور عورتیں چھجوں پر یہ جگر خراش منظر دیکھنے آئیں دیکھا کہ جگر گوشہ رسول کا سر نیزہ پر بلند ہے اور اہلبیت رسول بے چادر و مقنع چلی جا رہی ہیں اُن کے ہاتھ رسیوں سے بندھے ہیں اور وقت نے اُن کو اس قابل بھی نہ رکھا کہ وہ ہاتھوں سے مدد لے کر اپنے مقدس چہرے نامحرم نظروں سے چھپا سکیں۔

یزید قصر عالی میں تخت شاہی پر بیٹھا ہوا تھا شراب کے دور چل رہے تھے اُمراء اور اراکین دست بستہ حاضر تھے کہ ابن زیاد اور عمر سعد دونو آ کر قدمبوس ہوئے اور امام عالی مقام کا سر پیش کیا یزید کا دل اسوقت باغ باغ تھا اُس نے دونو سنگدلوں کو دائیں بائیں طلائی کرسیوں پر بیٹھنے کا حکم دیا دونو کی شجاعت اور مردانگی کی داد دی اور برہنہ سر کے لبوں پر چھڑی مار کر کہا یہی ہیں وہ ہونٹ جن سے بیعت کا انکار تھا۔

یہ وہ وقت تھا کہ اراکین دربار میں سے ایک بزرگ تھرا اُٹھے اور کہا او جفا کار یزید کیا کرتا ہے میں نے اپنی آنکھ سے رسول اللہ کو ان ہونٹوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے یزید مسکرا کر خاموش ہو گیا اور عمر سعد اور ابن زیاد نے اپنا دعویٰ پیش کیا روز ایک عورت نہیں مجسمۂ حسن تھا جس کے شعلے انسانی دلوں پر بجلیاں گرا رہے تھے یزید کا دل عورت دیکھتے ہی ہاتھ سے جاتا رہا فتح کی خوشی اضطراب سے بدل گئی جب اُس نے دیکھا کہ گل اندام روز دونو کے نکاح سے منکر ہے تو اُس کو اپنی امیدوں میں کامیابی کی پوری جھلک دکھائی دی اور بساط کا رنگ اس طرح بدلا کہ کچھ سوچ کر کہنے لگا عبداللہ اور عمر سعد تم نے ایسا ستم توڑا ہے کہ آسمان اور زمین قیامت تک تم پر لعنت بھیجیں گے میرا مقصد یہ نہ تھا کہ تم امام حسین کو اس بیدردی سے ذبح کرو تمہارا کام صرف یہ تھا کہ زندہ گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دیتے تمہاری سزا تو یہ تھی کہ دونو کو ابھی قتل کر دیتا مگر میں تمہاری طرح جلاد نہیں ہوں اور اپنے مراحم خسروانہ سے کام لے کر دونو کی جان بخشی کرتا ہوں

فی الفور یہاں سے روانہ ہو اور اپنے اپنے مقام پر پہنچ جاؤ میں بعد میں ضروری احکام جاری کروں گا۔

حصول روز کی بجائے دونو کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور اپنی تقدیروں کو روتے ناکام رخصت ہوئے رات رنگ رلیوں میں گذری جشن بنایا گیا اور علی الصباح یزید نے روز سے کہا تو نہایت خوش نصیب عورت ہے کہ اُن دونو مکاروں کے پھندے سے نکل کر میرے قبضہ میں پہنچی یہ محل یہ حکومت اور سلطنت تجھ کو مبارک ہو جا غسل کر خلعت شاہی پہن اور دوزخ سے نکل کر جنت میں آ۔

اس کے بعد یزید نے قاضی کی طرف دیکھا اور کہا آج شام کو بزم نکاح منعقد ہوگی اور محل میں جا کر اپنی ماں میسونہ سے کہا۔

یہ پہلا اتفاق ہے کہ عمر بھر میں یہ دو خوشیاں ایک سے ایک زیادہ مجھ کو میسر آئیں جنگ کی فتح کا مژدہ آپ نے سن لیا اب آپ یہ بھی سن لیجئے کہ وہ حسین صورت جس پر دمشق اور شام نہیں دنیا ناز کر سکتی ہے میرے قبضہ میں آئی اور آج شام کو نکاح ہے اس خوشی میں جو کچھ بھی میں کروں کم ہے آپ اپنے مبارک ہاتھوں سے روز کو دلہن بنائیے۔

میسونہ۔ فتح نے تجھ کو جس قدر بشاش کیا اس سے زیادہ مجھے صدمہ پہنچایا میں مسلمان ہوں اور میری عاقبت صرف سرور کائنات رسولؐ عربی کے ہاتھ میں ہے میرے پیٹ کو یہ آگ لگی کہ تجھ جیسا ناہنجار پیدا ہوا جس نے اپنے مظالم سے قیامت برپا کر دی تو کہنا ہے میں تیرا کام کر دونگی اور اس عورت کو دلہن بنوا دیتی ہوں لیکن یزید یہ سب کرشمے فانی ہیں۔

یزید۔ آپ کو اس سے بحث نہیں صرف مہ جبین روز کو اپنے ہاتھ سے دلہن بنا دیجئے۔

میسونہ۔ اچھی بات ہے۔

(۶۲)

عبداللہ اور عمر سعد کا حشر جو کچھ ہوا وہ اسی کے سزاوار تھے اب میں اس کمبخت یزید سے کیونکر بدلہ لوں آج اس کا نکاح کسی کنیز سے ہے شراب میں مست ہوگا اگر کسی طرح سے بھی اندر داخل ہو جاؤں تو اس خوشی اور مسرت کا مزہ چکھا دوں عمر سعد کو میں نے زخمی کر دیا اگر بھاگ نہ جاتا تو یقیناً میں اس کو قتل کرتا خیر میرے دل کا حوصلہ نکل گیا ابن زیاد مردود نہ ملا جو دل کے حوصلے پورے ہو جاتے اچھا اب یزید کے پاس کیونکر پہنچوں مگر ہاں۔

پہلے روز کا تو پتہ لگاؤں کہ وہ زندہ ہے یا مر گئی مگر نہیں اس کی زندگی ناممکن ہے وہ مردانہ وار میدان میں گئی بچ کس طرح سکتی تھی جب سب شہید ہو چکے تو وہ بھی قطعاً شہید ہوئی میں محض اتفاق سے وہ بھی اس لئے کہ جب ظالم چلے گئے میں سسکتا رہا تھا بچ گیا خدا بھلا کرے گاؤں والوں کا کیسے درد سے رو رہے تھے یقیناً سچے مسلمان ہیں شہیدوں کے خون کو بوسہ دے رہے تھے سر آنکھوں سے لگا رہے تھے مگر مجبور تھے کہ ظالم کے ظلم کے آگے کچھ نہ کر سکتے تھے۔

اب روز کے بعد زندگی کس کام کی ہائے یہ جسم جس کو کتے کوے بھی نہ کھائیں گے شہید کربلا کے کام آتا مگر میری ایسی تقدیر کہاں خوش نصیب تھی وہ مرنے والی کے اپنے دل کے ارمان پورے کر منزل مقصود پر پہنچ گئی قصر اعلیٰ کی دیواریں اس قدر بلند ہیں پہرہ کا اسقدر معقول انتظام ہے کہ میری کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکتی ہاں ایک صورت ہے زنانہ بھیس بدل کر اندر پہنچوں مگر نہیں یہ بھی مشکل ہے میں کس طرح بھیس بدل سکتا ہوں ملازموں میں شامل ہوں لیکن کامیابی کیا آج ہوتی ہے سائل بن کر سوال کروں مگر اس سے کیا ہوتا ہے کچھ بن جائیگا۔

شکر الٰہی تیرا شکر کیا اچھا موقعہ میسر آیا ہے خالد کس قدر خلق و محبت سے آج پیش آیا

ہے وہ ضرور مددگار ہوگا اور میں اس کی وساطت سے یقینی کامیاب ہونگا اس کا صحن بالکل قصر اعلیٰ سے متصل ہے اور وہ دروازہ رات بھر کھلا رہا وہاں چھپوں اور قصر اعلیٰ میں جا پہنچوں مگر یہ ٹھیک ہوگا یا غلط کہیں اُسے اس راز سے آگاہ کردوں مخلص مسلمان ہے کیسا ڈاڑھیں مار کر روتا ہے مگر اللہ غنی اس کی ناہنجار بیوی شہادت کے واقعہ پر جھوٹے سچے سانس تو بھرتی رہی لیکن آنسو کا ایک قطرہ آنکھ سے نہ گذرا۔

نہیں نہیں ہرگز نہیں نہ معلوم کیا اتفاق ہے خدا کے سوا کوئی اس راز سے باخبر نہ ہو مگر ہائے تقدیر تلوار موجود ہے خنجر نہیں ہے تو ارے کر کس طرح چھپ سکتا ہوں خیر جو کچھ گذرے گی گذر جائیگی چلوں تو سہی +

(۶۳)

آج انسانی کوششیں ختم ہوئیں قید میں ہوں گرفتار ہوں بے بس ہوں ۔ ۔ ۔ بے کس ہوں بول نہیں سکتی بولنا کیا اُف کرنے کی مجال نہیں تمام امیدیں اور آرزوئیں اس طرح پامال ہوئیں کہ اس شقی القلب منحوس صورت ملعون سیرت کے پہلو میں جگہ لے کر کیا سکتی ہوں نکاح یقینی ہے اور وہ کمبخت کیا نکاح کا محتاج ہے نکاح صرف شرعی آڑ ہے ایسے کمبخت کا نکاح کیا اور طلاق کیا لیجئے وہ طلبی ہوئی۔

ارشاد۔

میسونہ۔ شام قریب ہے اب تم غسل خانہ میں جاؤ لباس تبدیل کرو۔

روز۔ جو حکم ہو۔

اب روز غسل خانہ میں پہنچی جگمگان پوشاک تبدیل کے واسطے موجود تھی حسرت سے دیکھا اور ٹھنڈا سانس بھر کر خاموش ہوگئی کپڑے اُتارے مگر خیال پھر کہیں سے کہیں لے گیا کہ میسونہ ادھر آئی اس نے ایک تعجب بھری نظر روز کی کمر پر ڈالی اور کہا۔

کیا کیا کیا۔

بی بی تم کھڑی ہو یہ تمہاری پشت پر کیا نشان ہے؟

روز۔ مجھے مطلق علم نہیں۔

میسونہ۔ تم اپنی کیفیت بیان کرو تمہارے ماں باپ کون تھے اور کہاں ہیں۔

روز۔ میری داستان عبرت انگیز ہے۔

میسونہ۔ تم مجھے سناؤ میرے پاس تمہاری مرنے والی ماں کی ایک امانت ہے۔

روز نے جہانتک اس کو اپنا حال معلوم تھا بیان کیا میسونہ نے اس کی پیدائش کی تمام کیفیت سنائی اور وہ نشان دکھایا کہ یہ میرے ہاتھ کا ہے جو میں نے کشتی میں کیا تھا اس کے بعد میسونہ نے صندوق کھول کر وہ پرچہ نکالا اور روز کو دیا۔

روز نے اس حالت میں وہ پرچہ کھولا اور پڑھا تو یہ لکھا تھا۔

اس بچہ کو جو مجھ بدنصیب ماں کے پیٹ سے پیدا ہو لڑکا ہو یا لڑکی سب سے پہلے مرنے والی ماں کا سلام اور اس کے بعد یہ پیام پہنچے۔

جب امیر معاویہؓ کے لشکر نے ہمارے گھروں پر مظالم توڑے اور شیر خداؓ کے قتل پر آمادگی ظاہر کی تو ہم دونو میاں بیوی جو تیرے ماں اور باپ ہیں حق کی حمایت میں اٹھے اور فیصلہ کیا کہ جب تک امیر کو تہ تیغ نہ کریں گے اطمینان سے نہ بیٹھیں گے افسوس ہماری آرزو پوری نہ ہو سکی اور ہم دونو زخمی ہوئے میری حالت اسوقت ردّی ہے اور میں دنیا میں چند ساعت کی مہمان ہوں لیکن وصیت کرتی ہوں اے کلیجہ کے ٹکڑے کہ اس پرچہ کو پڑھنے کے بعد دنیا کی ہر آسائش حرام ہے جب تک تو ماں کے خون کا بدلہ امیر معاویہ یا امیر کی اولاد سے نہ لے لے۔

پرچہ پڑھتے ہی روز کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہوگئیں اور خون ٹپکنے لگا اسنے میسونہ کی گفتگو جو یزید سے ہوئی تھی اپنے کان سے سنی تھی اور جانتی تھی کہ سچی مسلمان

ہے اُٹھی اُس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا آپ کے احسان کا معاوضہ کس طرح ادا کروں میری مری ہوئی ماں کا یہ خط میرے واسطے نعمت ہے اور ایسی نعمت جس کی کوئی قیمت نہیں اب اس کو اس تعویذ کا خیال آیا جو باپ نے آخر وقت گلے میں ڈالا یہ الفاظ اس کے کان میں پڑے ہوئے تھے اس نے وہ تعویذ کھولا اور پڑھا تو اسمیں بھی یہ عبارت موجود تھی۔

پیاری کلثوم، نامُراد باپ ناشاد ماں کے بعد تجھ سے رخصت ہوتا ہے کے وپیاری بچی میری موت کی داستان درد انگیز ہے میں تیری ماں کے بعد اس کوشش میں منہمک رہا کہ امیر معاویہ کو زہر دے کر کلیجہ ٹھنڈا کروں اور تیری ماں کے خون کا بدلہ لوں مگر تقدیر نے دھکا دیا سازش کُھل گئی اور میں اب قتل ہوتا ہوں مجھے موت کا مطلق اندیشہ نہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ جی کی آرزو جی ہی میں رہی اور امیر سے بدلہ نہ لے سکا۔

اگر وقت تجھ سے مرافقت کرے اور زندہ رہے تو دُنیا کی کسی راحت میں شریک ہونے سے پہلے اِس پرچہ کے پڑھنے کے بعد تیرا فرض ہے کہ اگر امیر زندہ ہو تو اس سے نہ ہو تو اس کی اولاد سے دونو ماں باپ کے خون کا بدلہ لے۔

اب روز کی حالت دگرگوں تھی اس نے عروسانہ لباس زیب تن کیا خنجر کمر سے لگایا اور یزید کی خواب گاہ میں داخل ہوئی۔

نصف شب گذر چکی تھی شراب کے دَور نے یزید کو بے قابو کر رکھا تھا جوش ِنشت میں استقبال کو اُٹھا اور یہ کہکر لپٹ گیا۔

"آغوش نصیب ملکہ میرے پہلو میں آ اور میرے ساتھ حکومت کر"

اس کا جواب ایک چیخ کی آواز تھی جو یزید کے جسم سے نکلی اور ایک خون کا فوارہ تھا جو اس کے پیٹ سے چھوٹا چوٹ تازہ تھی اور یزید خود بھی مسلح تھا ایسی حالت میں دونو ہاتھ روز کے پکڑ خنجر چھینا اور اپنا خنجر نکالکر یہ کہتا ہُوا بھونکنا چاہتا تھا۔

او نامراد مکار تجھ کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔

پیچھے سے ایک شخص نے یزید کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایسا دھکا دیا کہ الگ جا کر دم توڑنے لگا۔ یزید کے الگ گرتے ہی رَوز کی آنکھیں اس طرف اُٹھیں دونو دیر تک ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے دفعتہً عبید جس نے یزید کو پھینکا تھا یہ کہکر آگے بڑھا کیا کامیاب رَوز زندہ ہے۔

روز۔ [illegible]ی ہوں عبید کیا دیکھ رہی ہوں کیا صداقت مُردے کو زندہ کرسکتی ہے اور تو مُر کر میرے ارمان پورا کرنے کو زندہ ہو گیا۔

عبید۔ خدا پر بھروسہ رکھنے والے کبھی [illegible] نہیں ہوتے۔

دونو ایک دوسرے سے بغلگیر ہو[illegible] ونہ یہ کیفیت سُن کر کمرہ خاص میں داخل [illegible] اور کہا

[illegible] ت مجھ کو زندہ درگور کرگئی [illegible] ضعیفی کا داغ قابل برداشت نہیں لیکن [illegible] لڑکا زندہ رہنے کے ت[illegible] تھا۔

[illegible] میرینا دونو میاں بیوی خود [illegible] کی شہادت کو آئے تھے اور یہیں مقیم [illegible] آواز سُن کر آئے کیفیت معلوم کی روزن [illegible] باپ کو پہچان کر قدموں میں [illegible] پیو آگے بڑھا اور کہا بے شک نہیں [illegible] دعویٰ تیرا مذہب سب [illegible] بلند کہتا ہوں۔

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

پلیٹیو کے ساتھ ہی میرینا نے بھی کلمۂ توحید کی آواز نکالی۔

[illegible] میسونہ واقعات سے باخبر ہو چکی تھی بڈھے خالد اور اُس کی بیوی کو لے کر آئی اور خالد سے کہا یہ تمہاری بچی کلثوم جس کو تمہاری بیوی نے کنوئیں میں ڈال کر مُردہ مشہور کیا آج رَوز کی حیثیت میں تمہارے سامنے کھڑی ہے۔